شعورِ حیات

مولانا محمد یوسف اصلاحی

Marfat.com

DATA ENTERED

Book donated by
Dr. Waqar Chaudhry
Special Correspondent
A.P.P, Lahore.

BOOK

شعورِ حیات

اول

محمد یوسف اصلاحی

البرکت پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور
فون: ۷۲۲۵۰۳۰

۲۹۷٫۰۵ ع
ش ے ی

GIFT BOOK
ACC, G. 475
Date.. 4-4-2003
P.U. LIBRARY LHR.

66967

☆ جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں ☆

☆ اشاعت مئی ۱۹۹۳ ---- ۲۰۰۰

☆ اشاعت ستمبر ۱۹۹۴ ---- ۱۱۰۰

☆ اشاعت جنوری ۱۹۹۵ ---- ۱۱۰۰

☆ مطبع ---- طبع فی المطبعة العربية

☆ قیمت ---- روپے

PUBLICATIONS BADAR 2-A LAHORE-2
39

Marfat.com

فہرست

★ عرض ناشر	5
★ تعارف	7
★ کتاب زندگی	10
★ فرض آپ کو پکار رہا ہے	13
★ نبیؐ کی دعا اور آپ	18
★ آپ اسلام کے نمائندے ہیں	22
★ اسلام - سنت رسول کی پیروی	29
★ خدا سے محبت کی کسوٹی	34
★ آپ کا سب سے بڑا سرمایہ	40
★ آپ کا بدترین دشمن	47
★ بدترین محروم	56
★ فہم دین	61
★ زندگی ایک خاموش سبق	67
★ خدا کی پکار پر لبیک کہنے والے	74
★ آپ اور آپ کے اہل و عیال	85
★ آپ کا فیصلہ اور آپ	91
★ آپ اور آپ کا نصب العین	97
★ اپنی دینداری کا جائزہ لیجئے	105
★ میدان حشر کا ایک سوال	115

Marfat.com

★ اسلام کے پیغام کی اصل نوعیت ——— 121

★ فقر و فاقہ ایمان لیوا آزمائش ——— 130

★ اپنے رب سے ہی مانگنے کا تجربہ کیجئے ——— 139

★ روزہ کس لیے ؟ ——— 147

★ عید یا وعید ——— 153

★ عید قربان کس لیے ؟ ——— 159

★ نواسۂ رسولؐ کی شہادت اور آپ ——— 166

★ اسوۂ حسینؓ کا پیغام ——— 173

★ چار روزہ بستی ——— 177

★ آپ اور آپ کے پڑوسی ——— 181

★ سماج سدھار کی اسکیمیں ناکام کیوں ؟ ——— 185

عرض ناشر

یہ مجموعہ مضامین مولانا محمد یوسف اصلاحی کی بلند پایہ عملی' پاکیزہ زندگی اور دین کے صحیح فہم کا عکاس ہے۔ اگرچہ یہ مختصر مضامین کا مجموعہ ہے لیکن اتنا موثر انداز تحریر ہے کہ قاری کے اندر جذبہ عمل ابھرتا ہے اور وہ اپنے گرد و پیش کے ماحول میں پیدا ہونے والی خرابیوں اور برائیوں کو ختم کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ تحریک اسلامی کے کارکنوں نے اس کو اپنے دعوتی کام میں نہایت مفید پایا۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ اس کتاب کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

اگرچہ تاخیر ہو گئی لیکن الحمدللہ اب اس کا دوسرا حصہ بھی شائع ہو گیا ہے۔

عبدالحفیظ احمد

ستمبر ۱۹۹۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

الحمد للہ کہ شعورحیات کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ ذکریٰ کے ابتدائی سالوں کے چند اداریے ہیں۔ انشاء اللہ شعورحیات کی اگلی جلدیں بھی حسب سہولت و توفیق پیش کی جائیں گی۔

ذکریٰ کے یہ اداریے ضرورت' حالات اور مختلف محرکات کے تحت لکھے جاتے رہے ہیں۔ جیسا کہ گوناگوں عنوانات اور مضامین کے تنوع سے آپ اندازہ کررہے ہیں ـــــ ان مضامین میں گو کوئی تصنیفی ترتیب نہیں ہے اور نہ ہوسکتی تھی' لیکن ایک معنوی ربط اور مطلوب قدر مشترک یہ ضرور ہے کہ یہ سب شخصی تربیت و تزکیہ اور اجتماعی اصلاح و انقلاب کے لیے فکر مند اور مضطرب کرنے والے ہیں۔ دراصل یہ داعی کے دل میں موجود یا مطلوب آگ ہے' جس کی آنچ سے داعی اپنے اردگرد کے ماحول کو گرم کرنا اور گرم رکھنا چاہتا ہے۔

شخصی تربیت و تزکیہ ہو یا اجتماعی اصلاح و انقلاب کی دعوت' اس سلسلے میں دو باتیں اصولی اور بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ تربیت و اصلاح کا نقطہ آغاز فرد کی اپنی ذات ہے۔ اور اول و آخر تمام انفرادی اور اجتماعی کوششوں اور کاوشوں کا مطلوب یہی ہے کہ فرد کی شخصیت کی تکمیل ہوسکے اور وہ آخرت میں فلاح و نجات کا مستحق بن سکے۔ قرآن

Marfat.com

و سنت کا خطاب. اصلاً فرد سے ہے۔ اور فرد کی نجات و فلاح ہی اصل موضوع ہے۔ ایک صالح اجتماعیت اور ہمہ گیر اسلامی انقلاب کا مقصود بھی یہی ہے کہ فرد کا صحیح ارتقاء ہوسکے اور سازگار فضا میں کسی روک ٹوک کے بغیر وہ خود کو آخرت کی فلاح و نجات کے لائق بنا سکے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ فرد اور جماعت کی تمام کوششوں کا محور و مرکز اور منتہائے مقصود صرف خدا کی رضا اور آخرت کی فلاح ہو۔ اس کے سوا کوئی اور مقصود ذہن و قلب کے کسی گوشے میں ہرگز نہ ہو۔

ان دو حقیقتوں پر پختہ یقین اور شرح صدر سے جو نکھری ہوئی اسلامی فکر پیدا ہوتی ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ خدا کی رضا اور آخرت کی فلاح کو یکسوئی' اخلاص اور صحیح فہم کے ساتھ مقصود بنا کر جو زندگی گزاری جائے وہی کامیاب اور مطلوب زندگی ہے۔ خواہ وہ آرام و آسائش اور خوشحالی میں گزرے یا مصائب و آلام اور غربت و افلاس میں' محکومی اور مظلومی میں گزرے یا اقتدار و آزادی میں' آزمائش و تعذیب میں گزرے یا دنیا کے وسائل و ذرائع پر قابض و متصرف ہوکر۔ دیکھنا یہ نہیں ہے کہ زندگی کس طرح گزری' دیکھنا یہ ہے کہ کس چیز کو مقصود بنا کر گزری' اور یہ حقیقت بھی ذہن میں سورج کی طرح روشن رہنی چاہیے کہ آخرت کی زندگی کو تابناک و کامیاب بنانے کے لیے ہمارے پاس صرف ایک ہی موقع اور ایک ہی پونجی ہے' اور وہ یہی دنیا کی حیات مستعار ہے' جو صرف ایک ہی بار ملتی ہے۔ یہ حیات مستعار واحد مہلت عمل اور واحد پونجی ہے جو اگر ضائع ہوگئی تو پھر کبھی دوبارہ نہ ملے گی ـــــ اس پہلو سے سوچئے تو کتنی غیر معمولی اہمیت ہے اس "فانی زندگی" کی! ـــــ اس فانی زندگی کو صحیح رخ پر لگا کر اور فلاح آخرت کے مقصد میں کھپا کر ہی تو ہم اس زندگی کو کامیاب بنا سکتے ہیں جو جاوداں ہے اور کبھی ختم ہونے والی نہیں' حقیقت یہ ہے کہ جس نے اس فانی زندگی کو ضائع کردیا اس دیوالیہ نے اپنا سب کچھ ضائع کردیا۔ اب اس کے

Marfat.com

پاس کچھ نہیں رہا جس کے بل پر وہ فلاح آخرت کے بارے میں کچھ سوچ سکے یا کرسکے۔ اب حسرت و یاس کے ساتھ ہاتھ ملنے کے سوا اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔

کامیابی کا یہ معیار نگاہ میں ہو' تو ہم یقین کی پوری قوت سے کہہ سکتے ہیں کہ جس نے دنیا کی زندگی کامیاب گزاری اس کی آخرت کی زندگی بھی کامیاب ہے' اور جس نے دنیا کی زندگی ناکام گزاری وہ ایک ایسا دیوالیہ تاجر ہے جس نے اپنی ساری پونجی کھودی اور اب ابدی ناکامی اور نامرادی ہی اس کا نصیبہ ہے۔

یہ روشن فکر مذکورہ دو حقیقتوں پر ایمان و اذعان کا لازمی ثمرہ ہے۔ اور یہ فکر آدمی کو آمادہ ہی نہیں بے تاب رکھے گی کہ وہ تربیت و دعوت کی تمام کوششوں اور کاوشوں کا اولین نشانہ اپنی ذات کو بنائے اور فلاح آخرت کو اپنا قطعی ذاتی مسئلہ سمجھ کر سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ اس کے لیے کوشاں ہو' مگر ملک و ملت اور سماج سے آنکھیں موندھ کر نہیں بلکہ اپنی نجات و فلاح کے لیے'

"سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے"

کو ناگزیر بنا کر۔ اور یہی اضطراب اور بے تابی آپ کو ان مضامین کے زور اور جوش میں کارفرما نظر آئے گی۔ یہی ان کا معنوی ربط ہے' اور یہی بے تابی ان کی قدروقیمت متعین کرنے والا جوہر ہے۔

اللہ بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ وہ اس مجموعے کو شرف قبول بخشے' قارئین کے لیے نفع بخش بنائے' اور امت کے بیش از بیش افراد کے حق میں اس کو اچھی تبدیلیوں کا ذریعہ بنا کر مرتب کے لیے وسیلہ مغفرت و نجات قرار دے۔

محمد یوسف اصلاحی

مکتبہ ذکریٰ رام پور - یوپی - انڈیا
۱۵ ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ بروز شنبہ' ۲ اگست ۱۹۸۵ء

Marfat.com

کتاب زندگی

کتاب زندگی کے ورق برابر الٹ رہے ہیں' ہر آنے والی صبح ایک نیا ورق الٹ دیتی ہے۔ یہ الٹے ہوئے ورق برابر بڑھ رہے ہیں اور باقی ماندہ ورق برابر کم ہو رہے ہیں ـــــ اور ایک دن وہ ہوگا جب آپ اپنی زندگی کا آخری ورق الٹ رہے ہوں گے ـــــ جونہی آپ کی آنکھیں بند ہوں گی' یہ کتاب بھی بند ہوجائے گی اور آپ کی یہ تصنیف محفوظ کردی جائے گی۔

کبھی آپ نے غور کیا' اس کتاب زندگی میں آپ کیا درج کر رہے ہیں؟ روزانہ کیا کچھ اس میں لکھ کر آپ اس کا ورق الٹ دیتے ہیں۔ آپ کو شعور ہو یا نہ ہو' آپ کی یہ تصنیف تیار ہو رہی ہے اور آپ اس کی ترتیب و تکمیل میں اپنی ساری قوتوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اس میں آپ وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں' جو آپ سوچتے ہیں' دیکھتے ہیں' سنتے ہیں' چاہتے ہیں' کرتے ہیں اور کراتے ہیں' اس میں صرف وہی کچھ نوٹ ہو رہا ہے جو آپ نوٹ کر رہے ہیں' کسی دوسرے کو ہرگز کوئی اختیار نہیں جو ایک شوشہ بھی اس میں بڑھا یا گھٹا سکے' اس کتاب کے مصنف تنہا آپ ہیں' اور صرف آپ ہی اپنی کوشش اور کاوش سے اسے ترتیب دے رہے ہیں' ذرا آنکھیں بند کیجئے اور سوچئے . . . . "کل" ـــــ یہی کتاب آپ کے اپنے ہاتھ میں ہوگی اور شہنشاہ واحد و قہار آپ سے کہے گا:

اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا ○ (الاسراء)

Marfat.com

پڑھ اپنی کتاب زندگی' آج اپنے نامہ عمل کا جائزہ لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔

پھر سوچیے ان خوش نصیبوں کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا جن کا دفتر عمل ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور ان مجرموں پر کیا بیتے گی جن کی کتاب زندگی ان کے بائیں ہاتھ میں پکڑائی جائے گی! آیئے کچھ دیر کے لیے تصور کی آنکھوں سے قرآن کے آئینے میں اس جھنجھوڑنے والے منظر کو دیکھیں۔

یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیہ ○ فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فیقول ھاوم اقرءوا کتبیہ ○ انی ظننت انی ملق حسابیہ ○ فھو فی عیشہ راضیہ ○ فی جنہ عالیہ ○ قطوفھا دانیہ ○ کلوا واشربوا ھنیئا بما اسفلتم فی الایام الخالیہ ○ (الحاقہ ۱۸ - ۲۴)

وہ بھی کیسا دن ہوگا جب تم لوگ پیش کیے جاؤ گے' تمہارا کوئی راز چھپا نہ رہ جائے گا' اس وقت جس کا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا' لو دیکھو' پڑھو میرا نامہ اعمال۔ میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔ پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا' عالی مقام جنت میں' جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) مزے سے کھاؤ پیو' اپنے ان نیک اعمال کے صلے میں جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے ہیں۔

واما من اوتی کتبہ بشمالہ فیقول یلیتنی لم اوت کتبیہ ○ ولم ادر ما حسابیہ ○ یلیتھا کانت القاضیہ ○ ما اغنی عنی مالیہ ○ ھلک عنی سلطنیہ ○ خذوہ فغلوہ ○ ثم الجحیم صلوہ ○ ثم فی سلسلہ ذرعھا سبعون ذراعا فاسلکوہ ○ انہ کان لا یومن باللہ العظیم ○ ولا یحض علی طعام المسکین ○ فلیس لہ الیوم ھھنا حمیم ○ ولا طعام الا من غسلین ○ لا یاکلہ الا الخاطئون ○ (الحاقہ ۲۵ - ۳۷)

اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا' کاش میرا نامہ

اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے' کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا ۔ میرا سارا اقتدار ختم ہوگیا۔ (حکم ہوگا) پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو' اور پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔ پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھلانے کے لیے ابھارتا تھا۔ لہٰذا آج نہ یہاں اس کا کوئی یار غم خوار ہے اور نہ زخموں کے دھوون کے سوا اس کے لیے کوئی کھانا' جسے خطاکاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا (کیونکہ ان خطا کاروں نے زندگی بھر اسی کے کھانے کی عادت ڈالی تھی)۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ آپ اپنی کتاب زندگی کس ہاتھ میں لینے کی تیاری کررہے ہیں' دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں ؟ —— دائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو خدا کی نظر میں دائیں ہاتھ کے لائق ہوگی اور بائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو خدا کی نظر میں بائیں ہاتھ کے لائق ہوگی۔ سنجیدگی سے سوچنے کی بات ہے کہ آپ شب و روز کی دوڑ دھوپ سے جو کتاب مرتب کررہے ہیں وہ کس آرزو کے ساتھ کررہے ہیں اور اس آرزو میں آپ کس حد تک مخلص ہیں !

فرض آپ کو پکار رہا ہے

بے شک آپ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' زکوٰۃ کا بھی اہتمام کرتے ہیں' استطاعت ہو تو حج کو بھی جاتے ہیں' آپ اسلامی وضع قطع کے بھی پابند ہیں' حلال و حرام کی تمیز میں بھی نہایت حساس ہیں' آپ تقویٰ و طہارت کے لوازم کا بھی التزام کرتے ہیں اور نوافل و اذکار' صدقہ و خیرات کا بھی زیادہ سے زیادہ خیال رکھتے ہیں' اس لیے کہ آپ کو اپنے مسلمان ہونے کا احساس ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس احساس میں آپ تنہا بھی نہیں ہیں' آپ کی طرح شریعت کے احکام و آداب کی اتباع اور پیروی کرنے والے امت میں ہزاروں نہیں لاکھوں ہیں اور اگر میں یہ دعویٰ کروں تو اس کی تردید نہیں کی جاسکتی کہ اپنی عبرت ناک پستی کے باوجود آج بھی مسلمان مذہب کی پیروی اور عبادات سے شغف میں ہر مذہب کے پیروؤں سے آگے ہیں۔ امت مسلمہ میں لاکھوں افراد اب بھی موجود ہیں جن کی زندگیاں قابل رشک حد تک خدا ترسی اور فرض شناسی کا نمونہ ہیں' جن کی سیرت اور کردار آئینے کی طرح صاف ہے' جن کا تقویٰ ہر شبہ سے بالا ہے' اور جن پر سوسائٹی اعتماد کرتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی مذہبی گروہ ان کی ٹکر کے انسان پیش کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا۔

یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلمان تعداد کے اعتبار سے بھی دنیا میں دوسری عظیم اکثریت ہیں۔ ان کے پاس ہر طرح کے وسائل و ذرائع بھی ہیں۔ ان کے پاس کوئلہ بھی ہے' پٹرول بھی ہے' لوہا بھی ہے' سونا بھی ہے' یہ دولت مند بھی ہیں

اور دنیا کے کتنے ہی حصوں میں ان کی اپنی حکومتیں بھی ہیں۔

مگر تلخ سہی یہ بھی حقیقت ہے کہ اس مذہبی تقدس اور دولت و حکومت کے باوجود سب سے زیادہ ذلیل و خوار اور بے وزن یہی مسلمان قوم ہے' نہ ان کی اپنی کوئی رائے ہے' نہ کوئی منصوبہ' نہ ان کاکوئی وقار ہے اور نہ کوئی اعتبار' انفرادی حیثیت سے ان میں یقیناً لاکھوں ایسے ہیں جن پر انسانیت فخر کرسکتی ہے' لیکن اجتماعی حیثیت سے دنیا میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

آپ اسی امت کے ایک فرد ہیں۔ آپ کا مستقبل امت کے مستقبل سے وابستہ ہے' کیا آپ کو یہ احساس پریشان کرتا ہے کہ امت کو اس ذلت سے نکالا جائے اور اس کو عظمت رفتہ حاصل کرنے کے لیے پھر بے تاب کردیا جائے۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ اس بے قدری اور ذلت کی وجہ کیا ہے ؟ اصل بات یہ ہے کہ امت نے اپنا وہ فرض بھلا دیا ہے' جس کے لیے خدا نے اس کو پیدا کیا تھا۔ امت مسلمہ عام امتوں کی طرح کوئی خود رو امت نہیں ہے۔ اس کو خدا نے ایک خاص منصوبے کے تحت ایک عظیم مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ خدا نے اس کی زندگی کا وہی مشن قرار دیا ہے جو اپنے اپنے دور میں خدا کے پیغمبروں کا مشن رہا ہے۔ نبوت کا سلسلہ نبی امی پر ختم ہوگیا۔ آپؐ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا ---- خدا کے بندوں تک خدا کا دین پہنچانے کا کام اب رہتی زندگی تک اسی امت کو انجام دینا ہے۔ یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے' اسی کی خاطر خدا نے اسے ایک امت بن کر رہنے کی تاکید کی ہے' اور اسی فرض کی ادائیگی سے اس کی تقدیر وابستہ ہے' خدا کا ارشاد ہے :

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر (آل عمران)

تم کو ایک ایسی امت بن کر رہنا چاہیے جو خیر کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔

خیر سے مراد ہر وہ نیکی اور بھلائی ہے۔ جس کو نوع انسانی نے ہمیشہ نیکی اور بھلائی سمجھا ہے اور خدا کی وحی نے بھی اس کو نیکی اور بھلائی قرار دیا ہے' الخیر سے

Marfat.com

مراد وہ ساری نیکیاں ہیں جن کے مجموعے کا نام دین ہے' اور جو ہمیشہ خدا کے پیغمبر خدا کے بندوں تک پہنچاتے رہے ہیں۔ امت کا کام یہ ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو کسی امتیاز کے بغیر اس دین کی دعوت دے' اور اسی سوز اور تڑپ کے ساتھ دعوت کا کام کرے جس طرح خدا کے پیغمبروں نے کیا ہے' اس لیے کہ وہی مشن خدا نے اس امت کے سپرد کیا ہے۔

امت کی زندگی میں دعوت دین کے کام کی وہی حیثیت ہے جو انسانی جسم میں دل کی حیثیت ہے۔ انسانی جسم اسی وقت تک کار آمد ہے جب تک اس کے اندر دھڑکنے والا دل موجود ہو' اگر یہ دل دھڑکنا بند کردے تو پھر انسانی جسم' انسانی جسم نہیں ہے مٹی کا ڈھیر ہے۔ اس لیے کہ جسم کو صالح خون پہنچانے والا اور اس کو زندہ رکھنے والا دل ہے۔

ٹھیک یہی حیثیت دعوت دین کی بھی ہے۔ اگر امت یہ کام سرگرمی سے انجام دے رہی ہے۔ خدا کے منصوبے اور منشا کے مطابق امت میں صالح عناصر کا اضافہ ہورہا ہے' اور غیر صالح عنصر چھٹ رہا ہے' نیکیاں پنپ رہی ہیں اور برائیاں دم توڑ رہی ہیں تو امت زندہ ہے اور عظمت و عزت اور وقار و سربلندی اس کی تقدیر ہے' لیکن امت اگر اس فرض سے غافل ہوجائے۔ دین حق کے کام کا اسے احساس ہی نہ رہے تو وہ زندگی سے محروم ہے---- اور مردہ ملت بھلا عزت و عظمت کا مقام کیسے پا سکتی ہے۔

خدا کے نزدیک بھی امت کی تمام تر اہمیت اسی وقت ہے جب وہ اس منصب کے تقاضے پورے کرے جس پر خدا نے اسے سرفراز فرمایا ہے۔ اگر وہ اس منصب ہی کو فراموش کردے اور اسے احساس ہی نہ رہے کہ خدا نے مجھے کس کام کے لیے پیدا کیا ہے تو پھر خدا کو اس کی کیا پروا کہ کون اسے پیروں میں روند رہا ہے' اور کون اس کی عزت سے کھیل رہا ہے۔

Marfat.com

آپ کے ہاتھ میں بندھی ہوئی یہ قیمتی گھڑی یقیناً آپ کی نظر میں ایک نعمت ہے' آپ نے اس کو اس لیے اپنے ہاتھ پر جگہ دی ہے کہ یہ آپ کو صحیح وقت بتائے اور آپ اپنے اوقات کو منظم کرکے ٹھیک وقت پر اپنے سارے کام انجام دے سکیں۔ اگر یہ گھڑی اپنا کام ٹھیک ٹھیک انجام دے تو آپ اسے اپنے ہاتھ کی زینت بنائے رکھتے ہیں' اہتمام کے ساتھ اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ کو گوارا نہیں ہوتا کہ اس پر پانی کی ایک بوند پڑے' اس کے نازک شیشے کو ذرا سی ٹھیس لگے یا کسی چیز سے یہ ٹکرائے۔ لیکن گھڑی کی یہ ساری قدرومنزلت اور اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کا یہ اہتمام اسی وقت تک ہے' جب تک وہ صحیح وقت بتاتی ہے۔ اگر وہ بار بار بند ہونے لگے' کبھی آدھا گھنٹہ تیز ہوجائے اور کبھی ایک گھنٹہ سست چلنے لگے' آپ بار بار اس سے دھوکہ کھائیں' آپ کے پروگرام اس سے متاثر ہونے لگیں ـــــ اور وہ مقصد اس سے پورا نہ ہو جس کی خاطر آپ نے اسے اپنے ہاتھ پر جگہ دی تھی تو کیا آپ یہ برداشت کریں گے کہ پھر بھی وہ آپ کے ہاتھ کی زینت بنی رہے' اور آپ اسی طرح اس کی حفاظت کرتے رہیں؟ یقیناً آپ کا فیصلہ یہ ہوگا کہ یہ گھڑی نہیں چند پرزوں کا مجموعہ ہے اور پیتل کے چند ٹکڑے ہیں' اس کی مناسب جگہ انسان کا قابل احترام ہاتھ نہیں بلکہ کباڑیے کی دکان ہے' اور پھر آپ کو اس کی کیا پروا کہ کباڑی اس کو کہاں ڈالتا ہے اور اس کو کس بے دردی کے ساتھ کوٹتا اور توڑتا ہے یا کوئی اس کو بھٹی میں گلاتا ہے۔ آپ کے نزدیک تو بجا طور پر اس کی جو کچھ قدرومنزلت تھی اسی بنا پر تھی کہ وہ صحیح وقت بتائے' اس لیے کہ بنانے والے نے اسے اسی لیے بنایا تھا' اور آپ نے ایک بڑی رقم دے کر اسی لیے خریدا تھا۔

خدا نے امت مسلمہ کو اسی لیے پیدا کیا تھا کہ وہ دوسروں تک خدا کا دین پہنچائے' سوسائٹی میں نیکیوں کا پرچار کرے اور برائیوں کو مٹائے۔ جب تک وہ اپنے اس فرض کو انجام دیتی رہے گی' خدا کی نصرت و حمایت بھی اسے حاصل رہے

Marfat.com

گی' وہ اس کا محافظ اور نگہبان بھی ہوگا اور اسے عظمت و وقار کی بلندیوں سے سرفراز بھی فرمائے گا۔ لیکن امت اگر اس فرض سے غافل ہوجائے تو پھر نہ اس کی کثرت تعداد اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے' نہ دولت و حکومت اس کے کام آسکتی ہے' نہ تسبیح و تہلیل اور نوافل و اذکار کی کثرت سے وہ عظمت رفتہ کو پاسکتی ہے' اور نہ یہ انفرادی دینداری اس کو خدا کے غضب سے بچا سکتی ہے۔ اگر میں ہر طرف بگاڑ ہو اور خدا کے بندے خدا کو بھول کر اپنی من مانی کررہے ہوں اور آپ ان سے بے فکر صرف اپنی فکر میں لگے ہوئے ہوں تو سمجھ لیجئے کہ خدا کا بہت قریب ہے اور پھر اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہ سکے گا ـــــ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

اوحی اللہ عزوجل الی جبریل علیہ السلام ان اقلب مدینہ کذا وکذا
فقال یارب ان فیھم عبدک فلانا لم یعصک طرفہ عین قال فقال اقلبھا
علیہ وعلیھم فان وجھہ لم یتمعر فی ساعتہ قط (مشکوۃ باب الامر بالمعروف عن جابرؓ)

خدائے بلند و برتر نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ ایسی' ایسی بستی کو الٹ دو' جبریلؑ نے کہا' پروردگار ان میں تو تیرا ایک ایسا نیک بندہ ہے جس نے پلک جھپکانے کی حد تک بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے۔ پروردگار نے کہا' ہاں جبریل' بستی کو اس پر بھی الٹ دو اور دوسروں پر بھی۔ اس لیے کہ (ان بستیوں میں علی الاعلان میری نافرمانی ہوتی رہی اور) اس کے ماتھے پر شکن تک نہیں آئی۔

یہ حدیث اگر آپ کے اندر کوئی بے تابی پیدا کرے تو اس کی قدر کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اس بے تابی میں اور اضافہ کرے۔ آپ کا فرض آپ کو پکار رہا ہے' اور یہی بے تابی آپ کو اپنا فرض ادا کرنے پر آمادہ کرسکتی ہے۔

سکوں مجھ کو نہیں درکار آقا　　بڑھا دیجئے میری بے تابی دل

Marfat.com

نبیؐ کی دعا اور آپ

کس مومن کے دل میں یہ آرزو نہ ہوگی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول دعا کا مستحق بنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا کہ "اے اللہ! تو اس بندے کو خوش و خرم اور شاداب رکھ!" اس کے حق میں بھی خدا کے یہاں شرف قبول پائے۔

کیسا خوش نصیب ہے وہ بندہ جس کے لیے خدا کے رسولؐ دعا فرمائیں، اس بات میں کسے تردد ہوسکتا ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی دعا شرف قبول پائے گی اور خدا اپنے حبیب کی فرمائش ہرگز رد نہ فرمائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا مستحق دنیا میں بھی خوش و خرم اور شاداب رہے گا، لیکن اصل خوشی اور شادابی تو اس کو اس دن حاصل ہوگی جب وہ حشر کے میدان میں خدا کے حضور پہنچے گا۔ ذرا تصور تو کیجئے اس بندے کی خوش نصیبی کا جو حشر کے میدان میں اس طرح آئے کہ اس کا چہرہ مسرت و کامرانی سے چمک رہا ہو اور اس کی نگاہیں دیدار الٰہی میں محو ہوں۔

وجوہ یومئذ ناضرۃ ○ الی ربھا ناظرۃ ○ (القیمہ)

اس دن بہت سے (خوش نصیبوں کے) چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے، اور اپنے رب کے دیدار میں محو ہوں گے۔

جب کہ اسی دن بہت سے بدنصیب وہ بھی ہوں گے جن کے چہرے شرم و

Marfat.com

ندامت اور گناہوں کی تپش سے جھلسے ہوئے' ہیبت ناک حد تک سیاہ اور اداس ہوں گے۔

ووجوہ یومئذ باسرۃ ○ تظن ان یفعل بھا فاقرہ ○ (القیمہ)اور بہت سے (بدنصیبوں کے) چہرے اداس اور بے رونق ہوں گے اس آفت کے اندیشے سے جو ان پر آنے والی ہے۔

ذرا اپنے دل کو ٹٹولیے' کیا آپ کے دل میں یہ تڑپ نہیں ہے کہ آپ بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے مستحق بنیں کہ "اے اللہ! تو اس بندے کو خوش و خرم اور شاداب رکھ!" اور آپ بھی چمکتے چہرے کے ساتھ خدا کے حضور پہنچیں اور اس کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کریں!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن لوگوں کے لیے یہ دعا فرمائی ہے اور کون لوگ اس کے مستحق ہیں' یقیناً آپ جاننا چاہتے ہوں گے اور بڑی بے تابی کے ساتھ! ---- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا ان لوگوں کے حق میں فرمائی ہے جو رسولؐ کا پیغام رسولؐ سے سن کر خدا کے بندوں تک پہنچائیں اور دعوت و تبلیغ کا کام کریں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' "خدا اس بندے کو شاداب و مسرور رکھے جس نے مجھ سے میرا پیغام سنا اور اسے ٹھیک ٹھیک دوسروں تک پہنچایا۔"

بلاشبہ آپ نبیؐ کا پیغام نبیؐ کی زبان سے نہیں سن سکتے' لیکن یہ موقع بہرحال آپ کو حاصل ہے کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دوسروں تک ٹھیک ٹھیک پہنچائیں اور قلب کی لگن کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیں اور نبیؐ کی دعا کے مستحق بنیں۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا یقیناً آپ کے حق میں بھی ہے اگر آپ دعوت و تبلیغ کے کام میں لگے ہوئے ہیں' اور حسن و خوبی کے ساتھ یہ عمل کررہے ہیں' یہی آپ کی زندگی کا مشن ہے اور یہی شب و روز کی سرگرمی۔

پھر دعوت و تبلیغ کے اجر و انعام کی کوئی حد اور انتہا نہیں' بالکل ممکن ہے کہ آپ جن لوگوں تک خدا کے رسول کا پیغام پہنچائیں' وہ آپ کے مقابلے میں اس پیغام کی زیادہ حفاظت کریں۔ آپ سے زیادہ اس کے تقاضوں کو سمجھیں' آپ سے زیادہ اس کا حق ادا کریں' اور آپ سے زیادہ شوق و محنت کے ساتھ دوسروں تک اسے منتقل کریں' لیکن خدا کا فضل و احسان تو دیکھیے' چونکہ ان تک دین کا پیغام پہنچنے کا واسطہ آپ بنے ہیں' اس لیے اب رہتی زندگی تک اس واسطے سے جن جن لوگوں کو بھی یہ پیغام پہنچے گا' ان سب کے اجر و انعام کے برابر آپ کو اجر و انعام ملتا رہے گا۔ آپ کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ یہ بے پایاں فضل و کرم فرمائے گا اور ان لوگوں کے اجر و انعام میں بھی کوئی کمی نہ کرے گا۔

البتہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے وقت یہ بنیادی بات ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مستحق صرف وہی لوگ ہوں گے جو ٹھیک ٹھیک آپؐ کی دعوت کو منتقل کریں۔ آپؐ سے سننے والوں نے جس طرح آپؐ سے سنا' جس طرح سمجھا اور جس طرح اپنے بعد کی امت کو پہنچایا' ٹھیک اسی طرح آپ بھی دوسروں تک وہ دعوت پہنچائیں' اس میں آپ کو نہ کسی کمی کی اجازت ہے اور نہ کسی اضافے کا اختیار۔ اگر آپ اسی آرزو کے ساتھ دعوت دین کا کام کررہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مستحق بنیں' خدا کا دیدار آپ کو نصیب ہو' اور قیامت کے دن آپ کامیاب اور شاداں خدا کے حضور پہنچیں تو آپ نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا کریں' نہ کسی لالچ سے مرعوب ہوں' نہ کسی قوت سے خوف کھائیں اور نہ کسی آزمائش سے ہراساں

Marfat.com

ہوں۔ ہر آنے والی آفت کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور خدا کا دین بے کم و کاست ٹھیک ٹھیک' خدا کے بندوں تک پہنچائیں۔ اور اس تمنا کے ساتھ یہ سب کچھ کریں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا آپ کے حق میں قبول ہو' دنیا میں بھی آپ کامیاب و شادماں ہوں اور کل قیامت کے روز بھی آپ کا چہرہ مسرت و کامرانی سے دمک رہا ہو' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

نضر اللہ امرا سمع منا شیئا فبلغ کما سمع فرب مبلغ اوعی لھا من سامع
(ابوداؤد' ترمذی)

خدا اس بندے کو مسرور و شاداب رکھے جس نے مجھ سے کچھ سنا اور پھر اس کو ٹھیک اسی طرح دوسروں تک پہنچایا جس طرح مجھ سے سنا تھا' بہت سے وہ لوگ جن تک واسطوں سے بات پہنچی ہے وہ ان سے زیادہ اس پیغام کی حفاظت کرتے ہیں جو براہ راست سننے والے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

Book donated by
Dr. Waqar Chaudhry
Special Correspondent
A.P.P, Lahore.

آپ اسلام کے نمائندے ہیں

آپ کی زندگی میں ہزار کوتاہیاں سہی' لیکن اسلام بہرحال آپ کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے' اور آپ کو بجا طور پر فخر ہے کہ آپ مسلمان ہیں۔ بے شک آپ کے لیے فخر کی بات یہ نہیں ہے کہ آپ عالیشان کوٹھی میں رہتے ہیں' لاکھوں اور کروڑوں کا کاروبار کرتے ہیں' کاروں میں گھومتے ہیں' آپ اونچے عہدے پر فائز ہیں اور ہزاروں انسانوں پر آپ حکومت کرتے ہیں' فخر کی بات یہ بھی نہیں ہے کہ آپ عالمی شہرت کے مالک ہیں' اور ہر جگہ آپ کی رسائی ہے۔ فخر کی بات اگر ہے تو صرف یہ کہ اللہ نے آپ کو اسلام کی دولت سے نوازا ہے' اور آپ مسلمان ہیں۔

کیا آپ نے کبھی یہ بھی سوچا کہ جب آپ مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں تو دراصل آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں اسلام کا نمائندہ ہوں اور میری زندگی اسلام کی ترجمان ہے۔ آپ کو اپنی اس حیثیت کا احساس ہو یا نہ ہو بہرحال یہ حقیقت ہے کہ ہر مسلمان چاہے وہ سرمایہ دار ہو یا مزدور' عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا' صاحب علم ہو یا ان پڑھ' کالا ہو یا گورا' عربی زبان بولتا ہو یا دنیا کی کوئی دوسری زبان' جب وہ مسلمان ہے تو اسلام کا نمائندہ ہے۔ آپ اسلام کے نمائندے ہیں' آپ کی زندگی صحیح یا غلط اسلام کی ترجمانی کررہی ہے اور آپ خدا کی راہ میں بیٹھ کر بندگان خدا کو یا تو خدا کی طرف بلا رہے ہیں یا خدا کی راہ سے

GIFT BOOK ~~G475~~ 66967

Marfat.com

روک رہے ہیں ! آپ کو دیکھنے والا' آپ کو سننے والا' آپ کو برتنے والا' اور آپ سے معاملہ کرنے والا صرف آپ کے بارے ہی میں رائے قائم نہیں کرتا' بلکہ اس دین کے بارے میں بھی رائے قائم کرتا ہے جس سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ کی گفتگو' آپ کا طرز عمل' آپ کا سلوک' آپ کا لین دین' آپ کا طرز رہائش' آپ کا کھانا پینا' غرض آپ کی کوئی چھوٹی سی چھوٹی بات ایسی نہیں ہے' جس کو دیکھ کر لوگ اسلام کے بارے میں کوئی رائے قائم نہ کرتے ہوں۔

چھوڑیئے اس بحث کو کہ پچھلی صدیوں کے مسلمانوں نے کیا طرز عمل اختیار کیا اور اپنی اس حیثیت کا کہاں تک پاس و لحاظ رکھا' اسے بھی چھوڑیئے کہ خود آپ کے ملک میں سات سو سال عزت و عظمت کی زندگی گزارنے والوں نے اسلام کی نمائندگی کس طرح کی' اسے بھی جانے دیجئے کہ خود آپ کے باپ دادا کی زندگیاں کس طرح اسلام کی نمائندگی کرتی رہی ہیں ـــــ اللہ ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ آپ ان کے حساب کتاب کی ذمہ داری اپنے سر نہ لیں' وہ اپنے رب کے پاس پہنچ چکے' ان کا حساب چکانے کے لیے ان کا رب کافی ہے' نہ وہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے' آپ تو اپنی فکر کیجئے کہ آپ کس طرح اسلام کی نمائندگی کررہے ہیں اور آپ کی زندگی سے اسلام کی کیا ترجمانی ہورہی ہے۔

اگر آپ نے اب تک اس طرح نہیں سوچا تھا' اور لا ابالی کی زندگی ہی گزارتے رہے تو ذرا غم نہ کیجئے' اور مایوسی کو قریب نہ پھٹکنے دیجئے۔ آپ کا معاملہ جس عظیم خدا سے ہے وہ کبھی اپنے پیارے بندوں کو مایوس نہیں کرتا۔ آپ کا خدا کبھی آپ کو اپنی رحمت سے مایوس نہ کرے گا۔ وہ آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں لینے اور زندگی بھر کی کوتاہیوں کو معاف کرنے کے لیے خود آپ کو آواز دے رہا ہے' بشرطیکہ آپ سننا چاہیں۔

Marfat.com

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ○ (الزمر ۵۳)

(اے رسول!) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کردیتا ہے۔ وہ نہایت بخشنے والا اور انتہائی رحم کرنے والا ہے۔

اگر آپ کو ـــــ یقین ہے کہ یہ خدا ہی کی آواز ہے اور خدا آپ ہی کو پکار رہا ہے تو مایوسی کا کیا سوال؟ مایوس تو وہ ہوں جن کو خدا پر یقین نہ ہو' اس کتاب پر یقین نہ ہو اور کتاب لانے والے پر یقین نہ ہو' جنھیں یقین کی یہ دولت حاصل ہے ان کے پاس مایوسی کا کیا گزر!

انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون ○ (یوسف)

اللہ کی رحمت سے تو وہی مایوس ہوتے ہیں جو اس پر یقین نہیں رکھتے۔

جو کچھ ہوچکا' ہو چکا زندگی کے جو دن برے یا بھلے بیت گئے' بیت گئے۔ ماضی کے جنازے پر بیٹھ کر آنسو بہانے اور بین کرنے سے کیا حاصل؟ ہوش کی آنکھیں کھولیے' زندگی کے جو لمحات باقی ہیں' ان کی فکر کیجئے۔ مستقبل پر نظریں جما کر اسے تابناک بنانے میں لگ جایئے۔ جو کچھ ہوچکا اس پر آپ کا کوئی قابو نہیں' لیکن جو کچھ آگے ہونے والا ہے وہ آپ کے اختیار میں ہے۔ آپ نیکی کا جو قدم بھی اٹھائیں گے' خدا آپ کو ہرگز مایوس نہ کرے گا۔

آپ مسلم ہیں' اور اس عظیم رہنما کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں جس کو خدا نے امام انسانیت کے خطاب سے نوازا ہے' اور جس نے اپنے رب سے یہ عہد کیا تھا' کہ میں نے اپنی زندگی تیرے حوالے کردی ہے اور میں تیرا مسلم اور فرمانبردار ہوں۔

قال اسلمت لرب العالمین ○ (البقرہ)

ابراہیمؑ نے کہا' میں رب العالمین کا مسلم اور فرماں بردار ہوں۔

Marfat.com

آپ ملت ابراہیمؑ کے پیرو ہیں' آپ نے اسلام قبول کرکے اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کردیا ہے اور اس سے یہ عہد کیا ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں صرف اسی کی بندگی کریں گے۔ اس عہد کا کھلا ہوا تقاضا ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر گوشہ اسلام کی ترجمانی اور نمائندگی کرے۔ اور آپ کی کوئی بات اور کوئی عمل ایسا نہ ہو جس سے اسلام کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم ہو۔

آپ کو احساس ہو یا نہ ہو آپ کی ہر بات اور ہر عمل اپنا اثر کر رہا ہے۔ آپ کا کوئی غلط طرز عمل ہزاروں انسانوں کو خدا کی ہدایت سے دور کرنے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اور کوئی ایک نیک عمل ہزاروں زندگیوں میں خوش گوار انقلاب پیدا کرکے آپ کی رشک انگیز کامرانی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

علامہ اقبالؒ نے زندگی کے آخری ایام میں اپنے ایک عزیز کو قبول اسلام کے واقعات جمع کرنے اور کتاب ترتیب دینے کا مشورہ دیا' اور پھر خود ہی دو نہایت موثر واقعات بھی سنائے۔

"بمبئی میں کسی خوش حال مسلمان نے اپنے حلقہ تعارف کے کچھ اونچے لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا' ان میں ایک عیسائی انگریز بھی تھا۔ دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے چنے ہوئے تھے اور قاب میں پلاؤ بھی تھا' عیسائی انگریز نے پلاؤ نہایت شوق سے کھایا' کھانے سے جب سب فارغ ہوگئے اور گفتگو چھڑی تو انگریز عیسائی نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ صاحب خانہ سے درخواست کی کہ مجھے کلمہ توحید پڑھا کر دائرۂ اسلام میں شامل کرلیجئے۔

صاحب خانہ حیران تھے کہ اس عام قسم کی دعوت میں کس چیز نے اس انگریز کے دل کی دنیا بدل دی' اور اس نے حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ سوال کیا' آپ کو کس چیز نے اس وقت متاثر کیا؟

پلاؤ نے ـــــ پلاؤ کھاتے وقت میرے ذہن نے یہ سوچا کہ جس قوم کا ذوق

Marfat.com

کھانے کے معاملے میں اتنا اچھا اور اونچا ہے' دین کے معاملے میں اس کا ذوق کتنا حسین اور بلند ہوگا اور میرے دل نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا ـــــ انگریز نے جواب دیا۔

حاضرین کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی' اور سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ صاحب خانہ نے خوشی میں کہا ـــــ پلاؤ زندہ باد!

انگریز نے جواب دیا' نہیں' اسلام زندہ باد!"

خدا کے رسول" کا فرمان ہے "جس نے سچے دل سے کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھا وہ جنت میں جائے گا" اور یہ بھی آپ" کا فرمان ہے کہ بھلائی کی طرف متوجہ کرنے والے کو ان تمام انسانوں کے برابر اجر و انعام ملے گا' جو قیامت تک اس بھلائی کو اختیار کرتے رہیں گے' کلمہ پڑھنے والا اگر جنت کا مستحق ہے تو خدا کے فضل و کرم سے یہی توقع ہے کہ کلمہ پڑھنے کا سبب بننے والا بھی جنت کا مستحق قرار پائے گا۔

دراصل آپ کی زندگی کی ایک ایک چیز دوسروں پر اچھا یا برا اثر ڈال رہی ہے۔ آپ کی گفتگو' آپ کا سلوک' آپ کا لین دین' آپ کے معاملات' آپ کی نشست و برخاست' آپ کا رہن سہن' حد یہ کہ آپ کا دسترخوان بھی اچھا یا برا اثر ڈال رہا ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں خدا کے وہ بندے جن کو اس حقیقت کا شعور بھی ہے اور جو اپنی زندگی کی ایک ایک حرکت پر اس پہلو سے نگاہ بھی رکھتے ہیں کہ خدا کے بندے اس سے کیا اثر قبول کررہے ہیں؟ اور اسلام کے بارے میں ان کی رائے کیا بن رہی ہے؟ اسلام کا اعلان کرکے دراصل آپ نے سوسائٹی کے سامنے اپنے آپ کو اس حیثیت سے پیش کردیا ہے کہ آپ کی زندگی سے لوگ اسلام کو سمجھیں اور آپ کو دیکھ کر آپ کے بارے ہی میں رائے قائم نہ کریں بلکہ اسلام کے بارے میں بھی رائے قائم کریں۔

Marfat.com

اسلام انھی لوگوں کا دین نہیں ہے جو عالم' فاضل' لیڈر' پیشوا اور پیرو مرشد ہیں' نہ یہ صرف ان لوگوں کا دین ہے جو جماعت بنا کر دعوت و تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ اسلام ہر مسلمان کا دین ہے۔ چاہے وہ کسی مل کا مالک ہو یا مل میں مزدور ہو' چاہے وہ زمیندار ہو یا ہل جوتنے والا کاشتکار' وہ کسی کوٹھی میں رہنے والا سرمایہ دار ہو یا معمولی مزدوری کرنے والا غریب اور نادار' کار میں گھومنے والا ہو یا رکشہ کھینچنے والا' عدالت کی کرسی پر عزت سے بیٹھنے والا جج ہو یا دفتر کا معمولی چپراسی' پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ' کوئی بھی ہو' جب وہ مسلمان ہے تو اسلام اس کا دین ہے' اور وہ اسلام کا نمائندہ اور ترجمان ہے' اس کی زندگی سے لازماً لوگ اسلام کو سمجھنے کی کوشش کریں گے' اسلام سے یا تو قریب ہوں گے یا دور بھاگیں گے' اگر اس کی زندگی اسلام کی نمائندگی میں کامیاب ہے تو لوگ محض اس لیے ہرگز اسلام قبول کرنے سے نہیں ہچکچائیں گے' کہ اسلام ان کے چپراسی کا بھی دین ہے' یا ان کے میلے کپڑے دھونے والی غریب دھوبن کا بھی۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے عزیز کو اسی سلسلے کا دوسرا واقعہ سناتے ہوئے کہا:

"ایک غیر مسلم کسی اونچے عہدے پر فائز تھے' گھر میں عیش و عشرت اور آرام و آسائش کا ہر سامان موجود تھا' اونچی سوسائٹی میں عزت حاصل تھی۔ ایک دن یہی آفیسر گھر آئے تو ان کی بیوی نے کہا' میں نے تو اسلام کا کلمہ پڑھ لیا' آپ بھی پڑھ لیجئے اور اپنے خدا سے ہی بندگی کا عہد کیجئے۔

آفیسر دیر تک اپنی بیوی کا منہ تکتے رہے' پھر بولے' آخر کیوں؟ اس انقلاب کی وجہ؟ بیوی نے کہا'

"ہمیں دنیا کی ہر نعمت حاصل ہے' نہ زیور کی کمی ہے' نہ زرق برق لباس کی' پھر جن لوگوں سے ہمارا ربط ہے' وہ بھی خوش حال اور دولت مند ہیں' میں جس

Marfat.com

تقریب میں بھی گئی' بے فکری کے قہقہے سنے' زرق برق لباس دیکھے' سونے کے زیور دیکھے' عیش کے نغمے سنے' لیکن یہ عجیب و غریب بات ہے کہ پھٹے کپڑوں اور ٹوٹی چپلوں میں آنے والی غریب دھوبن کی زندگی میں جو اطمینان' جو سکون اور خوشی میں نے دیکھی وہ مجھے کہیں دیکھنے کو نہیں ملی۔ میں اس سے اس کی پریشاں حالی کی بات کرتی ہوں' اور وہ نہایت اطمینان کے ساتھ مسکرا کر جواب دیتی ہے' "خدا مالک ہے' اس کا بڑا شکر ہے' وہ بڑا مہربان ہے' اس کے شکر کا حق ادا نہیں ہوتا' بی بی کوئی فکر کی بات نہیں' سب کا خدا مالک ہے"۔ اور میں سوچنے لگتی ہوں کہ جو خوشی اور اطمینان اس غریب اور خستہ حال دھوبن کو حاصل ہے' دنیا کی ہر چیز ہوتے ہوئے بھی مجھے وہ حاصل نہیں ہے' ضرور یہ اس کے دین کی برکت ہے اور اس کا دین واقعی خدا کا سچا دین ہے ـــــ اسی لیے میں نے اپنے خدا کا کلمہ پڑھا اور اس پر ایمان لائی' آپ بھی اپنے خدا کا کلمہ پڑھیں اور اس پر ایمان لائیں۔"

آپ نے دیکھا' پھٹے پرانے کپڑے پہننے والی ایک غریب دھوبن بھی کوٹھیوں میں رہنے والیوں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کر سکتی ہے۔ اسلام خدا کا دین ہے' اس میں بڑی کشش ہے' بے پناہ تاثیر ہے اور جذب کرنے کی غیر معمولی قوت ہے ـــــ سوچئے کہ آپ کس طرح اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں' اور آپ کی زندگی سے اسلام کی کیا ترجمانی ہو رہی ہے؟

Marfat.com

اسلام، سنت رسولؐ کی پیروی

آپ کی سیرت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے جس قدر مشابہ اور قریب ہے، اسی قدر آپ اپنے ایمان و اسلام میں سچے اور مخلص ہیں۔ اسلام اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ آپ کی پوری زندگی زیادہ سے زیادہ سیرت رسولؐ کے مطابق ہو اور آپ ہر معاملے میں سنت رسول کی کامل اتباع کریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی اور اب رہتی زندگی تک کے لیے بندگان خدا کی فلاح و کامرانی صرف آپؐ کی اتباع اور پیروی میں ہے، رسولؐ سے تعلق توڑ کر اور آپؐ کی سنت سے منھ موڑ کر اگر کوئی خدا کی رضا حاصل کرنے کو ممکن سمجھتا ہے تو وہ زبردست قسم کی جہالت اور فریب میں مبتلا ہے، خدا کی نظر میں آپ کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہے اگر وہ سنت رسولؐ کے مطابق نہیں۔

آپ خدا پر ایمان رکھتے ہیں، اس سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن آپ کا یہ ایمان اور دعوئے محبت ہرگز معتبر نہیں ہے اگر آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سرگرم نہیں ہیں۔ آپ کا دعوئے محبت اسی وقت قابل اعتبار ہوگا جب آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں، آپ کی محبت کے جواب میں خدا آپ سے لازماً محبت کرے گا، وہ آپ کے گناہوں کی مغفرت بھی فرما دے گا۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرکے اپنی محبت کا ثبوت دیں۔ خدا کا ارشاد ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذ نوبکم واللہ

Marfat.com

غفور رحیم ○ (آل عمران ۳۱)

اے رسولؐ! لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ خدا تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بہت ہی معاف کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

خدا کی نظر میں اس تعلق باللہ کی کوئی قیمت نہیں ہے جو آپ نے سنت رسولؐ سے بے نیاز ہوکر اپنے من مانے طریقے پر خدا سے قائم کر رکھا ہے' رسولؐ سے بے نیازی رسولؐ ہی کی توہین نہیں شہنشاہ کائنات کی توہین ہے۔ رسولؐ خدا کے نمائندے اور خدا کے ترجمان ہیں' وہ بھیجے ہی اس لیے جاتے ہیں کہ خدا کے اذن سے ان کی اطاعت کی جائے اور برضا و رغبت کی جائے۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (النساء ۶۴)

ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ خدا کے اذن کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔

رسولؐ کی اطاعت کے بغیر رسولؐ پر ایمان بالکل بے معنی ہے' جو لوگ رسولؐ کی اطاعت سے آزاد ہوکر رسولؐ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ خود بھی فریب میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی فریب دینا چاہتے ہیں' خدا کے احکام بجا لانے اور اس کی اطاعت کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ رسولؐ کی اطاعت کی جائے ——— رسولؐ کی اطاعت ہی دراصل خدا کی اطاعت ہے اور رسولؐ کی نافرمانی دراصل خدا کی نافرمانی ہے' رسولؐ کی عظمت کے منکر درحقیقت خدا کی عظمت کے منکر ہیں اور رسولؐ کے حکم اور سنت سے سرتابی کرنے والے دراصل خدا سے باغی ہیں۔ اس لیے کہ رسولؐ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے' صرف خدا کا پیغام پہنچاتے ہیں۔

وما ینطق عن الھوی ○ ان ھو الا وحی یوحی ○ (النجم)

وہ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتے یہ تو (آسمانی) وحی ہے جو ان پر نازل کی

Marfat.com

جاتی ہے۔

رسولؐ کی تعلیمات کی پیروی اور رسولؐ کی اطاعت ہی ایک ذریعہ ہے خدا کی اطاعت کا۔ اس کے سوا خدا کی مرضی پر چلنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ خدا کا ارشاد ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء)

جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ ہی کی اطاعت کی۔

اور جس نے رسولؐ کو اپنے تمام معاملات میں حکم تسلیم نہ کیا وہ ایمان سے محروم ہے' اور خدا نے اپنی باعظمت ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔

فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ○ (النساء ۶۵)

اے رسول! آپ کے رب کی قسم یہ ہرگز مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں یہ آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں' پھر آپ جو کچھ فیصلہ کریں اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں' بلکہ آپ کے فیصلے پر سر تسلیم خم کردیں۔

ظاہر ہے خدا کا یہ فرمان صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے لیے ہے' رہتی دنیا تک آدمی کے مومن ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ اسی پر ہے کہ رسولؐ کی تعلیمات اور آپؐ کی سنت کو آدمی زندگی کے ہر معاملے میں سند مانتا ہے یا نہیں۔ خدا کے نزدیک اپنے دعوئے ایمان میں صرف وہی لوگ سچے اور مخلص ہیں جو دل و جان سے رسولؐ کے فیصلے کو تسلیم کریں اور دل کی پوری آمادگی سے اس کی اتباع کریں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا'

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے' اگر اب موسیٰؑ بھی نمودار ہوجائیں اور تم ان کی اتباع اور پیروی کرنے لگو اور میری پیروی چھوڑ دو' تو تم یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میرا زمانہ نبوت پاتے' تو میری ہی پیروی کرتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ :

میری اتباع کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارۂ کار ہی نہ ہوتا۔ (مسند احمد' دارمی' مشکوۃ باب الاعتصام)

یہ حدیث دو ٹوک انداز میں بتاتی ہے کہ اب رہتی دنیا تک اتباع اور پیروی کے لائق صرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' آج اگر موسیٰؑ جیسے صاحب شریعت پیغمبر بھی نمودار ہوں' تو کسی کے لیے یہ گنجائش نہیں کہ وہ رسولؐ کو چھوڑ کر ان کی پیروی کرے' اور خود ان کے لیے بھی اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع کریں۔

یہ انتہائی خطرناک قسم کی گمراہی ہے کہ آدمی شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہوکر یارسولؐ پر ایمان لائے بغیر بھی اسلام پر عمل کرسکتا ہے' اور مسلم و مومن ہوسکتا ہے۔ مومن اور مسلم ہونے کے لیے ناگزیر ہے کہ آدمی رسولؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کی اطاعت کرے۔ اسلام کی اصطلاح میں مسلم وہی شخص ہے جو خدا کی اطاعت سنت رسولؐ کے مطابق کرے۔

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے کے رسولوں پر ایمان لانے والے اور ان کی شریعت کے مطابق خدا کی اطاعت کرنے والے سارے لوگ مسلم تھے' لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اب خدا کی اطاعت کرنے اور مسلم ہونے کی صرف ایک ہی شکل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے اور آپؐ کی سنت کے مطابق زندگی گزاری

Marfat.com

جائے۔ اس شخص کا دعوئے اسلام بالکل باطل ہے' جو آپؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کی اطاعت کرنے کا قائل نہیں ہے اور اسی طرح اس شخص کا ایمان و اسلام بھی معتبر نہیں ہے جو رسولؐ کو صرف رسول سمجھ لینا ہی کافی سمجھتا ہے اور آپؐ کی اطاعت و اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتا ـــــ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے'

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔

اسلام کی شاہراہ پر چلنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بے مثال محبت و عقیدت ہو' ایسی محبت جو دنیا کی ہر محبت پر غالب ہو' اور عمل کی زندگی میں اس محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کو سنت رسولؐ سے محبت ہو' اور آپ کے دل میں رسولؐ کی عزت و عظمت اور وفاداری و جانثاری کا زبردست جذبہ ہو۔ رسولؐ کی سیرت کے مطابق اپنی سیرت کو ڈھالنا' اور دل و جان سے آپؐ کے نقش قدم پر چلنا ہی دراصل ایمان و اسلام ہے۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باونہ رسیدی تمام بولہبی ست

Marfat.com

خدا سے محبت کی کسوٹی

خدا کی توفیق اور عنایت سے آپ کو ایمان کی بے بہا دولت حاصل ہے' آپ انتہائی خوش نصیب ہیں کہ ایمان کی روشنی میں زندگی گزار رہے ہیں اور آپ کی انتہائی آرزو یہ ہے کہ ایمان ہی پر آپ کا خاتمہ ہو' خدا آپ کو استقامت بخشے اور آپ کی پاکیزہ آرزو پوری کرے۔ آمین۔

قرآن پاک کی نظر میں ایمان والے وہ لوگ ہیں جو خدا سے شدید محبت رکھتے ہیں۔

والذین امنوا اشد حبا للہ ○ (البقرہ)

اور ایمان والے خدا سے شدید محبت رکھتے ہیں

ایمان ایک معنوی چیز ہے جسے دیکھا نہیں جاسکتا۔ پھر آپ کو کیسے اطمینان ہو کہ آپ واقعی خدا سے شدید محبت رکھتے ہیں یا یہ محض ایک خیال اور مفروضہ ہے۔

خدا نے اس معاملے میں بھی آپ کی دستگیری فرمائی ہے' اور آپ کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا ہے' خدا نے آپ کو ایک ایسی کسوٹی بتا دی ہے' جس کی مدد سے آپ نہایت آسانی کے ساتھ معلوم کرسکتے ہین' کہ آپ خدا کی محبت میں کس حد تک صادق ہیں' خدا سے محبت کی کسوٹی اتباع رسولؐ ہے۔ خدا سے محبت کا دعویٰ یقیناً سچا ہے اگر آپ کی زندگی رسولؐ کی اتباع میں گزر رہی ہے۔ خدا کا ارشاد ہے

Marfat.com

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی ○ (آل عمران)

اے رسولؐ ! لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی خدا سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔

اس ارشاد کا صاف مطلب یہ ہے کہ خدا سے محبت کے دعوے میں وہی لوگ سچے ہیں جو رسولؐ کی پیروی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اور جن کی زندگیاں اتباع رسولؐ سے محروم ہیں وہ اپنے دعوئے محبت کو اپنے عمل سے جھٹلا رہے ہیں۔

محبت کے جواب میں محبت ہی ملتی ہے' آپ خدا سے محبت کریں گے تو وہ بھی آپ سے محبت کرے گا اور آپ کے گناہوں پر مغفرت کا پردہ ڈال دے گا۔ شرط یہ ہے کہ آپ کی محبت سچی ہو اور آپ زندگی کے ہر میدان میں رسولؐ کی کامل پیروی کرکے اپنی محبت کا ثبوت فراہم کردیں۔

مومن کی اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی کہ خدا اس سے محبت کرنے لگے اور اس کو گناہ کی آلائشوں سے پاک کرکے اس کی مغفرت فرما دے۔ خدا کا ارشاد ہے:

یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم (آل عمران)

تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کی مغفرت فرما دے گا۔

بے شک سنت رسولؐ کی پیروی بندے کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے' اور خدا ایسے بندے کو گناہوں سے پاک صاف کردیتا ہے' مگر رسولؐ کی پیروی وہی شخص کرسکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت رکھتا ہو۔ رسولؐ کی سچی محبت کے بغیر آپؐ کی سنت پر چلنا محال ہے' اسی لیے خدا کی کتاب نے بھی محبت رسولؐ کو ایمان کی بنیاد قرار دیا ہے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حقیقت کی تصریح کی ہے' قرآن کا ارشاد ہے:

النبی اولی بالمومنین من انفسھم (الاحزاب ٦)

Marfat.com

ایمان والوں کے لیے خدا کے رسولؐ ان کی اپنی جانوں سے بھی مقدم ہیں۔
ایک مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی حقیقت ذہن نشین کرا رہے تھے' آپؐ نے فرمایا:

لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے باپ سے' اس کی اولاد سے اور سارے ہی لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

اس مجلس میں خلیفہ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے صحابی بھی موجود تھے' کہنے لگے یارسول اللہؐ! آپؐ مجھے والدین سے بھی زیادہ عزیز ہیں' اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں مگر اپنی جان سے زیادہ عزیز نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "عمر! ابھی تمہارے ایمان کی تکمیل نہیں ہوئی۔" اور پھر اس محبت میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا مقام حاصل کیا' اس کی ایک جھلک آپ اس ایمان افروز واقعہ میں دیکھئے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں' فاروق اعظمؓ محبت رسول میں مدہوش' ننگی تلوار لیے کھڑے ہیں' اور کہہ رہے ہیں "جو شخص یہ کہے گا کہ رسولؐ کا انتقال ہوگیا ہے' میں اس کا سر قلم کردوں گا۔ حضورؐ اپنے رب سے ملنے گئے ہیں اور پھر واپس تشریف لائیں گے۔"

صحابہ کرامؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت رکھتے تھے' اس کی ہلکی سی جھلک آپ اس واقعہ میں دیکھئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جواں سال صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔

"صحرا کے خیمے میں رہنے والے ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا "یارسول اللہؐ! قیامت کب آئے گی؟" اتنی دیر میں نماز کے لیے اقامت ہوگئی اور آپؐ نماز پڑھانے کھڑے ہوگئے۔ نماز کے بعد اعرابی کو بلایا اور پوچھا "کہو تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟" اعرابی

نے سادگی سے کہا "یارسول اللہؐ ! میں نے نمازوں میں کوئی غیر معمولی سرگرمی تو نہیں دکھائی ہے' البتہ مجھے خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے۔" اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'

المرء مع من احب۔

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے "یہ خوش خبری سن کر صحابہ کرامؓ اس قدر خوش ہوئے کہ اسلام لانے کے بعد میں نے ان کو اس قدر خوش کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

رسولؐ کی والہانہ محبت ہی آدمی کو اتباع شریعت کے لیے آمادہ کرتی ہے' وہ شخص اتباع رسولؐ میں دو قدم بھی نہیں چل سکتا' جس کا دل محبت رسولؐ سے خالی ہے ---- اور یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اسلام میں محبت رسولؐ کے کسی ایسے تصور کی قطعاً گنجائش نہیں ہے' جو سنت سے بے نیازی یا بے زاری کے ساتھ ہو' سنت رسولؐ سے انحراف کے ساتھ عشق رسول کا دعویٰ گمراہ کن فریب ہے' اتباع سنت پر آمادہ کرنے والی چیز رسولؐ کی محبت ہے اور سنت سے محبت ہی دراصل رسولؐ سے محبت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے' میری سنت کو چاہنے والے ہی دراصل میرے چاہنے والے ہیں۔

من احب سنتی فقد احبنی۔

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

غفلت' لاپروائی' سہل انگاری اور جذبات نفس سے مغلوب ہوکر کبھی آدمی کوتاہی کرتا ہے اور کرسکتا ہے ---- اور یہ کوتاہی محبت رسولؐ سے محرومی کی دلیل نہیں ہے' لیکن یہ تصور و اطمینان کہ سنت سے مسلسل انحراف اور بیزاری کرتے ہوئے بھی آدمی عاشق رسولؐ ہے' بدترین خود فریبی ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی محبت کا کیا حال ہے' اس کا جائزہ ضرور لیجئے لیکن خواہ مخواہ اپنے سے بدگمانی اور مایوسی بھی صحیح نہیں ہے اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ آپ اپنی سستی اور کوتاہ کاری پر دھیان ہی نہ دیں اور اطمینان کی سانس لیتے رہیں۔

آپ نے کبھی غور کیا کہ شب و روز میں کتنی بار آپ کو رسولؐ کی یاد تڑپاتی ہے اور کتنی بار بے اختیار آپ کی زبان پر درود و سلام کے کلمات آجاتے ہیں' نماز میں بے شک آپ درود پڑھتے ہیں' اور دن رات کی نمازوں میں کئی بار پڑھتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پایاں احسانات کو یاد کرکے جذبات عقیدت و محبت سے بے تاب ہوکر بھی درود و سلام کے نذرانے آپ نے پیش کیے ؟ کبھی یہ سوچ کر بھی آپ کی آنکھیں بھیگ گئی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خاطر جو لرزہ خیز دکھ اٹھائے ہیں آپ اس کا کوئی بدل نہیں دے سکتے ؟ کبھی آپ نے جاں نثاری اور فدا کاری کے جذبات سے سرشار ہوکر خدا سے یہ التجائیں کی ہیں کہ پروردگار! تیرے حبیبؐ نے ہماری خاطر جس اضطراب اور غم میں اپنی راتیں گزاری ہیں اور جن ہولناک مصائب میں اپنے دن بتائے ہیں اس کا کوئی بدلہ ہم نہیں دے سکتے۔ پروردگار! تو ہی ان پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرما' اور انھیں اپنے تقرب کے وہ بلند درجات عطا فرما' جن کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔

آپ کے دل میں کبھی یہ خواہش ابھری ہے' کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہو اور آپ انؐ کی زیارت سے اپنی آنکھیں روشن کریں' کیا آپ کبھی انؐ کو دیکھنے کے لیے تڑپے ہیں' کیا کبھی آپ اس تصور کے ساتھ سوئے ہیں کہ خواب میں آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو' زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ نے کبھی کسی سے کوئی تدبیر پوچھی

Marfat.com

ہے' کیا کبھی اس کی خاطر آپ نے درود و سلام کی کثرت کا اہتمام کیا ہے ؟

ایک بار حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے حضرت فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے سوال کیا کہ "کوئی خاص درود شریف بتایئے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو۔" فرمایا "کوئی خاص درود تو نہیں ہے' بس خلوص پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔" پھر کچھ تامل کے بعد فرمایا "حضرت سید حسینؒ کو اس درود کا عمل کارگر ہوا۔"

اللھم صلی علی محمد وعترہ بعدد کل معلوم لک۔

اے اللہ ! رحمت نازل فرما محمدؐ پر اور ان کی آل پر' ان تمام چیزوں کی تعداد کے بقدر جو تیرے علم میں ہیں۔

کبھی آپ کو اس غم نے بھی تڑپایا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین آج مغلوب و مظلوم ہے' آپؐ کی شریعت زندگی کے ہر میدان سے بے دخل ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون سے جس باغ کو سینچا تھا' آج وہ اجڑ رہا ہے۔ جس دین کو قائم کرنے کے لیے آپؐ نے مکے کی گلیوں' طائف کے بازاروں اور بدر و احد کے میدانوں میں طرح طرح کی اذیتیں برداشت کی تھیں' آج وہ دین مٹایا جارہا ہے ـــــ کیا یہ سوچ کر واقعی آپ کی بے چینی بڑھ جاتی ہے اور آپ اس عزم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ اپنا سب کچھ آپ اس راہ میں قربان کرکے ہی خدا کے حضور پہنچیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرے تعلق کے بغیر آپؐ کی اتباع ناممکن ہے اور نہ ایسی اتباع مطلوب ہے ـــــ خدا کی محبت کے لیے جس اتباع رسولؐ کو کسوٹی بتایا گیا ہے وہ وہی اتباع ہے جو دلی عقیدت و محبت کے ساتھ کی جائے۔

Marfat.com

آپ کا سب سے بڑا سرمایہ

ہندوستان کے مایہ ناز محدث حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کے ایک لائق شاگرد تھے مولانا علی احمد صاحبؒ ـــــ مولانا علی احمد صاحبؒ بھی حدیث پر اچھی نظر رکھتے تھے' آپ نہایت ہی معمولی اور کمزور جثے کے مالک تھے' چھوٹا سا قد' سیاہی مائل رنگ' معمولی ناک نقشہ' کمزور و ناتواں۔ بظاہر ان کی شخصیت میں کوئی کشش نہ تھی۔

ایک دن دوران درس بڑے تاثر کے ساتھ مزے لے لے کر اپنا ایک دلچسپ واقعہ سنایا۔ واقعہ اس قدر سبق آموز تھا کہ آج تک اس کا اثر دل پر باقی ہے۔ مولانا نے بیان فرمایا:

"میں اعظم گڑھ میں مقیم تھا' عصر کی نماز پابندی سے شہر کی جامع مسجد میں پڑھتا تھا۔ نماز پڑھ کر جب مسجد سے نکلتا تو مسجد کی سیڑھیوں پر ایک نوجوان کھڑا ملتا' میں بے اختیار چند لمحے اس کو دیکھنے کے لیے رک جاتا' اور انتہائی رشک کے ساتھ اسے دیکھتا رہتا۔ نوجوان واقعی قدرت کا عجیب و غریب شاہ کار تھا' بلند و بالا قد' متناسب اعضاء' سرخ و سفید کھلتا ہوا رنگ' دلکش ناک نقشہ' بہترین صحت۔ میں اسے دیکھتا تو اپنا وجود نہایت ہی حقیر معلوم ہونے لگتا' اور احساس کہتری میں مبتلا' فسردہ اور مضمحل' بوجھل قدموں کے ساتھ گھر کی راہ لیتا۔ راستے میں عجیب عجیب باتیں سوچتا۔ مجھے ایسا لگتا کہ جیسے میرا دل میرے حقیر اور معمولی جثے پر خدا سے شکایت کر رہا ہو۔ میں کوشش کرکے ان خیالات کو جھٹک دیتا' مگر دوسرے

Marfat.com

روز یہ احساسات پھر کچھ اور زیادہ قوت کے ساتھ تازہ ہوجاتے۔

یہ سلسلہ ایک عرصے تک چلتا رہا' میں مسجد سے باہر آتا' نوجوان کھڑا ملتا اور میں اشتیاق سے اس پر نظریں جما دیتا ـــــ نوجوان کی شخصیت بڑی ہی دلاویز تھی ـــــ مگر اس دوران کبھی اس نوجوان نے مجھے نظر بھر کر نہ دیکھا' نہ میری طرف متوجہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا' کہ وہ کسی خاص فکر میں ہے۔ کبھی وہ فضا میں تاکتا جیسے کسی کو تلاش کررہا ہو' کبھی زمین پر نظریں گاڑے کھڑا ہوتا' جیسے اسے گہرے غم نے گھیر رکھا ہو' کبھی کسی سمت ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہتا' ایسا محسوس ہوتا کہ وہ آنے جانے والوں سے بالکل ہی بے نیاز اپنی فکر میں مگن ہے۔

کافی دنوں کے بعد ایک روز میں حسب معمول مسجد سے باہر آرہا تھا کہ یکایک وہ میری طرف لپکا۔ میں ٹھٹک کر کھڑا ہوگیا۔ میرے دل کی دھڑکن کسی قدر تیز ہوگئی ـــــ اور جب وہ میرے قریب آیا' تو مجھے اپنا بھدا اور کمزور وجود کچھ اور زیادہ حقیر معلوم ہونے لگا۔ نوجوان نے کسی تمہید کے بغیر' بڑی عاجزی اور لجاجت سے کہا "مولانا صاحب! آپ کی بڑی مہربانی ہوگی' مجھے کوئی دعا بتا دیجئے یا کوئی تعویذ دے دیجئے۔ شاید خدا مجھ پر کرم فرمائے۔"

میں حیرت سے اس کے یہ خلاف توقع جملے سنتا رہا اور پھر میرے دل نے نہایت چابکدستی کے ساتھ فیصلہ کیا کہ نوجوان ضرور دل کے ہاتھوں مجبور ہے۔ مجھے دلچسپی ہوئی اور میں نے اس کے حسین چہرے کی طرف سر اٹھاتے ہوئے اس سے پوچھا ـــــ "بھائی! آپ کس کام کے لیے دعا اور تعویذ مانگ رہے ہیں؟"

"مولانا صاحب! میرے جسم کے ایک ایک جوڑ میں درد ہے' نہ میں بیٹھ سکتا ہوں نہ کوئی کام کرسکتا ہوں ـــــ برسوں سے علاج کرا رہا ہوں۔ سیکڑوں ڈاکٹروں اور حکیموں کو دکھا چکا ہوں' مگر کوئی افاقہ نہیں ـــــ روزبروز حالت خراب ہوتی جارہی ہے' گھر میں طبیعت گھبراتی ہے تو یہاں آکر کھڑا ہوجاتا ہوں' مولانا صاحب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں' زندگی سے بیزار ہوں' مجھے

Marfat.com

کچھ اچھا نہیں لگتا۔ میری زندگی میں کوئی سکھ اور کوئی لذت نہیں ہے۔" اور نوجوان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑے' آواز بھرا گئی اور کچھ دیر کے لیے وہ خاموش ہوگیا۔

میں حیران و ششدر یہ سب سن رہا تھا' کچھ دیر تو میں بت بنا خاموش کھڑا رہا' اور پھر اس کو کوئی جواب دیے بغیر اس طرح وہاں سے بھاگا جیسے میں نے کوئی بڑا جرم کیا ہو' میں نہایت تیز تیز قدموں سے چل رہا تھا' اور بے اختیار میری زبان پر شکر کے کلمات جاری تھے' آج مجھے اپنا مختصر سا وجود بڑا قیمتی محسوس ہو رہا تھا' آج میری آنکھیں کھل گئی تھیں' اور آج خدا کے شکر میں وہ لذت تھی جو اس سے پہلے مجھے کبھی میسر نہیں آئی تھی۔

اس عجیب و غریب واقعہ میں نصیحت کا بڑا سامان ہے' بہت سی الجھنوں اور پریشانیوں کا تسکین بخش جواب ہے۔ بے شک خدا نے آپ کو سب کچھ نہیں دے رکھا ہے' لیکن جو کچھ دیا ہے اس کی قدر پہچاننے کی کوشش کیجئے اور شکر بجا لانے کی عادت ڈالیے۔ ہوسکتا ہے کہ اپنی کسی کمزوری' نقص اور پریشانی پر آپ کے اندر بھی خدا سے شکایت و فریاد کے جذبات ابھرتے ہوں' اور دوسروں کو اپنے سے برتر دیکھ کر آپ بھی کچھ کڑھن محسوس کرتے ہوں' ایسے تمام مواقع پر قوی اندیشہ ہوتا ہے کہ آدمی صبر و شکر کا دامن چھوڑ بیٹھے اور ذہن و فکر کی کسی ایسی کجی میں مبتلا ہوجائے جو مومن کی شان کے خلاف ہے۔

دنیا میں خدا نے اپنے وسیع علم اور زبردست حکمت کے تحت اپنی نعمتوں کی تقسیم کی ہے۔ کسی کو جسمانی توانائی سے نوازا' مگر وہ فکر و فہم میں کمزور ہے۔ کسی کو مال و دولت عطا فرمایا' لیکن وہ علم و دانش سے محروم ہے۔ کسی کو کسی جسمانی نقص میں مبتلا کیا ہے' لیکن اسے اعلیٰ ذہنی و فکری صلاحیت حاصل ہے۔ کسی کو

Marfat.com

زندگی کی ہر سہولت اور عیش و آرام کا سامان دیا ہے' لیکن وہ اہل و عیال کی طرف سے دکھی ہے۔ کوئی انتہائی تنگ دست اور فقیر ہے' لیکن اسے وہ ذہنی سکون اور قلبی اطمینان حاصل ہے جو بڑے بڑے دولت مندوں کو نصیب نہیں ہے۔ کوئی علم و دانش اور فہم و بصیرت کے نہایت اعلیٰ مرتبے پر فائز ہے' لیکن وہ نان شبینہ کو محتاج ہے۔ کسی کو بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں' لیکن اس پر مال و دولت کی بارش ہو رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں' اور خدا ہی کو ان حکمتوں کا صحیح علم ہے۔

خدا نخواستہ آپ آنکھوں سے محروم ہیں' بے شک آپ بہت بڑی نعمت سے محروم ہیں ـــــ مگر یہ خدا کی آپ پر خصوصی مہربانی بھی تو ہے کہ اس نے بطور خود ان بہت سے گناہوں سے محفوظ کر دیا ہے جن کا ارتکاب صرف آنکھوں والے ہی کرتے ہیں' پھر آنکھیں نہ ہونے کے باوجود آپ کو وہ عزت و احترام حاصل ہے جو بہت سے آنکھوں والوں کو حاصل نہیں ہے' اور اگر خدا نے اپنی توفیق سے آپ کے سینے میں اپنی کتاب بھی محفوظ کر دی ہے اور فہم و بصیرت سے بھی نوازا ہے تو سوچئے کتنی بڑی دولت آپ کو حاصل ہے۔ آپ کو بینائی حاصل نہیں ہے' لیکن بہت سی ایسی نعمتیں حاصل ہیں جن سے بہت سے بینا لوگ محروم ہیں۔

خدانخواستہ آپ پیروں سے معذور ہیں' پیدائشی مفلوج ہیں یا کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہیں تو واقعی یہ دکھ کی بات ہے' لوگوں کو آزادی سے چلتے پھرتے اور دوڑ بھاگ کرتے دیکھ کر آپ بڑی کڑھن محسوس کرتے ہوں گے' لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ خدا نے آپ کو بڑی فراوانی کے ساتھ مال و دولت سے نوازا ہے' اور نہ جانے کتنے تندرست و توانا آپ کے دست نگر ہیں' کتنے ہیں جن کی روزی کا ذریعہ خدا نے آپ کو بنا دیا ہے' اور کتنے ہیں جو اپنی گزر بسر کے لیے

Marfat.com

آپ کی مدد کے محتاج ہیں ـــــ بے شک آپ مفلوج ہیں' لیکن آپ کو خدا نے علم و فہم کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے' اور نہ صرف یہ کہ آپ اپنی روزی خود کماتے ہیں بلکہ بہت سے تندرست و توانا لوگوں کی آپ کفالت کررہے ہیں ـــــ اور بہت سے قوی ہیکل آپ کے سامنے اس طرح عاجزی اور عقیدت سے بیٹھے ہوتے ہیں کہ آپ کے کمزور جثے میں انھیں کسی غیر معمولی قوت کا احساس ہوتا ہے۔

آپ انتہائی تنگ دست اور نادار ہیں' لیکن خدا نے آپ کو دین کا علم عطا فرمایا ہے' فہم و بصیرت کی صلاحیتوں سے نوازا ہے' سیکڑوں ہیں جو آپ سے دلی محبت رکھتے ہیں' ہزاروں سینوں میں آپ کے لیے عقیدت و احترام کے جذبات ہیں' کتنے ہیں جو آپ کی سربراہی کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں' اہل و عیال کی ضرورتیں آپ کشادگی سے پوری نہیں کرپاتے' اور وہ پریشان رہتے ہیں' لیکن خدا کا کرم ہے کہ آپ کی رفیقہ حیات انتہائی وفادار' اطاعت شعار' پاک دامن اور قناعت پسند ہے' آپ کی اولاد آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور آپ کا گھر جنت کا نمونہ ہے۔ ایسے افلاس پر ہزاروں خوش حالیاں قربان کی جاسکتی ہیں' اور آپ کی خوش نصیبی پر رشک کرنا بھی سعادت ہے۔

آپ اعلیٰ تعلیم سے محروم ہیں' اونچے عہدے سے محروم ہیں' سماج میں آپ کو کوئی امتیازی مقام بھی حاصل نہیں ہے۔ نہ آپ کے پیغام کی کوئی قیمت ہے' نہ آپ کی سفارش کی کوئی حیثیت۔ لیکن خدا نے آپ کو اپنی عبادت اور بندگی کی توفیق دی ہے' لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا احساس دیا ہے' حرام سے بچنے کا جذبہ بخشا ہے' خدا کی نافرمانی کے تصور سے آپ لرز اٹھتے ہیں' تو یقین مانئے خدا کی نظر میں آپ ان کروڑوں انسانوں سے بہتر ہیں' جن کے سفارش کی زبردست

Marfat.com

اہمیت ہے' جن کا پیغام لوگ دل و جان سے قبول کرتے ہیں' اور جن کو سماج میں اونچا مقام حاصل ہے' مگر نہ وہ خدا کا حق ادا کرتے ہیں نہ بندوں کا ـــــ آپ ہرگز یہ نہ سوچیں کہ آپ معاشرے کے گرے پڑے انسان ہیں' خدا کا آپ پر بڑا کرم ہے' اور آپ کو دونوں جہان کی دولت حاصل ہے۔

یہ دنیا عبرت اور آزمائش کی جگہ ہے' یہاں خدا نے ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے اور ایک کو ایک کا محتاج بنایا ہے۔ بے شک آپ بہت سی نعمتوں سے محروم ہیں' بہت سی چیزوں میں آپ دوسروں سے فروتر ہیں ـــــ لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں جن کو وہ کچھ بھی حاصل نہیں ہے جو آپ کو حاصل ہے' بہت سے ایسے بندے بھی ہیں جو بہت سے پہلوؤں سے آپ کے مقابلے میں کہیں زیادہ فروتر ہیں۔ آپ کے لیے سوچنے کا صحیح انداز وہی ہے جو آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بتایا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

تم میں سے جو لوگ دنیوی اعتبار سے کچھ چیزوں میں بالاتر ہیں انھیں نہ دیکھو' ان کو دیکھو جو بہت سے پہلوؤں سے تم سے فروتر ہیں ـــــ اس طرح تم میں یہ صلاحیت پیدا ہوگی کہ خدا نے تمہیں جو نعمتیں دے رکھی ہیں تم انھیں حقیر نہ سمجھو گے۔

اور صحیح مسلم کی روایت ہے:

جب تم میں سے کسی کی نظر کسی ایسے آدمی کی طرف اٹھے جو مال و دولت' اور جسمانی قوت میں اس سے بڑھا ہوا ہے تو وہ اس شخص کو دیکھے جو جسمانی قوت و وجاہت اور مال و دولت میں اس سے فروتر ہے۔

شکر کے جذبات پروان چڑھانے اور تسلیم و رضا کی عادت ڈالنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی یہ تدبیر انتہائی موثر اور بے خطا ہے۔ مصائب اور محرومیوں پر صبر اور نعمتوں پر شکر مومن کے دو ایسے امتیازی اوصاف ہیں' جن کی

Marfat.com

بدولت مومن کا ہر معاملہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے ـــــ اور یہ سعادت صرف مومن ہی کو حاصل ہوتی ہے جو خدا کی صفات پر پختہ یقین رکھتا ہے' جس کا ایمان ہے کہ کوئی چیز خدا کے علم سے باہر نہیں ہے اور خدا کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہے۔ یہ یقین و ایمان ہی مومن کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ ایمان ہی سے صبر و شکر کی صفات پیدا ہوتی ہیں' اور صبر و شکر ہی کے ذریعے مومن بلند سے بلند درجات پاتا ہے۔

آپ کا بدترین دشمن

آپ ذرا لاپروائی برتیں تو دیمک آپ کی قیمتی کتابوں کو برباد کر ڈالتی ہے' ذرا احتیاط نہ کریں تو گھن آپ کے غلے کے ذخیروں کو تباہ کردیتا ہے' ذرا غفلت کریں تو بیماری آپ کی صحت خراب کردیتی ہے۔ بے شک دیمک' گھن اور بیماری آپ کی دشمن ہیں اور آپ ہر ممکن احتیاط کرتے ہیں' کہ آپ کی قیمتی کتابیں' آپ کا محنت سے حاصل کیا ہوا غلے کا ذخیرہ اور آپ کی اچھی صحت ان دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ آپ کو ان دشمنوں کی دشمنی کا اندازہ ہے اور ان کے دشمنانہ حملوں کے عبرت ناک نتائج آپ نے سر کی آنکھوں سے دیکھے ہیں ـــــ آپ کی دانائی اور دوراندیشی کا یہی تقاضہ ہے کہ آپ ان دشمنوں سے ہوشیار رہیں اور کوئی ایسی کوتاہی نہ کریں کہ کل آپ کو پچھتانا پڑے۔

مگر آپ کا بدترین دشمن تو وہ گھن ہے جس کا حملہ آپ کے دل پر ہوتا ہے اور وہ آپ کے خرمن ایمان کو تباہ و برباد کردیتا ہے۔ حیرت ہے کہ اس گھن سے بچنے کی آپ کو نہ اتنی فکر ہے اور نہ آپ اس کی زد سے اپنی حفاظت میں اس قدر چاق و چوبند ہیں۔ اس کا حملہ نہایت خاموش اور غیرمحسوس ہے' اور جس گراں قدر چیز کو یہ دشمن اپنا نشانہ بناتا ہے اس کی قدروعظمت کا آپ کو بھی احساس ہے' بلکہ آپ کا یقین ہے کہ آپ کے پاس اس سے زیادہ قیمتی کوئی دولت نہیں ہے' لیکن اس کی حفاظت میں آپ سے غفلت اور کوتاہی اس لیے ہوتی

Marfat.com

ہے یا ہو رہی ہے کہ یہ دولت آپ کے شر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتی' اور آپ محسوس نہیں کر پاتے کہ آپ کی سب سے زیادہ قیمتی دولت کو گھن لگ رہا ہے۔

اس گھن کا حملہ ہر دل پر ہوتا ہے' آپ کے دل پر بھی ہوتا ہے' ہوتا رہتا ہے۔ تلخ نوائی معاف! کوئی دل ایسا نہیں ہے جس کی تاک میں یہ ہمہ وقت لگا نہ رہتا ہو' اس دشمن کی زد سے وہی بچ سکتا ہے جو اس سے بچنے کی فکر سے کسی وقت بھی غافل نہ ہو اور جس پر خدا اپنا خصوصی کرم فرمائے۔

آپ کا یہ بدترین دشمن' جو گھن کی طرح آپ کے ایمان کو لگ جاتا ہے اور اندر ہی اندر اسے کھوکھلا کرتا رہتا ہے' "نفاق" ہے ـــــ ناراض نہ ہوں' خاکم بدہن میں ہرگز آپ کو منافق کہنے کی گستاخی نہیں کر رہا ہوں' خدا آپ کے ایمان کو سلامت رکھے' میں خیر خواہی اور نصح کا حق ادا کرتے ہوئے دراصل آپ کو اس بدترین دشمن سے آگاہ کر رہا ہوں جو آپ کی ذرا سی غفلت اور اپنے احتساب میں ذرا سی بے توجہی سے آپ کے روشن دل میں پرورش پانے لگتا ہے۔ اگر جھرجھری لے کر آپ اس کو کھرچ پھینکنے میں مومنانہ چابکدستی سے کام نہ لیں تو یہ پنپنے لگتا ہے' روح ایمان کو مزے لے لے کر چاٹنے لگتا ہے۔ اس کے شدید اور ایمان لیوا حملے سے خدا کے وہی بندے محفوظ رہتے ہیں' جنھیں یہ اندیشہ ہر وقت بے چین کیے رہتا ہے کہ ہم اس بدترین دشمن کی زد میں ہیں ـــــ خدا سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس اندیشہ سے بے چین رکھے ـــــ وہ غافل یقیناً اس کی زد میں ہیں' جو سر جھٹک کر اس طرح کی بات سننے سے کترا جاتے ہیں' اور اس زعم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہمارے مضبوط ایمان کو بھلا نفاق کیوں کر آنکھ دکھا سکتا ہے ـــــ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مومن اپنے گناہوں کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ گویا وہ ایک پہاڑی کے نیچے بیٹھا

Marfat.com

ہے اور برابر ڈر رہا ہے کہ کہیں یہ پہاڑی اس پر گر نہ جائے' اس کے برخلاف بدکار اپنے گناہوں کو ایسا محسوس کرتا ہے گویا اس کی ناک پر مکھی بیٹھ گئی' اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ اڑ گئی۔

میں اپنی بات کے لیے دو عظیم ترین صحابیوں کے ایک عبرت آموز واقعہ سے مدد لیتا ہوں' اور مجھے یقین ہے کہ ان واقعات سے آپ تشفی اور اطمینان کی بڑی سکون انگیز ٹھنڈک محسوس کریں گے' اور یہ باور کرنے میں آپ کو ذرا شک نہ رہ جائے گا' کہ میں کتنی سچی تلی بات کہہ رہا ہوں۔ صحابہ کے اس واقعہ سے میں مدد لے رہا ہوں کہ ایمان و اسلام کا راستہ ہم انہی بزرگوں کی پاک زندگی کی روشنی اور پیروی میں طے کرسکتے ہیں ---- ان سے بے نیاز ہوکر اس راستہ پر چلنے کا خواب دیکھنا' سرتاسر محرومی ہے اور بدترین قسم کی محرومی۔

ایک دن حضرت حنظلہؓ اپنا ایک بڑا ہی سبق آموز واقعہ سنانے لگے' فرمایا "ہم لوگ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے۔ آپؐ نے وعظ فرمایا' اور ایسا وعظ کہ ہمارے دل پگھل گئے۔ آنکھیں برسنے لگیں' اور ہمیں اندازہ ہوا کہ ہماری حقیقت کیا ہے ---- پھر میں آپؐ کی مجلس سے اٹھ کر گھر چلا آیا۔ یہاں آکر گھر کے دھندوں اور بیوی بچوں میں مشغول ہوگیا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ میں نے اپنی حالت میں تبدیلی محسوس کی اور وہ حالت نہیں رہی جو حضورؐ کی مجلس میں تھی' مجھے اندیشہ ہوا کہ میں تو منافق ہوگیا۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ حضورؐ کی مجلس میں تو وہ حالت تھی' اور چند گھڑیاں نہیں گزریں کہ میری حالت بدل گئی۔ میں اسی رنج و غم میں گھر سے باہر نکلا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لا رہے ہیں۔ ابوبکرؓ نے پوچھا کہو حنظلہ کیا حال ہے ؟ میں نے کہا **نافق** حنظلہ' حنظلہ تو منافق ہوگیا۔

Marfat.com

انھوں نے فکر مند ہوکر کہا "سبحان اللہ ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو"۔ میں نے اپنے حال دل کی روداد سناتے ہوئے کہا' ہم لوگ جب حضورؐ کی مجلس میں ہوتے ہیں اور آپؐ کی زبان مبارک سے جنت اور دوزخ کا حال سنتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ ہمارے سامنے ہے۔ لیکن جب آپؐ کی مجلس سے اٹھ کر گھر آتے ہیں اور بیوی بچوں کے مسائل اور کھیتی باڑی کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں تو سب کچھ بھول جاتے ہیں۔

ابوبکرؓ نے یہ سنا تو بولے' یہ کیفیت تو مجھے بھی پیش آتی ہے' اور ہم دونوں فکرمند نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ---- میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' یارسولؐ اللہ ! میں تو منافق ہوگیا۔ حضورؐ نے پوچھا' کیا بات ہوئی ؟ میں نے کہا' جب ہم آپ کی مجلس میں ہوتے ہیں اور آپؐ جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں' تو ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا جنت اور دوزخ ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں' لیکن جب یہاں سے اٹھ کر ہم بیوی بچوں میں جاتے ہیں' اور گھر اور جائیداد کے کام دھندوں میں مشغول ہوتے ہیں تو سب کچھ بھول جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات سن کر ارشاد فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' اگر تمہارا حال ہمیشہ وہی رہنے لگے جو میری مجلس میں رہتا ہے تو فرشتے تمہارے بستروں اور راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں' حنظلہ یہ کیفیت تو کبھی کبھی ہوتی ہے۔"

ارشاد رسولؐ کا مطلب یہ ہے کہ دل کی کیفیت ہمیشہ یکساں نہیں رہتی' یہ جو کیفیت میری مجلس میں تمہیں حاصل ہوتی ہے' اگر یہ ہمہ وقت باقی رہے تو پھر آزمائش ہی کیا ہوگی' حالانکہ یہ دنیا تو آزمائش کی جگہ ہے' دل کی روشنی گاہ گاہ حاصل ہو تو یہ بھی بہت کافی ہے۔

Marfat.com

حضرت حنظلہ اور حضرت ابوبکرؓ کے ایمان میں وہی شک کرسکتا ہے جسے اپنی عاقبت عزیز نہ ہو' کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ ان کے ایمان پر کبھی منافقت کا سایہ بھی پڑ سکتا ہے' لیکن وہ بے قرار ہوکر نبیؐ سے فریاد کرتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں کہ نفاق میں مبتلا ہوگئے ---- دراصل یہی دلیل ہے اس بات کی کہ ان کا ایمان مثالی ایمان تھا' اور وہ معمولی سی کوتاہی کو بھی بہت بڑی بات سمجھ کر لرز جاتے تھے' اور انھیں یہ اندیشہ بے قرار کردیتا تھا' کہ ہائے ہم منافق ہوگئے۔

ایمان آدمی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے' اس حقیقت کا زندہ احساس ہو تو آدمی کی یہی کیفیت ہوتی ہے ---- چند ہزار کی رقم آپ کے پاس موجود ہو اور آپ سفر میں ہوں' تو پوری رات آپ آنکھوں میں کاٹ دیتے ہیں' نیند آپ پر بار بار حملہ کرتی ہے' شدید سے شدید حملہ کرتی ہے' لیکن آپ برابر اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور بیدار رہنے کی مسلسل کوشش کرتے ہیں' جب کہ اس مادی دولت کو لوٹنے والا آنکھوں سے نظر بھی آتا ہے' اور اس سے بچاؤ کے لیے بہت سے لوگوں کا تعاون بھی حاصل رہتا ہے۔

اس کے برخلاف ایمان کی دولت پر حملہ کرنے والا نفاق اندر ہی اندر دل کی دنیا میں جنم لیتا ہے' اس کا حملہ بھی نہایت خاموش اور اکثر اوقات غیرمحسوس ہوتا ہے' اور کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا جب کہ یہ دشمن آپ کی فکر سے غافل ہو' پھر بھی اگر آپ اس کی طرف سے بے فکر ہیں تو یہ نہایت تشویش ناک نادانی ہے' آپ ایمان کی قدروقیمت کے احساس سے بھی بے بہرہ ہیں' اور اس سب سے بڑے دشمن کی عیاری سے بھی ناواقف ہیں۔

حضرت حنظلہؓ کا یہ ایمان افروز واقعہ آپ کو جھنجھوڑنے کے لیے ہے کہ آپ اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے بے چین کیوں نہیں ہیں' یہ دولت اگر آپ کو حاصل ہے تو آپ چوکنے کیوں نہیں ہیں' اور آپ صحابہ کرامؓ کے ان واقعات سے

Marfat.com

سبق کیوں نہیں حاصل کرتے۔

قرآن پاک میں جن مقامات پر منافقین کے کردار و اعمال' اور اخلاق و صفات کا ذکر کیا گیا ہے' ان کو بار بار پڑھئے اور اس آئینے میں بار بار اپنے کردار و اخلاق کو دیکھنے اور جانچنے کی فکر کیجئے۔

قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم بعض اوقات ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہیں' اور اس سے وہ سبق حاصل نہیں کرپاتے' جس کے لیے اس کی تلاوت اور تدبر کی تاکید کی گئی ہے۔

قرآن کی بعض آیات میں مشرکین کا ذکر ہے' بعض میں اہل کتاب کا ذکر ہے' بعض میں منافقین کا ذکر ہے' مطالعہ کرتے ہوئے نفس ہمیں یہ فریب دے کر آگے بڑھا دیتا ہے' کہ یہ تو منافقین کے کردار اور اوصاف کا بیان ہے' خدا کا شکر ہے' تم تو مومن ہو ---- حالانکہ منافقین کے وہ اوصاف ہماری ہی عبرت اور نصیحت کے لیے بیان ہورہے ہوتے ہیں۔ ایمان خالص حاصل ہونے کے باوجود آدمی بہت سے وہ اعمال کر بیٹھتا ہے جو منافقت کے اعمال ہوتے ہیں اور مومن ہونے کے باوجود وہ عملی نفاق میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اگر وہ بار بار اپنے کو بیدار رکھنے کی کوشش نہ کرے' اور بار بار توبہ کرکے اپنے دل کی صفائی اور جلا کا اہتمام نہ کرے تو اس اندیشہ سے وہ ہرگز محفوظ نہیں ہے کہ اس کا ایمان بھی نفاق سے متاثر ہوجائے۔

حدیث میں نفاق کے بعض اعمال اور علامات کا ذکر آتا ہے' ان حدیثوں کا بار بار مطالعہ کیجئے' اگر کوئی ایسا عمل یا علامت آپ کی زندگی میں نظر آئے تو بے چین ہوکر اسے دور کرنے کی فکر میں لگ جایئے' ان سے غفلت اور لاپروائی دراصل اپنی عاقبت سے لاپروائی ہے ---- نفاق کے یہ اعمال اور علامات ایمان کے لیے گھن کی طرح ہیں' اگر ان سے بچاؤ کی فکر آپ نے نہ کی تو یہ اندر ہی اندر

Marfat.com

آپ کے ایمان کو کھوکھلا کردیں گے۔ خدا کے رسولؐ کا ارشاد ہے:

چار باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ چاروں موجود ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان چاروں میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہے' اور وہ اسی نفاق کی حالت میں ہے' جب تک وہ اس عادت کو ترک نہ کردے۔ وہ چاروں خصلتیں یہ ہیں' جب اسے کوئی امانت دی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے' اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے' اور جب کسی سے کوئی عہدوپیمان کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے' اور جب کسی سے کوئی جھگڑا ہو تو بدزبانی کرنے لگے۔

حدیث کے اس آئینے میں اپنے کردار کا چہرہ دیکھئے اور اپنے ساتھ خیر خواہی کیجئے۔ آپ کو جہاں کوئی دھبہ اور داغ نظر آئے' تو اسے کھرچنے اور صاف کرنے کی جراتمندانہ جدوجہد کیجئے' اور نفس کے فریب سے بچنے میں ذرا سستی نہ کیجئے۔

لوگ آپ کے پاس اپنی امانتیں بھی رکھتے ہوں گے' قرآن و سنت سے معلوم کیجئے کہ امانتداری کے تقاضے کیا ہیں' اور امانت میں خیانت کی کیا کیا شکلیں ہیں' آپ گفتگو کے دوران واقعی اہتمام کرتے ہیں' کہ کبھی کوئی غلط بات آپ کی زبان سے نہ نکلے؟ تفریح اور ظرافت کے طور پر بھی آپ کبھی جھوٹ نہ بولیں۔

آپ لوگوں سے عہدوپیمان بھی کرتے ہیں' کاروباری معاہدے بھی کرتے ہیں' کیا آپ مطمئن ہیں' کہ آپ اپنے معاہدوں کی پابندی کرتے ہیں' قرآن و سنت کی روشنی میں اپنا بے لاگ جائزہ لیجئے۔ لوگوں سے آپ کا جھگڑا بھی ہوتا ہوگا' بہت سے مسائل میں اختلاف بھی ہوتا ہوگا' جھگڑے کے موقعہ پر آپ کی زبان آپ کے قابو میں رہتی ہے؟ ناشائستہ کلمات تو آپ کی زبان سے نہیں نکلتے' غصہ سے قابو ہوکر آپ کی زبان بے لگام تو نہیں ہوجاتی؟ اور وہ کچھ تو نہیں بکنے لگتے جو مومن کی شایان شان نہیں ہے۔

Marfat.com

ایک اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے والوں کو تنبیہہ کرتے ہوئے اس نماز سے بچنے کی تلقین کی ہے جو مومن کی نہیں بلکہ منافق کی نماز ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

یہ تو منافق کی نماز ہے کہ آدمی بے پروائی سے بیٹھا سورج کو دیکھتا رہے ـــــ جب وہ زرد ہوجائے اور غروب ہونے لگے تو وہ نماز کے لیے اٹھے اور پرندے کی طرح چار چونچیں مار لے اور اس نماز میں وہ کم ہی خدا کو یاد کرے۔

اسی کردار کی تصویر کشی قرآن پاک میں اس طرح کی گئی ہے:

واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراء ون الناس ولا یذ کرون اللہ الا قلیلا ○ (النساء ۴: ۱۴۲)

اور جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے' محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔

اس باب میں سب سے زیادہ فکرمند کردینے والی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی وہ حدیث ہے جس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے:

جو آدمی اس حال میں دنیا سے رخصت ہوا کہ نہ تو اس نے راہ خدا میں جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں اس کی آرزو پیدا ہوئی' تو وہ نفاق کی ایک کیفیت میں دنیا سے رخصت ہوا۔

خدا کے دین کو غالب اور سربلند کرنے کی کوششوں کا نام جہاد ہے' اور جہاد کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ آدمی حق کی خاطر کفر سے جنگ کرے' اور اس راہ میں اپنی جان عزیز کو بھی لگا دے۔

اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لیے آپ کیا کررہے ہیں' اس جہاد میں آپ

Marfat.com

کس حد تک حصہ لے رہے ہیں' آپ کی تمنائیں' آرزوئیں' اور منصوبے کیا ہیں۔ اگر آپ نے حصہ نہیں لیاہے' اور نہ آپ کے دل میں اس طرح کی کوئی آرزو اور تمنا ہے تو یہ آپ کے لیے فکر کی بات ہے ---- خدا سے دعا ہے کہ آپ کا اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر ہو' اور ہمارا ایمان نفاق کی یورشوں سے محفوظ رہے۔

Marfat.com

بدترین محروم

اس دنیا میں نہ محروم انسانوں کی گنتی ممکن ہے' نہ محرومیوں ہی کا شمار ہو سکتا ہے۔ ہزاروں حسرتیں پوری ہونے کے بعد بھی آدمی یہی کہتا ہے ـــــ "بہت نکلے مرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے۔" اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی چیز سے محروم نہ ہو۔ کون ہوگا جسے اپنی محرومی پر افسوس نہ ہو' اور وہ شب و روز کوشاں نہ ہو کہ اس کی محرومی کا خاتمہ ہو۔ کوئی گوارا نہیں کرتا کہ وہ محروم رہے اور محرومی کی زندگی گزارے۔

مگر محرومیوں کی اس بھیڑ میں بدترین قسم کا محروم وہ ہے' جو اپنے مخلص دوستوں اور ساتھیوں کی نصیحت و فہمائش اور تذکیر و تنقید سے محروم ہے' اس لیے نہیں کہ اسے ایسے ساتھی اور ایسے مخلص رفقائے سفر میسر نہیں ہیں جو اس کو یاد دہانی کراتے رہیں اور غلطیوں پر اسے ٹوک کر صحیح سمت سفر بتاتے رہیں' بلکہ اس کی محرومی کی وجہ یہ غلط زعم ہے کہ وہ ان سب سے بلند ہے اور ان کی نصیحت و فہمائش اور تذکیر و یاددہانی سے بالا تر ہے۔ اس کے اچھے ساتھی اسے اس لیے نہیں ٹوکتے کہ وہ بگڑ جاتا ہے' وہ نصیحت سننے کے بجائے' اسے اپنی تحقیر سمجھتا ہے اور الٹا نصیحت کرنے والے کے درپے آزار ہو جاتا ہے۔ اس کے ہمدرد اسے بار بار ٹھوکریں کھاتے دیکھتے ہیں' بھٹکتا ہوا محسوس کرتے ہیں' کڑھتے ہیں' لیکن اس کی بدمزاجی' کبر نفس اور برے طرز عمل کی وجہ سے مفید نہیں سمجھتے کہ اسے توجہ

دلائیں۔ خیرخواہی کا جذبہ انھیں بار بار اکساتا ہے' لیکن وہ بار بار ہمت کرنے کے باوجود اس لیے رک جاتے ہیں کہ انھیں حق نصح و خیرخواہی ادا کرنے میں مزید نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کتنی عبرتناک ہے یہ بدمزاجی' اور کیسا بدترین محروم ہے وہ شخص جس کے مخلص ساتھی اس کو بھلی بات بتانے' اور صحیح بات کی طرف متوجہ کرنے سے بھی کترانے لگیں۔

کون نہیں چاہتا کہ اس کی محرومی دور ہو' لیکن محرومی کو دور کرنے کی کوشش وہی شخص تو کرے گا' جس کو اپنے محروم ہونے کا احساس ہو۔ جس شخص کو اپنی محرومی کا شعور ہی نہ ہو وہ محرومی سے بچنے کی فکر و کوشش کیسے کرسکتا ہے۔ دوستوں کی نصیحت اور فہمائش سے محروم انسان کی محرومی کا ایک دردناک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کو اپنے محروم ہونے کا شعور ہی نہیں ہوتا۔ آپ اگر اسے اس طرف متوجہ کریں تو اس یاد دہانی کو بھی اپنی تحقیر تصور کرتا ہے' اور اپنی روش پر غور کرنے کے بجائے وہ دوسروں کا مذاق اڑاتا ہے' اس کو ہر ایک اپنے سے کم عقل اور کم مرتبہ نظر آتا ہے اور کسی کو بھی وہ اس لائق نہیں سمجھتا کہ وہ اس کے کسی عمل پر احتساب کرے۔

انسان بہت کمزور ہے' وہ ہر وقت اپنے نفس' خواہشات اور شیطانی ذریت کے نرغے میں ہے۔ یہ شیطانی ذریت راہ حق سے بھٹکانے کی وہ وہ زمین دوز اور خفیہ تدبیریں کرتی ہے' جہاں اکثر اوقات انسان کی نگاہ نہیں پہنچ پاتی' اور اسے احساس بھی نہیں ہو پاتا' کہ میں اپنے مقام سے بہت نیچے گرا دیا گیا ہوں۔

انہ یرا کم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم (الاعراف ۷ : ۲۷)
اور شیطان کی ذریت تمہیں وہاں وہاں سے دیکھتی ہے جہاں تمہاری نگاہیں نہیں پہنچ پاتیں۔

Marfat.com

یہ زندگی امتحان کی مہلت ہے' اس مہلت میں کوئی مرحلہ اور کوئی مقام ایسا نہیں آتا جہاں پہنچ کر آدمی یہ اطمینان کرلے' کہ اب میں ہر پہلو سے محفوظ ہوگیا' اور اب میرے بھٹکنے اور بہکنے کا کوئی امکان نہیں۔ کسی کو یہ حق نہیں جو مجھے میرے کسی قول و عمل پر ٹوکے اور کسی کا یہ مقام نہیں جو مجھے نصیحت و فہمائش کرے۔ میں اپنی بہترین ریاضت اور اعلیٰ تربیت کی بدولت ہدایت و اخلاق کے اس بلند مقام پر پہنچ گیا ہوں جہاں آدمی دوسروں کی تلقین و نصیحت اور تذکیر و تنقید سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔

خدانخواستہ اگر آپ اس طرح کی خام خیالیوں میں مبتلا ہیں' تو کمر چ پھینکئے ان گمراہ کن خیالات کو' سچے دل سے خدا کے حضور گڑگڑایئے' اور شیطان کے اس جال سے جلد از جلد نکل آیئے۔ اگر آپ اپنے خیرخواہ ہیں تو جواب دینے کے موثر انداز نہ سوچئے' خاموشی اختیار کیجئے اور تنہائی میں اپنے رویے پر غور کیجئے۔ زندگی بھر کی بہترین تربیت اور ریاضت کی بدولت بھی اس مہلت عمل میں کوئی مرحلہ ایسا نہیں آتا کہ آدمی خود کو کامل و اکمل سمجھنے لگے اور وہ دوسروں کی یاد دہانی اور سمجھانے بجھانے سے بے نیاز ہوجائے۔ ایسا سوچنا صرف یہی نہیں کہ غلط ہے' بلکہ یہ خیالات علامت ہیں اس حقیقت کی کہ آدمی ہدایت و اخلاق کے بلند مرتبے سے بہت نیچے گر چکا ہے۔

حضرت شہر بن حوشبؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا' ام المومنینؓ ! جب خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس ہوتے ہیں' تو وہ اکثر کون سی دعا مانگتے رہتے ہیں ؟

ام المومنینؓ نے فرمایا' آپؐ اکثر یہ دعا مانگتے رہتے ہیں۔

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (جامع ترمذی)

اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط جما دے۔

اللہ اکبر! سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر تو اکثر یہ دعا ہو اور ہم یا آپ اس خام خیالی میں مبتلا ہوں' کہ ہم دین کے ایسے اعلیٰ مقام پر ہیں جہاں ہمیں کسی کی تذکیر و تنقید کی ضرورت نہیں۔

اگر آپ اپنی تند مزاجی اور ناروا طرز عمل کے باعث دوستوں کی نصیحت و تذکیر سے محروم ہیں' آپ ساتھیوں کی تنقیدوں پر بھڑک اٹھتے ہیں' اپنی کوتاہیوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بجائے' غضب ناک ہو جاتے ہیں' تو بے شک آپ کبر نفس میں مبتلا ہیں' اپنی ذات کے بدترین دشمن ہیں۔ دنیا میں مخلص ساتھیوں کی رفاقت خدا کی عظیم نعمت ہے' اچھے ساتھیوں کی صحبت آدمی کی بہت بڑی سعادت ہے' غلطیوں پر ٹوکنے والے' کوتاہیوں پر متوجہ کرنے والے' اور بھلائیوں کی تلقین کرنے والے ساتھی آپ کے محسن ہیں' ان کی خیرخواہی اور تذکیر و یاد دہانی سے اگر آپ خود کو محروم کر رہے ہیں تو یہ بدترین قسم کی محرومی ہے' آپ اپنی ہلاکت کے لیے خود گڑھا کھود رہے ہیں اور اس عمل کے دوران اپنے دونوں کانوں میں آپ نے انگلیاں ٹھونس رکھی ہیں کہ کسی تنبیہہ کرنے والے کی آواز آپ کے کان میں نہ پہنچ سکے۔

اپنی حالت زار پر رحم کھایئے' نفس کو پھلانے کے بجائے اسے روندنے کی کوشش کیجئے۔ خدا سے توبہ کیجئے۔ تہجد کی نماز کے ذریعے اپنے بدترین دشمن پر قابو پایئے۔ اپنے مخلص ساتھیوں کی قدر کیجئے۔ یہ اگر آپ کو متوجہ کریں' تو ان کا احسان مانئے' ان کے حوصلے بڑھایئے۔ ان کے مشوروں پر اخلاص کے ساتھ غور کیجئے' ان کو جھڑکنے اور الزامی جواب دینے کے بجائے ان کی باتیں خندہ پیشانی سے سنئے۔ ان کی نصیحتوں' مشوروں اور تنقیدوں کو خدا کا انعام تصور کیجئے ---- آدمی

Marfat.com

کو اپنے عیوب' اپنی کوتاہیاں اور اپنی کمزوریاں نظر نہیں آتیں' اپنے چہرے کے داغ آدمی اپنی آنکھوں سے کیسے دیکھ سکتا ہے۔ آپ آئینے کا احسان کیوں نہیں مانتے کہ وہ آپ کے سامنے آپ کے داغ دھبوں کو رکھ دیتا ہے' اور آپ کے لیے یہ موقع فراہم کردیتا ہے کہ آپ اپنے ان داغ دھبوں کو صاف کرلیں۔

آپ کے دوست اور ساتھی دراصل آپ کا آئینہ ہیں' ان کے تعاون کے بغیر نہ آپ اپنے اخلاقی اور روحانی عیوب کو دور کرسکتے ہیں اور نہ اس راہ میں آگے بڑھ سکتے ہیں ---- اور اگر آپ کے ناروا طرزِ عمل سے متاثر ہوکر آپ کے یہ ساتھی' آپ کو ٹوکنے اور آپ کو توجہ دلانے سے کترانے لگیں تو یقین کیجئے کہ آپ اس دنیا کے بدترین محروم انسان ہیں۔

Marfat.com

فہم دین

دو ساتھی گاؤں کے ایک راستہ پر چلے جارہے تھے۔ شیخ نصیر ادھیڑ عمر کے آدمی تھے' اور اذکار اور وظیفے کے پابند تھے۔ شہاب خاں جواں سال تھے' لیکن دینی امور میں ان کی بھی خاص توجہ تھی' دونوں کو قریب کی ایک بستی میں جانا تھا۔ شہاب خاں کے لیے یہ راستہ اجنبی تھا' وہ پہلی ہی بار اس راستہ پر آئے تھے۔ شیخ نصیر اکثر اس راستے سے گزرتے تھے' اور وہ راستے کے نشیب و فراز سے اچھی طرح واقف تھے۔ شیخ صاحب اپنی عادت کے مطابق اپنا وظیفہ پڑھتے ہوئے جارہے تھے۔ شہاب خاں کچھ آگے آگے چل رہے تھے۔

آگے ایک ندی تھی جسے پار کرکے ہی دونوں کو اپنی منزل مقصود پر پہنچنا تھا۔ ندی میں پانی اگرچہ تھوڑا ہی تھا' لیکن پھر بھی پانی میں سوچ سمجھ کر ہی اترنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی جگہ گڑھا ہو اور آدمی کی جان پر بن آئے۔ شیخ صاحب کو تو خوب معلوم تھا کہ کہاں گڑھا ہے اور کس طرف راستہ ٹھیک ہے کیونکہ وہ اکثر و بیشتر اس ندی سے گزرتے تھے' لیکن شہاب خاں پہلی بار ہی ادھر آئے تھے' اس لیے انھیں کیا خبر کہ کس طرف سے ندی پار کریں اور کس طرف خطرہ ہے۔

ندی میں پانی کچھ زیادہ نہ تھا' اس لیے ایک کنارے سے شہاب خاں ندی میں اتر پڑے مگر اترتے ہی ان کے پاؤں اٹھنے لگے اور لگے غوطے کھانے' وہ تو خدا کا کرم یہ ہوا کہ جلد ہی ایک اجنبی آ پہنچا اور اس کی مدد سے شہاب خاں کی جان بچ گئی۔

Marfat.com

شیخ صاحب چند گز کے فاصلے پر تھے' یہ سب منظر دیکھتے رہے۔ شہاب خاں جب باہر نکل آئے تو چند لمحے بعد شیخ صاحب بھی قریب پہنچے اور افسوس کرنے لگے۔ شہاب خاں کو تھپکی دیا اور ان کے کپڑے اتروا کر دھوپ میں سوکھنے کے لیے ڈالے۔

آپ تو اکثر اس راستے سے آتے جاتے ہیں۔ آپ کو بھی نہیں معلوم تھا کہ یہاں کنارے پر ہی اتنا گہرا گڑھا ہے ؟ شہاب خاں نے شیخ صاحب سے پوچھا۔

عزیز ! مجھے خوب معلوم تھا' یہ گہرا گڑھا بڑا ہی خطرناک ہے' خدا کا خصوصی فضل ہے کہ تم بچ گئے' خدا کا شکر ادا کرو اور شکرانے کے نوافل پڑھو۔

جب آپ کو معلوم تھا کہ یہاں اتنا خطرناک گڑھا ہے اور آپ مجھ سے کچھ ہی فاصلے پر تھے' تو آپ نے مجھے روکا کیوں نہیں' آپ نے فوراً آواز دی ہوتی بابا! شہاب خاں نے حیرت اور شکایت کے ملے جلے انداز میں کہا۔

ہاں بھئی' میں دیکھ تو رہا تھا' اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا' کہ اب تمہارا بچنا محال ہے' لیکن میں تمہیں آواز کیسے دیتا' میں وظیفہ پڑھ رہا تھا' وظیفہ پورا کیے بغیر دنیا داری کے کاموں میں کیسے ذہن لگاتا' جونہی میں نے وظیفہ پورا کیا فوراً تمہاری طرف دوڑا۔

یہ من گھڑت کہانی نہیں' سچا واقعہ ہے۔ شیخ صاحب نے یہ گوارا کیا کہ ان کا ایک جواں ساتھی ڈوب جائے لیکن یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے وظیفے کی تکمیل کیے بغیر ان کی طرف متوجہ ہوں' یہ بات انھیں دینداری کے خلاف محسوس ہوئی کہ دعا اور وظیفے کی عبادت ادھوری چھوڑ کر آدمی کسی اور کام کی طرف توجہ کرے۔

شیخ صاحب نے یہ طرزِ عمل اس لیے اختیار کیا کہ انکی نظر میں یہی اعلیٰ درجے کی دینداری تھی' آدمی اگر خدا کے ساتھ مشغول ہے' اس کے ذکر و فکر میں لگا ہوا ہے تو یہ گستاخی ہے کہ ذرا سا کوئی ہنگامہ سامنے آئے اور وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس میں لگ جائے۔

Marfat.com

کیا اس بات میں شک اور تردد کی کوئی گنجائش ہے کہ شیخ صاحب کا یہ طرزِ عمل سرتاسر غلط ہے' انھوں نے دین کا تقاضا پورا نہیں کیا بلکہ سخت جرم کیا' لیکن اس جرم کی بنیاد بے دینی' خدا بیزاری' سرکشی' شرارت اور درندگی نہیں ہے' بلکہ دین کی سوجھ بوجھ اور دین کے فہم و بصیرت سے محرومی ہے' اگر شیخ صاحب کو دین کا صحیح فہم حاصل ہوتا تو وہ ہرگز یہ طرزِ عمل اختیار نہ کرتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' میں نماز پڑھانے کھڑا ہوتا ہوں تو جی چاہتا ہے کہ خوب طویل قرات کروں' مگر پیچھے سے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے اور میں قرات مختصر کردیتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ طویل قرات کی وجہ سے بچے کی ماں کے دل کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے جو جماعت میں شریک ہے۔ کیا نماز سے بھی افضل کوئی عبادت ہے' اور پھر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز و قرات' کیا کوئی اس نماز وقرات کی قدروعظمت اور مقام و مرتبے کا اندازہ کرسکتا ہے' لیکن خدا کے رسولؐ جن کے قول و عمل اور فکر و بصیرت ہی کا نام دین ہے' وہ محض اس اندیشے سے اپنی قرات کو مختصر کردیتے ہیں کہ بچے کی ماں کے دل کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔

شیخ عابد علی مسجد میں دل کھول کر چندہ دیتے ہیں' غریبوں کو بھی دیتے ہیں۔ پچھلے دنوں مسجد کی دکانیں بن رہی تھیں تو اس میں بھی انھوں نے دل کھول کر حصہ لیا' جاڑوں کے موسم میں انھوں نے دو محتاجوں کو لحاف بھی بنوا کر دیے۔ مگر کتنے ہی لوگوں کا ان پر قرضہ ہے' بہت پرانا قرضہ۔ جب بھی ان سے تقاضا کیا جاتا ہے' وہ حالات کا رونا روتے ہیں' اور یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ذرا حالات سازگار ہوجائیں تو میں یہ قرضہ ادا کروں' اور یہ ٹال مٹول برسوں سے جاری ہے۔

بستی کے اکثر لوگ ان کو بڑا غریب پرور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مال میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرکے خدا کی خوشنودی کا سامان کررہے ہیں' اور خدا کے

Marfat.com

مقرب بندوں میں شامل ہورہے ہیں۔

اس طرز عمل کی بنیاد بھی دین سے بے تعلقی اور نافرمانی ہرگز نہیں ہے بلکہ دین کے صحیح فہم سے محرومی ہے' اس میں کیا شک ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی دولت لٹانا' اور غریبوں' مسکینوں' بیواؤں' یتیموں اور معذوروں کی مدد کرنا' بہت بڑی نیکی ہے' یقیناً یہ خدا کے محبوب اور مقرب بندوں کا کام ہے' بے شک انفاق فی سبیل اللہ ایمان و اخلاص کا لازمی تقاضا اور ایمان و اخلاص کی علامت ہے' لیکن قرض ادا کرنا اولین فرض ہے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقروض کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کردیا تھا۔ ادائے قرض سے غفلت برت کر آپ خیر خیرات کررہے ہیں' تو آپ اپنے ساتھ بھی زیادتی کررہے ہیں اور دین کے ساتھ بھی' فرض چھوڑ کر نوافل کا اہتمام وہی شخص کرسکتا ہے جو دین کی سمجھ سے بالکل ہی محروم ہو' آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ ہر زحمت برداشت کرکے اپنا قرض ادا کریں' کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کس لمحے موت آجائے۔ صدقہ و خیرات میں آپ ایک پیسہ خرچ نہ کریں' اور ہر طرح کی تکلیف اٹھا کر آپ قرض کا بوجھ اتارنے کی فکر کریں' یہی دین کا صحیح تقاضا ہے۔

جس شخص کی فرض نمازیں قضا ہوگئی ہوں' اس کے لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ نوافل پڑھتا رہے۔ اس کے لیے صحیح روش یہ ہے کہ وہ پہلے فرض نمازوں کا اہتمام کرے۔ خدا کو آپ کے صدقہ و خیرات اور نوافل کی ہرگز ضرورت نہیں ہے' یہ سب کچھ تو آپ کی شخصیت کی تعمیر اور آپ کے قلب و روح کے تزکیہ کے لیے ہے' آپ دوسروں کی رقم دبا کر صدقہ کریں' فرض کے تارک رہتے ہوئے' نوافل کا اہتمام کریں' تو سوچئے قلب و روح کا تزکیہ کیونکہ ممکن ہے ؟

حکیم صاحب تراویح کا انتہائی اہتمام کرتے ہیں' وقت سے پہلے مسجد پہنچ جاتے

ہیں اور بڑی دلبستگی اور یکسوئی کے ساتھ تراویح پڑھتے اور قرآن سنتے ہیں' رمضان کے دوران کہیں سفر بھی نہیں کرتے تاکہ پورا قرآن پاک تراویح میں سن سکیں' سحری بھی نہایت اہتمام سے کھاتے ہیں' اور بڑی پابندی سے روزہ رکھتے ہیں' گھر میں بھی روزے اور تراویح کا رمضان بھر چرچا رہتا ہے' دن بھر مطب میں مریضوں کے ساتھ مغز زنی کرتے ہیں' مریض بھی کافی آتے ہیں اس لیے حکیم صاحب دن بھر کام کرکے تھک جاتے ہیں' لیکن کیا مجال کہ کبھی ایک دن بھی تراویح میں ایک لمحے کی تاخیر سے پہنچیں۔

ہاں! سحری کھانے کے بعد سوجاتے ہیں۔ نہ سوئیں تو دن بھر کام ہی نہیں کرسکتے اور شب میں نشاط کے ساتھ تراویح بھی نہیں پڑھ سکتے۔ سحری کھا کر سو جاتے ہیں' دن چڑھے اٹھ کر نماز فجر پڑھ لیتے ہیں اور ظہر کی نماز مریضوں کی ہماہمی میں مستقل طور پر قضا ہی پڑھتے ہیں لیکن انھیں اطمینان ہے کہ وہ دینداری کے تقاضے پورے کررہے اور لوگ بھی ان کی دینداری سے مرعوب ہیں۔

تراویح کی اہمیت تسلیم' بے شک تراویح سنت موکدہ ہے' اور حدیث میں تراویح کا اجر بہت بڑا بتایا گیا ہے' لیکن ظاہر ہے فجر و ظہر کی نماز فرض ہے' فرض نمازوں کا نہ پڑھنا' فرض نمازوں کی جماعت سے لاپرواہی برتنا اور تراویح کی جماعت کا اہتمام کرنا دین کی صحیح سوجھ بوجھ سے محرومی ہی کا نتیجہ ہے۔

حافظ صاحب ہر سال پابندی سے تراویح میں قرآن سناتے ہیں' قرآن بہت اچھا پڑھتے ہیں' دور دور سے لوگ ان کا قرآن سننے کے لیے آتے ہیں' مگر بڑے کمزور ہیں' اکثر بیمار رہتے ہیں' اور اس اندیشے سے روزے نہیں رکھتے کہ کہیں کمزوری نہ بڑھ جائے' اور قرآن پاک سنانے میں خلل پڑے۔ وہ بھی قرآن پاک سنانے سے محروم رہیں اور سننے والے بھی محروم رہیں۔

یہ طرز فکر و عمل بھی اس حقیقت کا غماز ہے کہ دین کے صحیح فہم سے محرومی ہے۔ اور دین کے اعمال کو اپنے ذوق کے مطابق اختیار کرنے کی کوشش کی گئی

ہے۔

دین کی راہ پر ٹھیک چلنے اور زمین پر خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے بنیادی چیز یہی ہے کہ آدمی کو دین کا صحیح فہم حاصل ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خدا کے بندے کے لیے اس سے بڑی فضیلت اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ اسے دین کا صحیح فہم اور سوجھ بوجھ حاصل ہو' دین کا صحیح فہم رکھنے والا ایک عالم ہزاروں عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ دین کی بنیاد صحیح سوجھ بوجھ ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جب کسی آدمی کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین میں صحیح فہم و بصیرت عطا فرماتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ دین کی بصیرت اور فہم اگر آدمی کو حاصل نہ ہو تو وہ دینداری کا جذبہ رکھنے کے باوجود دین سے بے بہرہ رہے گا' خود بھی دین کی برکتوں سے محروم رہے گا اور دوسروں کے سامنے بھی دین کی غلط نمائندگی کرے گا اور دینداری کی آرزو رکھنے کے باوجود وہ خدا کی نظر میں دیندار نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کی غلط روش سے دین کو نقصان پہنچے گا اور اس کے نیک اعمال بھی اس کی شخصیت پر مطلوب اثر نہ ڈال سکیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک شخص نماز بھی پڑھتا ہے' روزہ بھی رکھتا ہے' زکوٰۃ بھی دیتا ہے' حج اور عمرہ بھی ادا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے تمام نیکیوں کا ذکر کیا۔ مگر قیامت کے روز اس کی عقل و فہم کے مطابق ہی اس کا صلہ دیا جائے گا۔

Marfat.com

زندگی ایک خاموش سبق

آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ آپ کی ذات سے دنیا میں کیا پھیل رہا ہے اور لوگ آپ سے کیا سیکھ رہے ہیں ـــــ برائی یا بھلائی ؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ آدمی خواہ کسی حیثیت کا ہو اور علم و مرتبے کے لحاظ سے کسی بھی مقام پر ہو' اس کی ذات سے یا برائی پھیلتی ہے یا بھلائی۔ اس کو دیکھ کر یا تو لوگوں میں نیکی اور بھلائی کے جذبات اٹھتے ہیں یا برے کاموں کی رغبت ہوتی ہے۔ ہر آدمی کے تعلقات اور اثرات کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔ کچھ لوگ اس کے رشتہ دار ہوتے ہیں' کچھ دوست' احباب ہوتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا وہ ماتحت ہوتا ہے' کچھ لوگ اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں' کچھ لوگ اس سے محبت نہیں کرتے۔ کچھ لوگ اس کو بڑا مانتے ہیں' کچھ لوگ اس کے بڑے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اس کے پڑوس میں بستے ہیں' کچھ شریک کار ہوتے ہیں۔ اور یہ سب ہی لوگ اس کی زندگی سے اچھا یا برا کچھ نہ کچھ اثر ضرور لیتے ہیں۔ وہ چاہے یا نہ چاہے' اس کی زندگی' اس کے شب و روز کا عمل' اور اس کا رویہ لوگوں پر اثر ڈالتا ہے اور لوگ اس سے اچھا یا برا اثر قبول کرتے ہیں۔

سوچئے' آپ بھی اس طرح کے بہت سے رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں' بہت سے لوگوں سے آپ کے بھی تعلقات ہیں' اور فطری طور پر آپ کے اثرات کا بھی ایک دائرہ ہے ـــــ آپ سے گوناگوں تعلق رکھنے والے یہ سب لوگ

Marfat.com

آپ سے کیا سیکھ رہے ہیں ؟ اور آپ کی زندگی ان پر کیا اچھا یا برا اثر ڈال رہی ہے ؟ آپ کی بات چیت' افکار و خیالات' مشغلے' دلچسپیاں' دوڑ دھوپ' حوصلے' ارادے' تمنائیں' آپ کا سلوک' آپ کا رویہ' غرض بحیثیت مجموعی آپ کی زندگی لوگوں کو کچھ نہ کچھ دیتی ہے' اور آپ کو محسوس ہو یا نہ ہو وہ لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہے ---- آپ کی زندگی ایک خاموش سبق ہے جو ہر وقت پڑھا جارہا ہے' یاد کیا جارہا ہے اور اپنے وقت پر دہرایا جائے گا۔

یہ حقیقت تو سورج سے زیادہ روشن ہے کہ اچھائی ہو یا برائی اس کا ایک لازمی انجام ہے۔ جس طرح یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ گردن کٹ کر الگ گر جائے اور آدمی نہ مرے ٹھیک اسی طرح یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ ایک برائی کی جائے اور اس کا برا انجام سامنے نہ آئے۔ یا کوئی نیکی کی جائے اور اس کا نیک انجام نہ ہو ---- زمین کے سینے پر جہاں کہیں کوئی برائی یا بھلائی ہورہی ہے' زمین و آسمان کی فضا اس کا انجام محفوظ کررہی ہے اور آدمی چاہے یا نہ چاہے' یہ انجام لازماً اس کے سامنے آئے گا۔ نہ اس انجام سے بچ کر کوئی شخص زمین و آسمان کے اس دائرے سے کہیں بھاگ سکتا ہے اور نہ اس انجام کو سامنے آنے سے کوئی چیز روک سکتی ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ ○ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ ○ (الزلزال ۹۹ : ۷ - ۸)

پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

پھر بات صرف اتنی نہیں ہے کہ آپ صرف اسی نیکی یا بدی کا انجام دیکھیں

Marfat.com

گے جو آپ نے خود اپنے ہاتھوں کی ہوگی۔ بلکہ آپ کی ذات سے جو برائی بھی پھیلی ہے اور آپ سے متاثر ہوکر جن جن لوگوں نے بھی کوئی برائی کی ہے اور کرتے رہیں گے' ان سب کی ذمہ داری میں بھی آپ شریک ہیں' اس برائی میں مبتلا ہونے والے تو اپنی برائی کی سزا پائیں گے ہی' لیکن ان سب کے برابر سزا آپ کو بھی بھگتنا ہوگی کیونکہ آپ اس برائی کے محرک بنے اور آپ نے اپنے قول و عمل سے اسے جنم دے کر لوگوں تک منتقل کیا ـــــ اسی طرح اگر آپ کی ذات سے کوئی بھلائی پھیلی ہے اور آپ سے متاثر ہوکر لوگوں نے اسے قبول کیا ہے اور دوسروں تک پہنچایا ہے تو یہ لوگ تو اپنی نیکی کا بدلہ پائیں گے ہی' آپ بھی ان سب کے برابر اجروثواب کے مستحق ہوں گے کیونکہ آپ کی ہی ذات سے وہ نیکی پھیلی ہے اور آپ ہی نے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا ہے' اس اصولی حقیقت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذالک من اجورھم شیئاومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من تبعہ لا ینقص ذالک من اثامھم شیئا (مسلم عن ابی ہریرہؓ)

جس کسی نے بھی لوگوں کو کسی نیکی کی طرف بلایا' تو ایسے شخص کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا جو اس نیکی پر عمل کریں گے اور اس سے نیکی پر عمل کرنے والوں کے اجروثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس کسی نے لوگوں کو کسی برائی اور گمراہی کی طرف بلایا تو اس آدمی کو ان تمام لوگوں کے برابر سزا دی جائے گی جو اس برائی میں مبتلا ہوں گے اور اس سے برائی کرنے والوں کی سزا میں کوئی تخفیف نہ ہوگی۔

حدیث میں "ھدی" کا لفظ اسم عام ہے' یعنی کوئی بھی چھوٹی یا بڑی اچھی بات یا نیک کام۔ اسی طرح "من" کا لفظ بھی عام ہے' کرنے والا خواہ کوئی ہو' کسی

Marfat.com

حیثیت اور کسی مرتبے کا شخص ہو ـــــ مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی کسی کو کوئی نیکی کی بات بتا دے یا اپنی حرکت و عمل سے کسی بھی نیک کام کی طرف متوجہ کردے تو رہتی دنیا تک جو جو لوگ بھی اس نیکی پر عمل کریں گے ان سب کے اجروثواب کے برابر اس شخص کو اجروثواب دیا جائے گا جس نے سب سے پہلے اس نیکی اور بھلائی کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا' اور داعی اول کے اس زبردست اور بے پایاں اجر سے ان لوگوں کے اجروثواب میں قطعاً" کوئی کمی نہ ہوگی جو اپنے اپنے وقت میں اس نیکی پر عمل کریں گے۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنے قول و عمل سے برائی کی طرف لوگوں کو رغبت دلائی ہے تو قیامت تک جو لوگ بھی اس برائی میں مبتلا ہوں گے' ان سب کی سزا کے برابر اس شخص کی سزا ہوگی جس نے سب سے پہلے اس برائی کی طرف لوگوں کو بلایا' اور اس داعی اول کی زبردست سزا سے ان لوگوں کی سزا میں ہرگز کمی نہ ہوگی جو اپنے اپنے وقت میں اس گناہ کا ارتکاب کریں گے اور اس گمراہی میں مبتلا ہوں گے۔

یہ حدیث ایک مومن کو جھنجھوڑتی ہے کہ وہ ہر وقت چوکنا رہے اور غفلت کی زندگی نہ گزارے۔ اپنی بات چیت' اخلاق و اعمال اور مشغولیتوں پر نگاہ رکھے اور ہر وقت یہ سوچتا اور جانچتا رہے کہ اس کے قول و عمل اور سرگرمیوں سے لوگ کیا سیکھ رہے ہیں' اس کی ذات سے کیا پھیل رہا ہے' اس کی کتاب زندگی لوگوں کو کیا سبق دے رہی ہے اور اس کو دیکھ کو لوگ برائیوں اور گناہوں کی طرف لپک رہے ہیں' یا بھلائیوں کی طرف۔ اگر کوئی ایک برائی بھی خدانخواستہ اس کی ذات سے پھیلتی ہے تو اس حدیث کی روشنی میں اس کی سزا بڑھتے بڑھتے اتنی ہوسکتی ہے کہ سارا اعمال نامہ سیاہ ہوجائے اور اسی طرح اگر اس کی ذات سے کوئی ایک نیکی پھیلتی ہے تو اس کا اجروانعام بڑھتے بڑھتے اتنا ہوسکتا ہے کہ اس کا پورا

Marfat.com

اعمال نامہ روشن ہوجائے۔

ایک مومن کی انتہائی تمنا اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کا اعمال نامہ روشن ہو' نیکی کے کاموں میں وہ سب کے لیے نمونہ ہو' اور اس کی زندگی سے نیکی کی روشنی پھیلے۔ قرآن حکیم میں مومنین کی ایک دعا نقل کی گئی ہے' واجعلنا للمتقین اماما' (الفرقان ۲۵: ۷۴) اور اے پروردگار ہمیں نیک لوگوں کا امام بنا۔

زندگی کے جس معاملے میں جو شخص امام اور پیشوا بنتا ہے' وہ اپنے پیچھے والوں کے لیے نمونہ ہوتا ہے' نماز میں جس شخص کو آپ اپنا امام بناتے ہیں جب تک نماز میں ہوتے ہیں' وہ آپ کے لیے نمونہ ہوتا ہے' جو کچھ وہ کرتا ہے وہی آپ کرتے ہیں۔ جب وہ کھڑا ہوتا ہے آپ بھی کھڑے ہوجاتے ہیں' جب وہ جھکتا ہے آپ بھی جھک جاتے ہیں' جب وہ سجدے میں جاتا ہے آپ بھی سجدے میں گر پڑتے ہیں' غرض آپ ہر حرکت میں اسی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں اور کوئی حرکت اس کے خلاف نہیں کرتے۔ مومنین کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ' ہمیں نیک کاموں کی توفیق دے' اور ایسا نیک بنا دے کہ ہم نیک لوگوں کے لیے نمونہ ہوں' ہمیں دیکھ کر وہ نیکی اختیار کریں اور نیکی کی طرف لپکیں' ہم بدکاروں اور نافرمانوں کے لیے نمونہ نہ ہوں' زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی نیکی اور بھلائی کے لیے ہماری ذات مثال رہے' ہم نیک کاموں سے یاد کیے جائیں اور ہماری ذات سے ایسی نیکیاں پھیلیں کہ ہم نیک لوگوں کے لیے مثال اور نمونہ بنیں۔ مرنے کے بعد جب ہم رخصت ہوں تو نیک کاموں کے لیے ہماری مثال دی جائے' برے کاموں کے لیے ہماری مثال نہ دی جائے۔

مومن کی یہ انتہائی تمنا اسی وقت پوری ہوسکتی ہے اور اس کی دعا میں اسی وقت اثر پیدا ہوسکتا ہے کہ جب اس کی زندگی اس تمنا کی سچی تصویر ہو' اور اس کی

Marfat.com

زندگی سے یہ ثبوت ملے کہ واقعی دعا کے یہ الفاظ دل سے نکلی ہوئی آواز ہے' اور یہ تمنا واقعی اس کے دل کی گہرائیوں میں کروٹیں لے رہی ہے۔

لیکن اگر معاملہ کچھ اور ہو' اس کی زندگی کا رخ اس تمنا کے خلاف ہو' اس کی دوڑ دھوپ اس دعا کی تردید کررہی ہو' اور محض زبان سے وہ اس دعا اور تمنا کے الفاظ دہرا رہا ہو' تو ظاہر ہے اس کی دعا اسی کے خلاف شہادت ہوگی اور اس کی تمنا خود اسی کا مذاق اڑائے گی۔

اگر آدمی واقعی یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس سے لوگ نیکی سیکھیں' اچھے ناموں سے اس کو یاد کریں اور اس کی زندگی سے نیکی کی رغبت ہو' تو اسے اپنی زندگی بھی ایسی ہی بنانی ہوگی' اور اپنی زندگی سے اس نیک خواہش کا ثبوت دینا ہوگا۔ اور اگر وہ برے کام کرکے یہ خواہش رکھتا ہے کہ لوگ اس سے نیکی کا سبق لیں اور اچھے الفاظ سے اسے یاد کریں' تو وہ عقل و دماغ کی کسی سخت بیماری میں مبتلا ہے جس کا علاج صرف یہ ہے کہ وہ توبہ و استغفار کرے اور آئندہ اس روش سے پوری طرح پرہیز کرے۔

ایک مشہور صحابی حضرت حرملہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' یا رسولؐ اللہ ! آپ مجھے کن کاموں کے کرنے کا حکم دیتے ہیں ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا' نیک کام کرو' اور برے کاموں سے بچو۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے پیچھے لوگ تمہیں اچھے ناموں سے یاد کریں تو اپنے اندر ایسی ہی خوبیاں پیدا کرو۔ اور جن برائیوں کے ساتھ تم اپنا ذکر پسند نہیں کرتے ان برائیوں سے دور رہو ـــــ کون اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کی زندگی سے لوگ برا اثر قبول کریں اور اس کی ذات لوگوں میں برائی پھیلنے کا ذریعہ بنے۔ ہر

Marfat.com

مومن اپنے سینے میں یہی پاکیزہ خواہش رکھتا ہے کہ لوگ اسے اچھے ناموں سے یاد کریں' اس کی زندگی سے اچھائی اور بھلائی سیکھیں' اور اس کی شخصیت بھلائی پھیلانے کا ذریعہ بنے۔ لیکن خواہش کتنی ہی پاکیزہ ہو' محض خواہش کا کوئی حاصل نہیں' اگر اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے آپ عملی جدوجہد کا حق ادا نہ کریں۔ اگر آپ کی دوڑ دھوپ کا مرکز نیکی اور بھلائی نہیں ہے' آپ کی محفلوں میں نیکی اور بھلائی کے تذکرے نہیں ہیں' آپ کی مشغولیتوں میں ایمان کے تقاضوں کی جھلک نہیں ہے' آپ کے افکار و خیالات میں اسلامی رنگ نہیں ہے' آپ کے گھر' دینداری کے ہمہ وقتی مدرسے نہیں ہیں' اگر آپ کے کاروبار اور کارخانوں میں اسلامی احکام و آداب کا پاس و لحاظ نہیں ہے' اور آپ دینی اصول و احکام سے آزاد' خودسری اور خودرائی کی زندگی گزار رہے ہیں یا خدانخواستہ سرکشی اور نافرمانی کی روش پر گامزن ہیں' تو آپ کی زندگی' آپ چاہیں یا نہ چاہیں' لوگوں کو برا سبق پڑھا رہی ہے' اور آپ لوگوں کو بری راہ پر لگانے میں لگے ہوئے ہیں۔

آپ کی یہ پاکیزہ خواہش کہ آپ کو لوگ نیکی کے لیے مثال بنائیں اسی وقت پوری ہوسکتی ہے جب آپ کو دیکھ کر بے اختیار لوگوں میں نیکی کی تڑپ پیدا ہو' بھلائی کا شوق ابھرے اور آپ کی کتاب زندگی شب و روز خاموش تبلیغ و تلقین میں برابر مصروف رہے۔

Marfat.com

خدا کی پکار پر لبیک کہنے والے

خدا نے اپنے دین کی خدمت کے لیے آپ کو پکارا' آپ نے اس کی پکار پر لبیک کہا' اور دین کی دعوت و اشاعت کے کام میں لگ گئے۔ یہ محض خدا کی توفیق اور احسان ہے کہ اس نے اپنے دین کی دعوت و تبلیغ کے لیے آپ کا انتخاب فرمایا' جبکہ روئے زمین پر کروڑوں بندے ہیں جو مال و دولت' اثر و شہرت' علم و بصیرت اور قوت و اقتدار کے لحاظ سے آپ سے کہیں زیادہ آگے ہیں۔ اس کے باوجود خدا کی نظر آپ پر پڑی اور اس نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لیے منتخب فرمایا۔ اسی نے آپ کے سینے میں یہ عزم و حوصلہ پیدا فرمایا کہ آپ دین حق سے ناواقف اور غافل بندوں تک خدا کا پیغام پہنچائیں' اور انھیں اسلام کا سیدھا سچا راستہ بتائیں۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے جو خدا نے محض اپنے فضل و کرم سے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خدا کا شکر ادا کیجئے کہ اس نے آپ کو اس عظیم منصب کے لیے چنا۔ یہ انتخاب خدا کا بہت بڑا انعام بھی ہے اور بہت بڑی آزمائش بھی۔ دین حق کا علم و شعور اور دعوت دین کی ذمہ داری کا احساس دے کر خدا نے آپ پر اپنا خصوصی فضل فرمایا ہے اور یقیناً اس نے آپ کو بہت بڑے انعام سے نوازا ہے —— لیکن یہ شعور و احساس آپ کا امتحان اور آزمائش بھی ہے' اس عظیم منصب پر سرفراز فرما کر دراصل اللہ تعالیٰ آپ کو آزما رہا ہے کہ آپ

Marfat.com

اس کی وفاداری میں کس حد تک پورے اترتے ہیں' خدا کے احسان و سلوک کا اپنے عمل و کردار سے کیا جواب دیتے ہیں' اور اپنی ذمہ داری کا حق ادا کرنے میں کس قدر مخلص ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا:

وان اللہ مستخلفکم فیھا لینظر کیف تعملون۔

اور یہ کہ اللہ نے تمہیں ان لوگوں کا جانشین بنایا ہے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں' تاکہ وہ یہ دیکھے کہ تم کیا روش اختیار کرتے ہو۔

خدا کی سونپی ہوئی اس ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے لیے تین حقیقتوں کو ہمہ وقت پیش نظر رکھئے اور کسی وقت بھی ان کی طرف سے غفلت اور لاپروائی نہ اختیار کیجئے۔

- یہ کہ خدا کی نظر میں بندے کے لیے اس سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو خدا کے دین کی طرف دعوت دے۔
- یہ کہ خدا ہی نے اس کام کے لیے آپ کا انتخاب فرمایا ہے' وہ انتخاب نہ فرماتا تو آپ ہرگز اس کام میں نہیں لگ سکتے تھے۔
- یہ کہ خدا کی پکار پر لبیک کہنے والوں کے جذبات اور سرگرمیاں کیا ہوتی ہیں۔

یہ تینوں باتیں ہمہ وقت آپ کے دل و دماغ میں تازہ رہیں' صرف ایک بار انھیں پڑھ لینا یا سمجھ لینا کافی نہیں ہے' بار بار ان باتوں کو دہرایئے' بار بار انھیں اپنے ذہن میں تازہ کیجئے' آدمی بار بار بھولتا ہے' اور ضرورت ہوتی ہے کہ اسے بار بار یاددہانی کرائی جائے۔

خدا کے بندوں میں سب سے اونچا مرتبہ رسولوں اور پیغمبروں کا ہے' جو خدا کے بندوں کو خدا کے دین کی طرف بلاتے ہیں' اور اپنے قول و عمل سے لوگوں کو دین کا سیدھا اور سچا راستہ بتاتے ہیں' خدا کے یہ رسول ہر دور میں آئے' ہر قوم میں آئے' ہر ملک میں آئے اور اپنے اپنے زمانے میں انھوں نے اپنی قوم کو اسلام

Marfat.com

کی تعلیم سے روشناس کرایا' سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے اس کام کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور آپؐ نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد پورے ۲۳ سال تک خدا کے بھٹکے ہوئے بندوں کو خدا کی راہ پر لگایا' اور دین کی روشن تعلیمات سے ان کی انفرادی' سماجی اور سیاسی زندگی کو آراستہ کیا۔ آپؐ خاتم النبیین ہیں' یعنی آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی' اب رہتی زندگی تک کوئی اور نبی یا رسول نہیں آئے گا۔

نبوت کا سلسلہ تو ختم ہوگیا' لیکن وہ کام ختم نہیں ہوا جس کے لیے نبی آتے تھے' یعنی خدا کے ناواقف اور غافل بندوں کو خدا کے دین کی تعلیمات پہنچانا اور دین کی طرف دعوت دینا' اب یہ کام رہتی دنیا تک رسولؐ کی امت یعنی "امت مسلمہ" انجام دے گی' بیت اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی۔

ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک (البقرہ ۲: ۱۲۸)

اے ہمارے رب! ہمیں اپنا مسلم اور فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد سے ایک ایسی امت کو اٹھا جو تیری مسلم اور فرمانبردار ہو۔

خدا نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبول بخشا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں امت مسلمہ کو اٹھایا جو اس وقت تک دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتی رہے گی' جب تک یہ دنیا آباد ہے۔ یہ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشین ہے' اور اس کو وہی کام انجام دینا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انجام دیتے رہے۔ خدا کا ارشاد ہے:

خدا نے تمہارا انتخاب فرما لیا ہے' اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ پیروی کرو اس دین کی جو تمہارے اپنے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے' اس نے پہلے ہی سے تمہیں مسلم کے نام سے نوازا تھا اور اسی سلسلہ میں کہ رسولؐ

تمہارے لیے دین حق کی شہادت دیں' اور تم دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے دین حق کی شہادت دو۔ (سورۃ الحج)

دین میں اس سے بڑی سعادت اور کوئی نہیں ہے کہ آپ وہ خدمت انجام دیں جس کے لیے ہمیشہ انبیا مبعوث ہوتے رہے ہیں' اور جس کے لیے خدا نے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ خدا کے بندوں کو خدا کے دین کی دعوت دے کر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہیں' اور یہ حقیقت ہے کہ دین و دنیا میں انسان کے لیے اس سے زیادہ شرف اور عظمت کا کوئی دوسرا کام نہیں ہوسکتا' اپنے منصب کی قدرو عظمت کا یہ شعور آپ کو ہمیشہ سرگرم رکھے گا' آپ کو عزم' حوصلہ' ولولہ اور لگن بخشے گا اور کسی وقت بھی آپ کے داعیانہ جذبات کو مضمحل نہ ہونے دے گا۔

دوسری حقیقت جو کسی وقت بھی آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونی چاہیے' وہ یہ ہے کہ آپ اشاعت دین کی کوششوں میں اسی لیے شریک ہیں' کہ خدا نے اپنی حکمت کے تحت اس کام کے لیے آپ کو منتخب فرمالیا ہے۔ اس کی توفیق نہ ہوتی تو آپ اس عظیم کام کا حوصلہ ہرگز نہ کرسکتے تھے' اس کی توفیق کے بغیر آپ نیکی کے لیے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے' یقیناً خدا ہی نے اپنے دین کی خدمت کے لیے آپ کا انتخاب فرمایا ہے اور اس کا ہر کام علم و حکمت کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔ اس یقین و شعور کا زبردست فائدہ یہ ہے کہ آپ دو بہت بڑی نفسیاتی اور اخلاقی کمزوریوں سے محفوظ رہیں گے۔

- احساس پستی اور کہتری۔
- احساس برتری اور غرور۔

یہ وہ بدترین کمزوریاں ہیں جن کے ہوتے نہ آپ دعوت اسلامی کے لیے کسی طور مفید ہوسکتے ہیں اور نہ آپ کو دعوت اسلامی سے کوئی فائدہ پہنچ سکتا

Marfat.com

ہے۔

احساس کہتری اور پستی کا شکار آدمی دنیا میں کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں دے سکتا۔ دعوت اسلامی کے لیے بھی وہ لوگ ہرگز مفید نہیں ہوسکتے جو احساس پستی میں مبتلا ہوں' اس کے لیے ایسے ہی کارکن درکار ہیں' جو ہر محفل میں 'ہر طبقہ میں اور ہر مقام پر کسی خوف و خطر کے بغیر یقین کی پوری قوت اور جرات کے ساتھ اپنی بات پیش کرسکیں' اور اپنے پیغام کی قدرو عظمت پر یقین رکھتے ہوئے پیش کرسکیں۔ ایرانی سپہ سالار رستم کے دربار میں جہاں عام آدمی پر داخل ہوتے ہوئے لرزہ طاری ہوتا تھا' حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت ربعی بن عامرؓ نے جس جرات' بے باکی اور شان عظمت کے ساتھ اسلام کی دعوت پیش کی' حضرت جعفر طیارؓ نے جس شان کے ساتھ نجاشی کے دربار میں اسلام کی ترجمانی کی' اور حضرت ابوذر غفاریؓ نے جس جرات اور بے خوفی کے ساتھ مکے کے خونخوار نادانوں کے سامنے اعلان حق کیا' وہ تاریخ دعوت کے ایسے روشن باب ہیں جن سے داعیان حق کے قافلے رہتی دنیا تک روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

نبوت کے ابتدائی دور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سرداروں کو اپنے دسترخوان پر مدعو کیا اور ان کے سامنے یہ بات رکھی کہ جو پیغام میں لے کر آیا ہوں' اس میں تمہارے لیے دونوں جہان کی سعادت و فلاح ہے۔ بتاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟ سب خاموش تھے' ایک نوعمر لڑکا اٹھا اور اس نے کہا:

"اے چچا کے بیٹے' اگرچہ میری آنکھوں میں آشوب ہے' میری ٹانگیں پتلی ہیں' اور میں نوعمر ہوں لیکن میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

مکے کا ابتدائی دور' قریش کے تنومند سرداروں کی غضبناک نگاہیں اور ایک نوعمر' ناتواں اور بظاہر بے مایہ لڑکے کا یہ جرات مندانہ اعلان' کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا' دراصل اس یقین و شعور کا اظہار ہے کہ اس عظیم کام کے لیے خدا ہی

میرا انتخاب فرما رہا ہے' اور جب قوت و طاقت اور اثرورسوخ رکھنے والے ان تندرست و توانا سرداروں کو چھوڑ کر خدا کی نظرِ انتخاب مجھے ناتواں اور نوعمر پر پڑی ہے تو میں ظاہر کی ہر بے بسی اور ناتوانی سے بے نیاز ہوکر اعلان کرتا ہوں کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا' جس ہستی نے آپؐ کی رفاقت و معیت کے لیے میرا انتخاب کیا ہے وہ قوتوں کا سرچشمہ ہے' کائنات اسی کی چٹکی میں ہے' وہی میری پشت پناہی کرے گا۔ جب اس نے میرا انتخاب کیا ہے' تو میری پتلی ٹانگوں میں وہی استقلال کی قوت بھرے گا۔ میری دکھتی آنکھوں میں وہی روشنی پیدا کرے گا' جس سے میں دور تک دیکھ سکوں اور پیغام حق ملک کے دوردراز گوشوں تک پہنچا سکوں۔ یہ انداز فکر رکھنے والا داعی حق کبھی احساس پستی اور کہتری کا شکار نہیں ہوسکتا اور تاریخ شاہد ہے کہ اس تاریخ ساز بچے نے وہ کارنامے انجام دیے جس کے تصور سے بڑے بڑوں کے زہرے بے آب ہوتے ہیں۔

آپ بھی علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کا حوصلہ رکھتے ہیں' اور بجا طور پر آپ کو اپنے اس حوصلے پر فخر ہے۔ بے شک آپ معذور بھی ہو سکتے ہیں' کمزور و ناتواں بھی ہوسکتے ہیں' آپ کو کوئی اثرورسوخ اور شہرت و اقتدار بھی حاصل نہیں ہے اور دنیوی اعتبار سے آپ کسی اونچے مقام کے مالک بھی نہیں ہیں' لیکن خدا نے آپ کو اسلام کے شعور سے نوازا ہے اور آپ دعوت و تبلیغ کے کام میں لگے ہوئے ہیں' تو یقین کیجئے کہ خدا نے آپ کا انتخاب فرمایا ہے' ہر احساس پستی اور کہتری کو دل سے کھرچ پھینکئے اور وہی الفاظ دہرا کر کہ "اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں' میری آنکھوں میں آشوب ہے' لیکن میں آپ کا ساتھ دوں گا" تن من دھن سے اس کام میں لگ جایئے' جس نے آپ کا انتخاب کیا ہے وہ خود آپ کی ناتوانی کو توانائی سے بدل دے گا اور آپ کو وہ حوصلہ اور جرات بخشے گا کہ اس دور کے بڑے سے بڑے جبار' اور بڑے سے بڑے علم و فکر رکھنے والوں

Marfat.com

کے سامنے آپ کامل یقین اور مثالی جرات کے ساتھ اسلام کا پیغام رکھ سکیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ اس تاریخ ساز لڑکے کے الفاظ میں آپ کے لیے ایک اور سبق بھی ہے' وہ یہ کہ تبلیغ دین کا یہ عظیم فریضہ انجام دیتے ہوئے آپ پر غرور و کبر اور احساس برتری کا سایہ بھی کبھی نہ پڑنے پائے۔ یہ وہ بدترین برائی ہے جس کے ہوتے آپ کا سارا کیا کرایا اکارت جائے گا' اور آپ کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ آپ کی کوششوں سے دعوت اسلامی کو کچھ فائدہ پہنچ بھی جائے تو بھی آپ کا دامن خالی ہی رہے گا اور دعوت اسلامی سے نسبت و تعلق رکھنے کے باوجود آپ کو اپنی عبرت ناک محرومی پر رونا پڑے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ناتوانی' معذوری' بے مائیگی اور نوعمری کی تصویر کشی کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے وہ ان کی ذہنی عظمت کا اظہار ہے' وہ یوں سوچتے ہیں "میں اپنی شخصیت کے لحاظ سے کسی پہلو سے بھی اس قابل نہیں ہوں کہ اس عظیم کام کی ذمہ داری اپنے سر لوں' یہ محض خدا کی توفیق اور کرم ہے کہ اس نے مجھے اس عظیم خدمت کے لیے منتخب فرمایا' میں صرف اسی ذات کے بھروسے پر ان سنگین حالات میں رسولؐ کا ساتھ دینے کی ہمت کر رہا ہوں جس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی اور مجھے اس عزم و ارادے کی توفیق بخشی۔"

آپ اسی عظیم شخصیت کے جانشین اور پیرو ہیں' اپنے دل کے ایک ایک گوشے میں جھانک کر دیکھئے' دعوت دین کا عظیم کام انجام دیتے ہوئے کہیں آپ اپنی عظمت کے دھوکے میں تو مبتلا نہیں ہو رہے ہیں' نفس آپ کو فریب دینے میں تو کامیاب نہیں ہو رہا ہے' یقین کیجئے کہ اگر اس میدان میں آپ نفس سے دھوکا کھا گئے تو پھر دعوت اسلامی میں آپ کا کوئی مقام نہیں ہے' سمجھ لیجئے آپ نے اپنی شخصیت کو تباہ کر دیا اور آپ کی عاقبت خراب ہو گئی۔ کبر و غرور کے مریضوں کا دین میں کوئی حصہ نہیں' وہ لوگ ہرگز خدا کی بندگی نہیں کر سکتے' جو اپنے نفس کی

Marfat.com

بندگی میں مگن ہوں' اور نہ ان کا ان کوششوں کے اجروانعام میں کوئی حصہ ہے جو خدا کی بندگی کا نظام قائم کرنے کے لیے کی گئی ہوں' خواہ ان میں وہ خود بھی شریک رہے ہوں۔

تیسری حقیقت یہ علم و شعور ہے کہ خدا کی پکار پر لبیک کہنے والوں کے جذبات کیا ہوتے ہیں' وہ کس طرح سوچتے ہیں' اور ان کی زندگیاں کن اوصاف سے آراستہ ہوتی ہیں۔ مگر یاد رکھئے' اس باب میں صرف علم و شعور ہی کافی نہیں ہے بلکہ عملی طور پر ان جذبات اور اوصاف سے اپنی زندگیوں کو آراستہ کرنے کی مسلسل جدوجہد کے بغیر' آپ اپنے داعیانہ منصب کا حق ادا نہیں کرسکتے۔ آپ کے لیے بہترین نمونہ صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ہیں' جو رسولؐ کی دعوت قبول کرکے آخر دم تک ہر طرح کے حالات میں آپؐ کا ساتھ دیتے رہے' خدا کے دین کو قبول کرنے کے بعد انھوں نے کوئی چیز اپنے لیے بچا کر نہیں رکھی' بلکہ سب کچھ اس دین پر نثار کردیا' مال و دولت' اثرواقتدار' قوت و صلاحیت' وطن و اولاد' محبت و دشمنی' حتیٰ کہ اپنی جان عزیز بھی اس راہ میں قربان کردی اور پھر بھی یہ احساس انھیں بے چین کیے رہا کہ "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔"

آیئے' حوارین عیسیٰؑ کی زندگیوں کی ایک جھلک دیکھیں' یہ بھی خدا کے انصار تھے اور دین حق کے داعی اور نقیب۔ داعیان اسلام کے لیے ان کی زندگی میں بڑی کشش بھی ہے اور سبق بھی۔ قرآن کا ارشاد ہے:

فلما احس عیسی منهم الکفر قال من انصاری الی الله قال الحواریون نحن انصار الله امنا بالله واشهد بانا مسلمون ○ ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشهدین ○ (آل عمران ۳: ۵۲ - ۵۳)

پس جب عیسیٰؑ نے ان کی طرف سے مسلسل انکار کو بھانپ لیا' تو انھوں نے پکارا' کون میرا مددگار بنتا ہے' خدا کی راہ میں؟ حواریوں نے جواب دیا ہم ہیں اللہ

Marfat.com

کے انصار' ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ آپ گواہ رہیے کہ ہم مسلم اور فرمانبردار ہیں۔ اے ہمارے رب ! ہم ایمان لائے اس چیز پر جو تو نے نازل کی اور ہم نے اس رسول کی پیروی کی' سو تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ۔

رسول کی پکار کے جواب میں انصار اللہ ہونے کا عزم و اظہار' اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کا حوصلہ اور حق کی شہادت دینے والوں میں شامل ہونے کی تمنا۔ یہ حوارین عیسیٰؑ کی ایسی ایمان افروز داستان ہے جسے بار بار دہرایئے اور دل کی دنیا کو' ان جذبات اور تمناؤں سے آباد کرنے کی فکر کیجئے۔

حواری کے معنی ہیں' خیرخواہ' مددگار' حامی و ناصر۔ جس طرح انصار کا لفظ مدینے کے ان جاں نثاروں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو رسولؐ پر ایمان لائے' اور انھوں نے ہر طرح کے حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا' اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے حواری وہ جاں نثار کہلائے جو اخلاص کے ساتھ آپؑ کی دعوت پر ایمان لائے' اور ہر طرح کے نرم گرم حالات میں انھوں نے آپؑ کا ساتھ دیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے نہایت شفقت' دلسوزی اور لگن کے ساتھ اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت فرمائی اور پھر یہ آپؑ کے داعی' نقیب اور پیغامبر بن کر بنی اسرائیل کی ایک ایک بستی تک پہنچے۔

دنیوی اعتبار سے یہ کسی بڑے مرتبے کے لوگ نہ تھے' لیکن اس اعتبار سے یہ سب پر بازی لے گئے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے جوشِ دعوت میں ان کے سامنے یہ حقیقت رکھی کہ مجھے تو ہرحال میں خدا کی راہ پر چلنا ہے' اب کون یہ حوصلہ کرتا ہے کہ میرا ساتھ دے' تو حوارین نے ہر لالچ اور خوف سے بے نیاز ہو کر کہا' **نحن انصار اللہ**' اور ان نازک حالات میں یہ اعلان کیا' کہ جب قوم کے علماء' سردار اور مقتدر لوگ محروم رہ گئے اور خدا نے ان بے اثر لوگوں کو اپنے کام کے لیے منتخب فرما کر اپنے رسول کی رفاقت اور نصرت کی توفیق بخشی۔

Marfat.com

انصار اللہ ہونے کا اعلان کرتے ہوئے وہ خوب سمجھ رہے تھے کہ اس اعلان کا کیا مطلب ہے' انصار اللہ ہونے کے کیا تقاضے ہیں اور یہ اعلان کرکے ہم کن ذمہ داریوں اور وفاداریوں کا اقرار کررہے ہیں ـــــ چنانچہ **نحن انصار اللہ** کہنے کے بعد انھوں نے خود ہی ان تقاضوں کو واضح کیا' اور خدا سے اپنی وفاداری کا عہد استوار کیا۔

○ ہم سچے دل سے خدا پر ایمان لائے۔ اب ہماری زندگی ایمان کی روشنی میں گزرے گی۔

○ آپ گواہ رہیے کہ ہم مسلم اور فرمانبردار ہیں' ہم اقرار کرتے ہیں اور آپ کو گواہ بنا کر اقرار کرتے ہیں' آپ دیکھیں گے کہ ہم خدا کے وفادار بندے ہیں' وفاداری اور جاں نثاری ہی ہمارا شیوہ ہے۔

○ ہم خدا کی بھیجی ہوئی وحی پر ایمان لائے۔ ہم بے چون و چرا اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

○ ہم رسول کی پیروی میں زندگی گزارتے ہیں اور کسی مرحلے میں بھی ان کی قیادت سے سرتابی نہیں کرتے۔

○ اور ہم اپنے قول و عمل سے اس حق کی شہادت دیتے ہیں' جس کا تو نے ہمیں امین بنایا ہے۔

پروردگار ! ہماری دعا یہ ہے کہ حشر کے میدان میں ہمارا شمار حق کی شہادت دینے والوں میں ہو' حق کو چھپانے والوں میں نہ ہو۔ تو نے جب ہمیں اپنے دین کا شعور دیا ہے' اپنے دین کی دعوت قبول کرنے کی توفیق دی ہے اور ہمیں دین کی خدمت کے لیے قبول کرلیا ہے تو ہم ہرحال میں حق کی شہادت دیں گے' دل سے' زبان سے' عمل سے اور اگر ضرورت ہوگی تو جان دے کر یہ شہادت دیں گے کہ یہی اصل شہادت ہے۔ لہٰذا اے ہمارے رب ! ہمارا نام حق کی شہادت دینے والوں

Marfat.com

میں لکھ اور ان لوگوں میں ہرگز نہ لکھ جو حق واضح ہونے کے بعد اپنے قول و عمل سے حق کی شہادت دینے کے بجائے حق کو چھپانے کا سنگین جرم کرتے ہیں۔

آپ نے بھی خدا کی دعوت پر لبیک کہا ہے' دعوت اسلامی کو قبول کیا ہے اور انصاراللہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اپنے جذبات ' احساسات' تمناؤں اور آرزوؤں کا جائزہ لیجئے' اپنے حوصلوں' ارادوں اور ولولوں پر نگاہ ڈالیے' اپنے قول و عمل پر نظر کیجئے' اپنی شب و روز کی سرگرمیوں کا تجزیہ کیجئے اور اپنے رب سے آپ نے جو عہد کیا ہے اسی کو گواہ بنا کر انصاف کے ساتھ اپنا احتساب کیجئے کہ آپ کے ذہن و فکر' علم و فن' مال و دولت اور جسم و جان کی قوتیں کہاں صرف ہو رہی ہیں اور خدا نے اس دور میں اپنے کروڑوں بندوں میں سے اپنے دین کی خدمت کے لیے آپ ہی کو منتخب فرمایا ہے تو خدا کے اس انتخاب کے ساتھ آپ کا سلوک کیا ہے۔

Marfat.com

آپ اور آپ کے اہل و عیال

آپ وطن سے دور کسی خوش حال ملک میں قیام پذیر ہیں' زندگی بڑے عیش سے گزار رہے ہیں' خوشنما کوٹھی' حسین کار' عزت' شہرت' دولت اور راحت و سکون کا ہر سامان مہیا ہے' آپ اپنے دوستوں' عقیدت مندوں' ساتھیوں اور بہی خواہوں کے ساتھ اپنی کوٹھی میں جشن منا رہے ہیں' ہر طرح چہل پہل ہے' انواع و اقسام کے کھانے تیار ہو رہے ہیں' احباب آرہے ہیں' آپ مسکراتے چہرے سے ان کا استقبال کر رہے ہیں' ان سے بغل گیر ہو رہے ہیں' خوشی کے قہقہے بلند ہو رہے ہیں' اور ہر طرف مسرت کی لہریں ہیں' لوگ بھی آپ کو رشک سے دیکھ رہے ہیں' آپ کی خوش بختی کے چرچے کر رہے ہیں اور آپ بھی اپنی سعادت پر نازاں ہیں اور بجا طور پر نازاں ہیں۔

مگر یکایک آپ کچھ سوچتے ہیں اور آپ کی حسین آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو بے اختیار ٹپک پڑتے ہیں۔ آپ کے بچے' آپ کی وفا شعار بیوی' آپ کے شفیق ماں باپ آپ سے دور وطن میں ہیں' نہ معلوم وہ کس حال میں ہیں' جس قدر آپ سوچتے جاتے ہیں' آپ کے غم میں برابر اضافہ ہوتا جاتا ہے' آپ اپنے عیش و سکون میں ایک زبردست خلا سا محسوس کرنے لگتے ہیں' قدرتی طور پر آپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کاش میرے ماں باپ میرے ساتھ ہوتے' کاش میری وفا شعار بیوی میرے پاس ہوتی' کاش میرے پیارے بچے میری آنکھوں

Marfat.com

کے سامنے ہوتے اور میں ان سب کے ساتھ مل کر جشن مناتا۔ کاش میری خوشیوں میں یہ سب شریک ہوتے' یہ سب میرے ساتھ ہوتے تو میں کتنا خوش نصیب ہوتا' میرے ماں باپ کس قدر خوش ہوتے' میری بیوی کی مسرت کا کیا حال ہوتا' میرے بچے کس قدر مسرور ہوتے اور خود میں کس قدر خرم اور شاد ہوتا۔

ذرا آنکھیں بند کرلیجئے اور تصور کی قوتوں کو یکجا کرکے تصور کی آنکھوں سے دیکھیے۔ جنت کا بے مثال باغ ہے' یاقوت و زمرد کا مثالی محل ہے' حوروں کے نقرئی قہقہے ہیں' غلمان کی چہل پہل ہے' چاروں طرف سے سلام و تحیات کی دلنواز صدائیں ہیں' عزت ہے' اقتدار ہے' عیش و عشرت ہے' سکون و اطمینان ہے' بھرپور جوانی ہے' ہمیشہ قائم رہنے والی صحت ہے' نیک اور صالح بندوں کا پڑوس ہے' نہ شور ہے نہ ہنگامہ' نہ بیہودہ گفتگو ہے' نہ کسی گناہ کا چرچا' ہر طرف سلامتی اور تحیات کی صدائیں' ہر طرف خوشی کی چاندنی بکھری ہوئی ہے' خدا نے آپ کو ہر نعمت سے نواز رکھا ہے اور پھر جنت کی اس پررونق زندگی میں ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ آپ کو اپنے رب کا دیدار حاصل ہوتا ہے' آپ کی خوش بختی کا کیا ٹھکانا کہ آپ کا رب آپ سے کہتا ہے' میرے بندے میں تجھ سے راضی ہوں' اب کبھی میں تجھ سے ناراض نہ ہوں گا۔ ذالک ھو الفوز العظیم۔

کیا آپ گوارا کریں گے کہ اس جنت میں آپ کی بیوی آپ کے ساتھ نہ ہو' آپ کے بچے آپ کے پاس نہ ہوں' آپ کے ماں باپ آپ کے ہمراہ نہ ہوں' کیا آپ برداشت کرسکتے ہیں کہ آپ کے بیوی بچے اور آپ کے ماں باپ ان نعمتوں سے محروم ہوں اور آپ تنہا ان نعمتوں سے فیض یاب ہوں' کیا ان کے بغیر آپ کو اپنا عیش و آرام ادھورا نہ معلوم ہوگا۔ کیا یہ سوچ کر آپ کا دل نہیں بیٹھنے لگتا کہ آپ کی اولاد' آپ کے والدین اور آپ کی پیاری بیوی جنت کی ان نعمتوں سے محروم رہیں۔

Marfat.com

بجا طور پر آپ کی یہی تمنا ہے کہ جنت کی ان سدا بہار نعمتوں میں آپ اپنے بچوں کے ساتھ رہیں' آپ کی رفیقہ حیات آپ کے ساتھ عیش کرے' آپ کے ماں باپ آپ کے ساتھ سکون' آرام کی زندگی گزاریں' اور سب مل کر جنت کی بے نظیر نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں' آپ کی آرزو ایک فطری آرزو ہے ـــــ کتنی بڑی خوش نصیبی ہوگی کہ آپ کی یہ آرزو پوری ہو اور آپ عزیزوں کے ساتھ فردوس بریں میں خدا کا قرب حاصل کریں۔

خدا کی کتاب گواہ ہے کہ آپ کی محبوب بیوی' آپ کے پیارے بچے' آپ کے شفیق ماں باپ کل جنت کی نعمتوں میں آپ کے ساتھ ہوں گے' اور آپ ان کی معیت اور رفاقت میں جنت کی ابدی قیام گاہ میں عیش و اطمینان کی زندگی گزاریں گے' مگر ایک شرط ہے ـــــ اور اس شرط کو پورا کرنے کے لیے خدا نے آپ کو پورا پورا موقع دیا ہے' بلکہ آپ سے مطالبہ بھی ہے کہ آپ اپنے اور اپنے اہل و عیال کی خاطر اس شرط کو پورا کرنے کی سنجیدہ اور مسلسل کوشش کریں۔ نہایت دلسوزی اور حکمت کے ساتھ جدوجہد جاری رکھیں ـــــ شرط صرف یہ ہے کہ آپ کے اہل و عیال اور ماں باپ خدا کے فرمانبردار اور صالح ہوں۔

آپ اپنی آرزو میں سچے ہیں' آپ کی آرزو فطری آرزو ہے۔ خدا نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ آپ کی آرزو پوری ہوگی' مگر آپ کے وہی عزیز جنت میں عیش جاوداں حاصل کرسکیں گے جن کی زندگی خدا کی فرمانبرداری میں گزری ہوگی۔ قرآن کا ارشاد ہے:

اولئک لھم عقبی الد ار ○ جنت عد ن یدخلونھا ومن صلح من اباء ھم وازواجھم و ذ ریتھم والملئکۃ یدخلون علیھم من کل باب ○ سلم علیکم بما صبرتم (الرعد ۱۳: ۲۲ - ۲۴)

Marfat.com

عاقبت کا گھر انہی لوگوں کے لیے ہے' یعنی ایسے باغ جو ان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے۔ وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباؤاجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو جو صالح ہوں وہ بھی ان کے ساتھ وہاں جائیں گے۔ فرشتے ہر طرف سے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے اور ان سے کہیں گے' تم پر سلامتی ہو' تمہارے صبر کے صلے میں۔

یہاں پروردگار نے اہل جنت کی کچھ بنیادی خوبیاں بیان کی ہیں جن کے صلے میں خدا ان کو جنت سے نوازے گا اور پھر فرمایا گیا' کہ عیش جاوداں کا یہ گھر ان کے لیے بھی ہے اور ان کے خاندان والوں کے لیے بھی' مگر خاندان کے وہی افراد اہل جنت کے ساتھ ہوں گے جو نیک اور صالح ہوں۔

خاندان کے نیک و صالح افراد ہی کل آپ کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ قرآن کی یہ وضاحت آپ کی معلومات میں اضافہ کے لیے ہی نہیں ہے' بلکہ ایک انتہائی لطیف پیرائے میں خدا نے آپ کو آپ کی ذمہ داری یاد دلائی ہے اور نہایت فطری اور نفسیاتی انداز میں آپ کو متوجہ کیا ہے کہ اگر آپ واقعی اپنی تمنا میں سچے ہیں تو سنجیدگی سے غور کیجئے کہ آپ اپنے اہل خاندان کو نیک و صالح بنانے کے لیے کیا کوششیں کر رہے ہیں' آپ کا طرز عمل اور آپ کی سعی و فکر ہی بتائے گی کہ آپ کس حد تک اپنی تمنا اور آرزو میں سچے اور سنجیدہ ہیں۔

قرآن کا منشا یہ ہے کہ اگر آپ کی دلی خواہش واقعی یہ ہے کہ کل جنت کی ابدی نعمتوں میں آپ کی پیاری اور محبوب بیوی' آپ کے شفیق ماں باپ آپ کے ساتھ ہوں' تو آپ کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ آپ ان کو جنت کی راہ پر چلانے کے لیے اپنی ساری کوششیں لگا دیں۔ اپنی زندگی کو بنانے اور سنوارنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی آپ ہی کی ذمہ داری ہے کہ ان کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی بھی آپ فکر کریں' اور اس فکر سے کسی وقت غافل نہ ہوں۔

Marfat.com

کل اگر آپ اپنے قریبی عزیزوں کو اپنے ساتھ خدا کی رحمتوں میں دیکھنے کے خواہش مند ہیں تو آج اس خواہش کی تکمیل اور اس آرزو کو پورا ہونے کے لئے آپ کو موقع حاصل ہے۔ اگر آپ اس موقع سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو آپ اپنی خواہش اور آرزو میں سچے ہیں' ورنہ یہ محض ایک خیال ہے اور آپ نے سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور نہیں کیا ہے۔

اہل خاندان کی دینی تعلیم و تربیت اور دعوت و اصلاح سے غفلت دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ تمنا آپ کے دل کی گہرائی میں نہیں ہے' یا جنت کو ابھی اپنی منزل بنانے میں آپ کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ اگر فی الواقع جنت ہی آپ کی منزل ہے' اور آپ کو اپنے اہل و عیال اور ماں باپ سے واقعی دلی محبت ہے' تو آپ ان کو دین کی سیدھی سچی راہ چلانے کی فکر سے کسی لمحے بھی غفلت نہ برتیں' ان کی اصلاح و تربیت کی کوشش مسلسل کرتے رہیں اور نہایت دلسوزی اور لگن کے ساتھ کرتے رہیں۔ اس جدوجہد میں کوتاہی کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ آپ خود ہی اپنی تمنا پوری کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں' اور آپ دانستہ یا نادانستہ خود ہی نہیں چاہتے کہ آپ کی اپنی آرزو پوری ہو۔

اسلام ایک فطری دین ہے' اس کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے آپ کی اسی فطری تمنا کو آپ کا دینی فریضہ قرار دیا ہے۔ آپ اس فرض کو انجام دیں گے تو اپنی ہی تمنا پوری کریں گے' لیکن خدا کی نوازش کا حال دیکھیے کہ وہ آپ کو اس ذمہ داری کی انجام دہی پر مزید اجروانعام سے نوازے گا' اور اپنے اہل و عیال اور اہل خاندان کی تربیت و اصلاح کی کوششوں کا آپ کو صلہ بھی عطا فرمائے گا۔ آپ کی یہ ذمہ داری قرآن نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

یایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا ○ (التحریم ۶۶ : ۶)

اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

Marfat.com

خدا کے رسولؐ کا ارشاد ہے:

باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ یہ ہے کہ وہ اس کی تربیت و اصلاح کرے۔

نیز آپؐ نے فرمایا:

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا موقع ختم ہوجاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کرجائے' دوسرے یہ کہ وہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ اس کے بعد فائدہ اٹھائیں' تیسرے یہ کہ وہ نیک اولاد چھوڑ جائے جو اس کے بعد اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے۔ (مسلم)

آپ کا فیصلہ اور آپ

دین کی پکار پر لبیک کہتے وقت آپ اس عزم کے ساتھ آگے بڑھے تھے' کہ اب پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں گے۔ واپسی کی کشتیاں جلا کر آپ نے اس راہ میں قدم رکھا تھا' اور اپنے خدا سے یہ عہد کیا تھا' کہ پروردگار! یہ جان بھی تیری ہے' یہ مال بھی تیرا ہے' اور یہ سب کچھ میں نے تیرے ہاتھ بیچ دیا ہے' میرا اپنا اب کچھ نہیں ہے' سب کچھ تیرا ہے اور تیری ہی راہ میں صرف ہوگا۔ پروردگار! مجھے معاف فرما' مجھے شعور نہیں تھا' میں غفلت میں تھا' تیرا کرم ہے کہ تو نے مجھے غفلت سے بیدار کیا' اور اپنے دین کی خدمت کی سعادت بخشی۔ پروردگار! کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں' تو نے مجھے وہ سعادت بخشی جو تو صرف اپنے منتخب بندوں کو ہی بخشتا ہے۔

آپ نے اپنے خدا کے دین کو سب سے بڑی دولت سمجھ کر اپنایا تھا' بڑی عقیدت کے ساتھ اپنایا تھا' اور اس یقین کے ساتھ دین کی خدمت کا بیڑا اٹھایا تھا کہ خدا نے وہ عظیم خدمت آپ کے سپرد کی ہے' جس سے زیادہ عزت و عظمت کا اور کوئی کام دنیا میں نہیں ہے' آپ کو اپنی اس سعادت پر فخر تھا اور بجا فخر تھا۔ آپ نے اپنے رب سے عہد کیا تھا۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مجاہد میں اسی لیے نمازی

آپ نے مبارک فیصلہ کیا تھا کہ میں مرتے دم تک اسی دین کی خدمت میں

Marfat.com

لگا رہوں گا' کوئی ساتھ دے نہ دے' میں آگے بڑھتا رہوں گا۔ لوگ ساتھ چلنے سے انکار کردیں گے تو میں تنہا چلوں گا۔ اس لیے کہ مجھے صرف اپنے رب کی رضا مطلوب ہے۔

کیسا مبارک تھا آپ کا فیصلہ' کیسے پاکیزہ تھے آپ کے جذبات' اور کیسی ایمان افروز تھیں آپ کی سرگرمیاں۔ آپ خفا نہ ہوں' میری نظریں یہ ماضی کی یادیں ہیں' ولولہ انگیز یادیں' آپ کو اصرار ہے کہ آپ کا فیصلہ اب بھی یہی ہے' آپ کے جذبات اب بھی یہی ہیں' آپ کی سرگرمیاں اب بھی یہی ہیں' نہ آپ کا عہد بودا تھا' نہ آپ کا فیصلہ کمزور تھا' نہ آپ کے جذبات سرد پڑے ہیں' نہ آپ کی سرگرمیاں کسی جمود کا شکار ہوئی ہیں ـــــ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ لیکن کیا کروں اپنی ان آنکھوں کا' کہاں لے جاؤں اپنے ان کانوں کو' کیا کروں اپنے احساس کا۔

کبھی جب میں آپ کو دیکھا کرتا' تو اپنی زندگی پر شرم آتی اور بے اختیار لب پر دعا بن کر یہ تمنا آتی کہ پروردگار میری عمر کا کچھ حصہ ان کو عطا فرمادے۔ میں جب آپ کو سرگرم کار دیکھتا' تو ایک حیرت انگیز ولولہ محسوس کرتا' راہ حق میں بڑھنے کی بے پناہ قوت کا احساس ہوتا' آپ کو بڑے رشک سے دیکھتا' اپنے لیے مثال بناتا' اور بہت کچھ کرنے کے بعد بھی یہ محسوس کرتا' کہ آپ کی منزل مجھ سے بہت آگے ہے' بہت کچھ کرنے کے بعد بھی شاید میں آپ کو نہ پا سکوں' اور پھر عقیدت و محبت کے ساتھ میری نگاہیں آپ کے نورانی چہرے پر جم جاتیں' مگر اب ـــــ اب مجھے نہ وہ عزائم نظر آتے ہیں نہ وہ ولولے' نہ وہ خار اشکن جذبات ہیں نہ حوصلے' وہ سرگرمیاں ہیں نہ وہ ہمت و ارادے۔

آپ کا کہنا بجا کہ آپ کے ساتھیوں نے حوصلے چھوڑ دیے۔ آپ کے ساتھی

Marfat.com

اپنے عہد میں بودے ثابت ہوئے۔ آپ کا یہ کہنا بھی صحیح کہ آپ سے بہت آگے چلنے والے بہت سے ساتھی آپ سے بھی پیچھے رہ گئے۔ یہ کہنا بھی بجا کہ بہت سے سو گئے۔ اور ایسے سوئے کہ اب بیدار ہونے کا نام نہیں لیتے' یہ کہنا بھی حق کہ اگر آپ کے ساتھی برابر ساتھ دیتے رہتے تو آپ بہت آگے ہوتے' مگر راہ حق کے ساتھی! آپ ہی ذرا گردن جھکا کر سوچئے' کیا آپ کی یہ تاویلیں صحیح ہیں ؟ کیا آپ اپنے خدا سے اسی وقت وفاداری کریں گے جب دوسرے بھی کریں' کیا آپ نے اپنے خدا سے اس شرط کے ساتھ عہد کیا تھا کہ دوسرے تیرے دین کو سربلند کریں گے تو میں بھی مدد کروں گا ورنہ پیچھے ہٹ جاؤں گا۔ کیا آپ ان تاویلوں اور بہانوں پر مطمئن ہیں ؟ آپ ہی بتایئے اس قافلے کا ہر راہی اگر یہی عذر اور یہی تاویل کرنے لگے تو قافلے کا کیا حشر ہوگا' اور خدا کے اس دین پر کیا بیتے گی جو آپ کو جان سے زیادہ عزیز ہے۔

دین کی پکار پر لبیک کہنا سب سے بڑی سعادت ہے اور اس راہ میں برابر آگے بڑھتے رہنا اس سعادت کی علامت ہے' مگر آپ آگے نہیں بڑھ رہے ہیں بلکہ پیچھے ہٹ رہے ہیں' اس سعادت سے محروم ہورہے ہیں اور حیرت ہے کہ آپ کو اپنی اس محرومی کا احساس بھی نہیں' آپ کو ذرا پریشانی نہیں کہ آپ اپنے خدا کی نظر سے گر رہے ہیں' اس کی عنایت سے محروم ہورہے ہیں' آپ کا سینہ خدمت دین کے ان ولولوں اور حوصلوں سے خالی ہوتا جارہا ہے جو آپ کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں۔ کبھی آپ کو دیکھ کر لوگ زندگی کی تڑپ محسوس کرتے تھے' اب وہ آپ کو یاددہانی کرا رہے ہیں۔ بے شک دنیا کو آپ نے اپنا مقصد نہیں بنایا ہے' لیکن آپ کو احساس نہیں' اس مکار بڑھیا نے نہایت چالاکی سے آپ کو اپنے جال میں پھانس لیا ہے۔ آپ سوچ رہے ہیں کہ دین کا دامن بھی آپ کے ہاتھ میں ہے اور دنیا بھی آپ کے قدموں میں ہے' لیکن آپ دھوکے میں ہیں'

Marfat.com

آپ دین کی راہ میں بہت آگے بڑھ کر بہت پیچھے ہٹ آئے ہیں' اور اگر آپ اس احساس سے بھی محروم ہیں' تو یہ بہت بڑا سانحہ ہے' ایسا سانحہ جو آپ کی موت سے زیادہ تکلیف دہ ہے' اور اس پر اگر خون کے آنسو بہائے جائیں تب بھی غم ہلکا نہ ہوگا۔

نفس کو ڈھیل نہ دیجئے' یہ آپ کا سب سے بڑا دشمن ہے' اس سے کڑا محاسبہ کیجئے' انصاف اور سنجیدگی کے ساتھ اپنے جذبات کا جائزہ لیجئے' اپنے عزائم اور حوصلوں پر نگاہ ڈالیے' اپنے ارادوں کا جائزہ لیجئے' اپنی تمناؤں اور آرزوؤں پر احتساب کی نظر ڈالیے' اپنی تنہائی کی دعاؤں کو سننے کی کوشش کیجئے' آپ اپنے خدا سے کیا چاہتے تھے اور اب کیا چاہ رہے ہیں' آپ کی تمنائیں کیا تھیں' اور اب کیا ہیں' آپ کی شب و روز کی دوڑ دھوپ کن کاموں کے لیے تھی' اور اب کن مقاصد کے لیے ہے' آپ کن آرزوؤں میں مگن تھے اور اب کیا خواب دیکھ رہے ہیں۔

مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے' کہ آپ اپنا پورا سبق بھولتے جارہے ہیں کل تک جن قدروں کے لیے آپ سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھے' آج وہ آپ کی نظر میں بے وزن ہوتی جارہی ہیں' کل تک جن برائیوں کو دیکھ کر آپ کی پیشانی پر غضب کی شکنیں نمودار ہوجاتی تھیں' آج آپ انہی برائیوں سے سمجھوتہ کررہے ہیں' کل تک جن منکرات کو آپ مٹانے کے لیے سینہ سپر تھے' آج وہی منکرات دانستہ یا نادانستہ آپ کے وجود سے قائم ہورہے ہیں' اور آپ نہایت سادہ لوحی کے ساتھ حالات کی رو میں بے اختیار بہے چلے جارہے ہیں۔

کل آپ کو خدا کے حضور کھڑا ہونا ہے' اس خدا کے حضور جس سے آپ نے عہد کیا تھا' اور اس یقین کے ساتھ عہد کیا تھا' کہ وہ اپنے مزدوروں کا اجر

Marfat.com

ہرگز ضائع نہیں کرتا' وہ اپنے وفادار غلاموں کی کارگزاریوں سے کسی لمحے غافل نہیں ہوتا' نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند' وہ اپنے بندوں کی محنت و جانفشانی کی قدر کرتا ہے اور کبھی کسی مستحق کو محروم نہیں کرتا۔ اس خدا کے حضور کل آپ کھڑے ہوں گے' اور وہ آپ سے کہہ رہا ہوگا' میرے بندے! میں نے تجھے دین حق کا شعور دیا تھا' تیرا ہاتھ پکڑ کر خدمت دین کی راہ پر لگا دیا تھا' تجھے توفیق دی تھی کہ میرے نیک بندوں کے ساتھ میرے دین کو سربلند کرنے میں لگ جائے' پھر تجھے کیا ہوا' تو اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر کہاں بھاگ گیا۔

کیا آپ خدا کو یہ جواب دیں گے کہ پروردگار! میں اپنے دوسرے ساتھیوں کو مضمحل دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا' میں نے اس لیے تیرے دین کی خدمت سے ہاتھ کھینچ لیا کہ دوسروں کو بھی میں نے یہی کرتے دیکھا' میں نے اس لیے وفاداری کا ثبوت نہیں دیا کہ دوسرے بے وفا ثابت ہو رہے تھے' میرے جذبات اور ولولے اس لیے سرد پڑ گئے کہ دوسروں کو میں نے ٹھنڈا دیکھا' میں سب کچھ جاننے کے بعد اس لیے پیچھے پلٹ گیا' کہ مجھ سے زیادہ جاننے والے پیچھے پلٹتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

اس نے پہلے کہ آپ کی آنکھیں بند ہوں' خدارا آنکھیں کھولیے اور اپنے رویے پر غور کیجئے' اپنے خدا سے کیے ہوئے عہد کو تازہ کیجئے۔ کوئی عہد پورا کرے یا نہ کرے آپ اپنا عہد پورا کرنے کا عزم کیجئے۔ کوئی اس راہ میں بڑھتا نظر آئے یا نہ آئے آپ آگے بڑھئے۔ آپ نے معاملہ خدا سے کیا ہے' کسی بندے سے نہیں کیا ہے' اور جب دین کے کچھ خادم مضمحل ہوتے نظر آئیں تو آپ اپنے حوصلے اور بلند کر دیجئے۔ جب کچھ لوگ جی چھوڑتے محسوس ہوں' تو اپنا جوش و ولولہ اور بڑھا دیجئے۔ اور جب سب بھاگتے نظر آئیں تو آپ اپنے قدم اور جما دیجئے۔ دوسروں سے آپ جو کچھ توقعات رکھتے ہیں وہ خود پوری کر دکھایئے۔ دوسروں کا شکوہ نہ کیجئے' اپنے عمل سے انھیں شرم دلایئے۔ اور کوئی

Marfat.com

ساتھ نہ دے تو اپنے خدا سے بے پایاں اجر لینے کے لیے اپنی رفتار کو اور تیز کر دیجئے۔

نوا را تلخ تر می زن چوں ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر می خواں چوں محمل را گراں بینی

Marfat.com

آپ اور آپ کا نصب العین

آپ ایک انقلابی انسان ہیں' آپ حالات کو بدل ڈالنے کا عزم لے کر اٹھے ہیں۔ آپ اپنے پسندیدہ اصول و نظریات کے مطابق ایک ایسا خوشگوار انقلاب لانا چاہتے ہیں کہ انسان کی انفرادی زندگی بھی بدل جائے اور اجتماعی زندگی بھی۔ آپ اسلام سے عقیدت رکھتے ہیں' اور آج کی دکھی انسانیت کے تمام مسائل کا حل اسلام کو سمجھتے ہیں' آپ اسلام کے داعی ہیں اور زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کو غالب اور نافذ کرنے کے لیے کوشاں ہیں' آپ کی تمنا یہ ہے کہ خدا کے بندے صرف خدا کی بندگی کریں' اور اس دین کامل کے مطابق زندگی گزاریں جو خدا نے ان کے لیے پسند کیا ہے' آپ کی پاکیزہ آرزو یہ ہے کہ دنیا اسلام کے رنگ میں رنگ جائے اور اسلام کی بے بہا برکتوں سے مالا مال ہوجائے۔ کتنا بلند ہے آپ کا یہ نصب العین اور کتنی مبارک ہے آپ کی یہ تمنا۔

آپ کی پرسوز اور دلنواز گفتگوئیں بھی میں نے سنی ہیں' آپ کے منصوبوں سے بھی میں واقف ہوں' اصلاح و تربیت کے لیے آپ کی کوششیں بھی میرے سامنے ہیں' آپ کی مرتب اور مدلل تقریریں بھی میں نے سنی ہیں' دل کی گہرائی میں ان کا اثر بھی محسوس کیا ہے' اور ذہن و دماغ کو اطمینان بھی ہوا ہے' خدا شاہد ہے کہ دل سے بے اختیار دعا نکلی ہے ---- "خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے۔" بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ میں نے تنہائی میں آپ کے لیے پروردگار سے دعائیں کی

ہیں' آپ کی کامیابی اور آپ کی درازی عمر کے لیے التجائیں کی ہیں' اور اکثر میں نے اپنی آنکھوں کو بھیگا ہوا پایا ہے۔

مگر محترم ! تلخ نوائی معاف فرمائیں "آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے" ' میری زندگی میں کچھ تلخ لمحات بھی آئے ہیں' انتہائی تلخ ـــــ کوشش کے باوجود ان کی تلخی کسی طرح کم نہیں ہو پاتی۔ جب بھی یہ لمحات یاد آتے ہیں' میں حیران اور پریشان ہوجاتا ہوں ـــــ اور اپنے رب سے دعائیں کرتا ہوں کہ پروردگار ! یہ لمحے مجھے پھر کبھی نہ دکھانا۔

محترم ! ان تلخ لمحات کا تعلق بھی آپ سے ہے ـــــ کاش ان کا تعلق آپ سے نہ ہوتا ـــــ یہ لمحات وہ ہیں' جب میں نے آپ کی دلنواز گفتگو اور آپ کے طرز عمل میں فاصلہ محسوس کیا ہے' ایسا عظیم فاصلہ' جس کو کسی حسین تاویل اور کسی حسن ظن سے میں طے کرنے میں کامیاب نہیں ہوا' اور ہر بار اپنے کو سنبھالنے کی آخری کوشش کے باوجود' مجھ پر مایوسی' پریشانی' حیرانی اور حوصلہ شکنی کی وہ کیفیت طاری ہوئی جس کے بیان سے بھی میرا دل دکھتا ہے۔ خدا سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں کہ الٰہی تو اپنے کرم سے اس فاصلے کو کم کردے' نہیں' بلکہ ختم کردے اور جب کبھی یہ سوچتا ہوں' کہ قول و عمل کا یہ فاصلہ کچھ سادہ لوح بندوں کے لیے خدا کے دین سے بیزاری کا باعث بھی بنتا ہوگا' تو عقل و فہم کی قوتیں جواب دینے لگتی ہیں' اور میں بے چین ہوکر خدا کے دامنِ عفو و کرم میں پناہ ڈھونڈنے لگتا ہوں۔

آپ کا عذر بجا ہے کہ حالات انتہائی سنگین ہیں۔ دولت کی ریل پیل نے انسان سے فکر انجام کی سنجیدگی چھین لی ہے' آپ یہ کہنے میں بھی حق بجانب ہیں' کہ کسی کے دل پر آپ کا زور نہیں' آپ صحیح کہتے ہیں' کہ معاشرے کو اپنی

Marfat.com

پسندیدہ راہ پر رواں دواں کردینا آپ کے اختیار میں نہیں ہے' بے شک آپ بزور حالات کی کلائی نہیں موڑ سکتے' آپ کا ارشاد بجا ہے' کہ آپ صرف اپنی بات بتا سکتے ہیں' سمجھا سکتے ہیں' لیکن کسی کے دل میں' بات اتار دینا اور اسے بدل ڈالنا ہرگز آپ کے بس میں نہیں۔ آپ کا یہ شکوہ بھی بجا ہے کہ لوگ آپ کی بات پر دھیان نہیں دیتے' حق کا وزن نہیں محسوس کرتے' اور کسی ذمہ داری کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ بات کو طول نہ دیجئے' مجھے آپ کی بے بسی کا احساس ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ حالات بدل ڈالنے کا آپ کو کوئی اختیار نہیں' آپ معذور ہیں' خدا کی نظر میں بھی اور بندوں کی نظر میں بھی۔

مگر میرے محترم! جن تلخ لمحات کا اور جن فاصلوں کا ذکر میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں' ان میں کوشش کے باوجود میں آپ کی معذوری سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میری کڑھن یہ ہے کہ آپ اپنی گفتگوؤں' اپنی تقریروں' اپنی تحریروں اور دعوؤں میں جو کچھ دوسرے کے لیے چاہتے ہیں مجھے ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنے لیے وہ نہیں چاہتے! آپ سماج کو اسلامی سماج بنانا چاہتے اور اس کی خیروبرکت کو بڑے مدلل انداز میں دل نشین کراتے ہیں' مگر میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا اپنا گھر اس کی برکتوں سے محروم ہے۔ آپ کے اپنے کارخانے' اپنی فیکٹریاں' اپنے دفاتر اور اپنے ادارے ان برکتوں سے خالی ہیں' آپ اپنے زوربیان سے پھر مجھے ادھر متوجہ کررہے ہیں کہ گھر میں رہنے والوں' دفتروں اور اداروں میں کام کرنے والوں کے دلوں پر ہمارا کیا اختیار؟ ---- مگر محترم میں اس پر گفتگو نہیں کررہا ہوں' میری گفتگو کا محور آپ کا برتاؤ' آپ کا طرز فکر' آپ کا انداز عمل اور آپ کا رویہ ہے! آپ کے گھر والے آپ کے رویے سے کیوں غیر مطمئن ہیں' آپ کے برتاؤ سے کیوں شاکی ہیں' وہ کیوں آپ کو ایک اچھا انسان تصور نہیں کرتے۔ آپ کے طرز عمل کو اپنے لیے مثال بنانے کے بجائے' اس سے

Marfat.com

بیزار کیوں ہیں ؟

آپ کے دفتروں' آپ کے کارخانوں اور اداروں میں کام کرنے والے' اور آپ سے کاروباری تعلق رکھنے والے آپ کے سلوک سے کیوں نالاں ہیں' ان کے دلوں میں یقین کی یہ ٹھنڈک کیوں نہیں پیدا ہوتی کہ آپ کے دعوے کے مطابق اسلامی نظام جب آئے گا تو بہت بڑے پیمانے پر وہ اجتماعی عدل' وہ معاشی عدل' وہ سماجی عدل قائم ہوگا جس کی جھلک چھوٹے پیمانے پر وہ آپ کے ادارے اور آپ کے کارخانے میں دیکھتے ہیں' مجھے تو خطرہ یہ ہے کہ اگر آپ نے اپنے واسطے سے اسلامی انقلاب کے لیے ووٹ لینا چاہا تو آپ کی سرپرستی میں کام کرنے والوں کا ووٹ بھی آپ کو نہ مل سکے گا۔ درانحالیکہ یہ لوگ اسلام کے حق میں مخلص ہوں گے۔

آپ جس بستی میں رہتے ہیں' جس معاشرے اور جس خاندان سے آپ کا تعلق ہے وہاں آپ کا تعارف ایک "بہترین انسان" کی حیثیت سے کیوں نہیں ہے۔ کیا آپ واقعی اپنی بستی والوں کے دردمند ہیں۔ کیا آپ ان کے دکھ درد کے شریک ہیں' کیا آپ ان کی پریشانیاں معلوم کرتے اور ان کو دور کرنے کے لیے فکر مند رہتے ہیں۔ کیا آپ اپنی سوسائٹی کے لوگوں کے جذبات و احساسات کا احترام کرتے ہیں۔ کیا آپ کا سلوک ان کے ساتھ فیاضی' فراخ دلی' اور فضل و احسان کا سلوک ہے۔ کیا آپ کے معاملات سے وہ مطمئن ہیں۔ کیا انھیں یہ یقین ہے کہ آپ معاملے میں کبھی ناانصافی نہیں کریں گے اور ان کا حق پورا پورا دیں گے بلکہ فضل و احسان اور ایثار سے کام لیں گے۔ آپ سے تعلق رکھنے والے واقعی آپ کے خیرخواہ اور مخلص ہیں' سوچئے کیا ان کی وفاداریاں آپ کے ساتھ ہیں ؟ کیا آپ کو یہ فکر بے چین کیے رہتی ہے کہ ان کی ضرورتیں پوری کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ کیا کبھی یہ سوچ کر بھی آپ کی نیند اچاٹ ہوئی ہے' کہ آپ

کی نگرانی میں کام کرنے والوں کی دینی اور اخلاقی زندگی کے بارے میں بھی کل آپ سے پوچھا جائے گا۔

میرا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ آپ ان پر اثر انداز کیوں نہیں ہیں' آپ کے ساتھ شب و روز رہنے کے باوجود اس خوش گوار انقلاب کے اثرات ان کی زندگیوں میں کیوں نہیں ہیں' جس کے آپ داعی ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت بھی آپ کے لیے یقیناً قابل غور ہے کہ جس گھر میں آپ بستے ہیں' جس معاشرے میں آپ زندگی گزارتے ہیں' جس خاندان سے آپ کا تعلق ہے' جو دفتر' جو کارخانہ اور جو ادارہ آپ کے نظم میں چل رہا ہے' اس میں لازماً آپ کی اچھائیوں کا اثر پڑنا چاہیے۔ نہ پڑ رہا ہو تو آپ کو فکر مند ہونا چاہیے ---- غلط زندگیوں کے ساتھ برسہا برس تک نباہ پر اطمینان کیسا؟ انسان کی فطرت خیر پسند ہے' خیر کا اثر انسان بالعموم قبول کرتا ہے ---- لیکن چھوڑیے ان کے اثر لینے یا نہ لینے کو' آپ اپنے بارے میں سوچیے کہ آپ ان کے حقوق واقعی ادا کر رہے ہیں؟ آپ کے معاملے سے وہ مطمئن ہیں؟ آپ کا رویہ انھیں اسلام سے قریب کر رہا ہے؟ آپ کے برتاؤ سے ان کے دل اسلام کے لیے کھل رہے ہیں' یا وہ آپ کے بارے میں اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔ آپ سے قریب رہنے والوں کی آپ کے بارے میں رائے ہرگز نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے' یہ ایک آئینہ ہے' اس میں آپ اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں' آپ کے پڑوس میں رہنے والوں کی رائے آپ کے بارے میں ہرگز بے وزن قرار نہیں دی جاسکتی۔

محترم! میرا احساس تو یہ ہے کہ آپ اپنے وجود پر بھی اس اسلام کو غالب نہیں کرسکتے ہیں جسے دنیا میں غالب کرنا آپ کا نصب العین ہے' آپ کا وجود اور اس کی صلاحیتیں تو بڑی حد تک آپ کے اختیار میں ہیں۔

آپ کے سینے میں دھڑکنے والا دل آپ کا دل ہے' اس میں پیدا ہونے

والے جذبات آپ کے جذبات ہیں' ان جذبات پر بھی آپ قابو نہیں رکھتے' آخر آپ کے دل میں دوسروں کے خلاف غصہ اور نفرت کیوں ہے ؟ خدا کے دشمنوں کے خلاف نہیں بلکہ ان لوگوں کے خلاف جو خدا کی فرمانبرداری کرنا چاہتے ہیں' آپ کی زبان سے آپ کے ساتھیوں کے دل زخمی کیوں ہیں' وہ کیوں شاکی ہیں' کہ آپ نے ان کی تحقیر کی ہے۔ بارہا آپ نے اپنی ناروا باتوں سے ان کے دل چھیلے ہیں' ان کا یہ احساس کیوں ہے کہ آپ ان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں' انھیں یہ شکایت کیوں ہے کہ انھیں آپ نے گرانے کی کوشش کی ہے' اور ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ زندگی کا بڑا حصہ آپ کے ساتھ گزارنے کے باوجود وہ آپ کی زیادتی کا رونا کیوں روتے ہیں۔ نافرض شناسی اور غیرذمہ داری کا الزام آپ پر کیوں ہے' آپ اپنی ذات میں اس انقلاب کا ادنیٰ نمونہ کیوں نہیں ہیں' جس انقلاب کے آپ داعی ہیں ؟ کیا ایسے لوگ بھی کوئی انقلاب لا سکتے ہیں جو اپنی زندگی میں بھی انقلاب لانے کی ہمت نہ رکھتے ہوں۔

آپ کے جذبات' آپ کے اخلاق' آپ کا برتاؤ' آپ کے معاملات' آپ کا سلوک' آپ کی عادات' اور آپ کے طور طریق' ان میں کوئی چیز بھی اگر لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ نہیں کررہی ہے ! تو بتایئے کس منہ سے آپ کہتے ہیں کہ آپ اسلامی انقلاب کے داعی ہیں !

قابل احترام ساتھی' اسلامی انقلاب کا معاملہ دوسرے انقلابات سے بہت مختلف ہے۔ آپ اپنی کوششوں کے نتیجے میں خدا کا کامل بندہ بننے کی آرزو رکھتے ہیں اور آخرت میں اس سے اجر کے خواہاں ہیں۔ آپ کی کامیابی یہ نہیں ہے کہ آپ اسلامی انقلاب برپا کردیں۔ اگر کچھ سعید روحوں کے تعاون سے یہ صبح سعادت آپ دیکھ بھی لیں' اور آپ کی زندگی میں اس انقلاب کا کوئی اثر نہ ہو تو آپ سرتا سر ناکام ہیں' آپ خدا کے مخلص بندوں کی طرح اگر اپنی زندگی کو

Marfat.com

اسلام کے رنگ میں رنگنے کے لیے تیار نہیں ہیں' تو خدا کی نظر میں آپ کی کوئی قیمت نہیں ہے' اور آپ آخرت میں کسی اجر کے مستحق نہیں ہیں۔ اسلامی انقلاب کے اجر میں آپ کا حصہ اتنا ہی ہے جتنا آپ اپنی زندگی میں انقلاب لے آنے کی کوشش کریں۔

میرے محترم! دوسروں کی عاقبت بنانے کے دعوؤں سے زیادہ اپنی عاقبت کی فکر کیجئے ـــــ آج کے نام نہاد دین پسندوں کا ایک مرض یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کی عاقبت بنانے کے لیے بے چین ہیں اور اپنی صرف دنیا بنانے کے لیے سرگرداں ہیں۔ خدارا اس مرض کا کوئی سایہ اپنے اوپر نہ پڑنے دیجئے۔ دوسروں کی زندگی میں اسلامی رنگ لانے سے پہلے اپنی زندگی میں اسلامی رنگ لانے کی کوشش کیجئے۔ دوسروں کو جو کچھ بتائیں وہ خود کرکے دیکھئے' سب سے زیادہ اپنی فکر کیجئے اور قول و عمل کے اس فاصلے کو کم کرنے کی انتھک کوشش کیجئے جو آپ کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہوسکتا ہے۔ اس فاصلے کی موجودگی میں خدا بھی آپ پر کرم کی نظر نہیں کرے گا اور بندوں کے درمیان بھی آپ کوئی عزت کا مقام نہ پاسکیں گے' اور آپ کا انقلابی خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے گا۔

مجھے ہرگز اصرار نہیں کہ میرا تجزیہ اور تبصرہ ہر پہلو سے مکمل ہے' ہوسکتا ہے کہ میرے الفاظ صحیح صورتحال کو واضح کرنے میں کوتاہ ہوں' بالکل ممکن ہے کہ میری اس یاد دہانی اور تذکیر میں حکمت و سوز کی کمی ہو' یہ بھی بعید نہیں کہ میرے انداز بیان میں غلو ہوگیا ہو اور میرا تراشا ہوا الفاظ کا یہ جامہ آپ کی شخصیت پر فٹ نہ آتا ہو ـــــ لیکن راہ حق کے مخلص ساتھی! اس کے باوجود بھی آپ اسے یکسر نظرانداز نہ کریں' نہ نفس کو یہ ڈھیل دیں کہ وہ دوسروں پر اس تنقید کو چسپاں کرنے میں وقت ضائع کرے' بلکہ سنجیدگی سے تنہائی میں اپنا جائزہ لیجئے ـــــ میرا احساس تو یہ ہے کہ آپ کی ماضی اور حال میں بھی فرق ہے۔ بے شک دنیوی اعتبار سے آپ کا حال آپ کی ماضی سے بہتر ہوگا۔ لیکن

Marfat.com

دینی اعتبار سے تو آپ کا حال ماضی سے بہتر ہونا کیا معنی' اور کمتر ہی نظر آرہا ہے۔ مجھے تو آپ کے جذبات' آپ کے حوصلے' آپ کے ولولے اور آپ کے عزائم کچھ ٹھٹھرے ہوئے نظر آتے ہیں' اور دین حق کے لیے آپ کا اضطراب جمود میں بدلتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

رفیق محترم! خدا نے آپ کو دین کی عظیم دولت سے نوازا ہے' آپ کو بہت بڑے کام کے لیے منتخب کیا ہے' اس دولت کی قدر کیجئے اور اس انتخاب پر خدا کا شکر ادا کیجئے۔ پناہ بخدا آپ جانتے ہیں کہ اس عظیم دولت کی ناقدری اور اس حسن انتخاب کی ناشکری کا انجام کیا ہے' بیان کروں تو کیسے کروں' دل لرزتا ہے اور قلم میں تاب نہیں ـــــ

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھد یتنا وھب لنا من لد نک رحمتہ انک انت الوھاب ○ (آل عمران ۳: ۸)

Marfat.com

اپنی دینداری کا جائزہ لیجئے

آپ خود کو دیندار سمجھتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ "کل" خدا آپ کو آپ کی دینداری کا صلہ عطا فرمائے گا ---- خدا آپ کی امید کو پورا کرے اور آپ کی دینداری کو سند قبولیت بخشے' لیکن کبھی آپ نے اپنی دینداری کا سنجیدگی سے جائزہ بھی لیا ہے ؟ آپ اپنی نظر میں دیندار ہیں' اور دین کے تقاضوں پر ٹھیک ٹھیک عمل کر رہے ہیں' لیکن قرآن و سنت کی رو سے بھی آپ کی دینداری مطلوب و مقبول ہے یا نہیں ؟ سوچنے کی بات یہ ہے ! "کل" حشر کے میدان میں آپ کی فلاح و نجات کا فیصلہ اس بنیاد پر نہ ہوگا کہ آپ اپنی نظر میں دیندار تھے اور اپنی سمجھ کے مطابق دین کے مطالبے پورے کر رہے تھے' بلکہ فیصلہ اس بنیاد پر ہوگا' کہ خدا کی نظر میں واقعی دیندار ہیں یا نہیں' ہوسکتا ہے کہ دنیا میں آپ دیندار سمجھے جاتے رہے ہوں' لوگ آپ کو دیندار ہی نہیں دین کا نمائندہ تسلیم کرتے رہے ہوں' آپ بھی خود کو دیندار سمجھتے رہے ہوں اور اپنے زعم میں آپ دین پر عمل کرنے والے بھی ہوں' لیکن خدا کی نظر میں آپ کی دینداری وہ دینداری نہ ہو جو خدا کو مطلوب ہے۔ قدم بڑھانے سے پہلے اپنی دین پسندی اور اپنی روش کا جائزہ لیجئے' اور بے لاگ جائزہ لیجئے۔ اس معاملے میں لاپروائی اور تساہل کریں گے تو اپنے ساتھ ظلم کریں گے۔

"کل" آپ کی دین پسندی اور دینداری کا فیصلہ ہوگا' اور آپ کا انجام آپ

کے سامنے آئے گا۔ یہ انجام انتہائی خوش کن بھی ہوسکتا ہے اور انتہائی بھیانک بھی ـــــ یہ "کل" بہت قریب ہے' اس کے لیے سورج ڈوبنے اور طلوع ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ "کل" کسی وقت بھی شروع ہوسکتی ہے۔ اس کا آغاز صرف آپ کی آنکھ بند ہونے کا منتظر ہے۔ آپ کی آنکھ کسی وقت بھی بند ہوسکتی ہے۔ کچھ نہیں معلوم موت کب آجائے اور کس حالت میں آجائے' اور فکروعمل کی یہ مہلت ختم ہوجائے۔ یہ مہلت پھر کبھی نہ ملے گی۔ ٹھہر کر سوچئے' کہیں آپ اسے ضائع تو نہیں کررہے ہیں ؟

آپ اپنی دانست میں دین پر عمل کررہے ہیں' سوسائٹی میں ایک دیندار مسلمان کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں' لوگ آپ کی ذات سے دین کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں' اور میں آپ کو یاد دہانی کرا رہا ہوں کہ اپنی دینداری کا جائزہ لیجئے۔ بے شک میری یہ جرات کچھ عجیب سی ہے' ممکن ہے آپ بھی اپنے اندر کچھ برہمی محسوس کررہے ہوں' اور کڑھ رہے ہوں' لیکن یقین مانئے میرا فرض مجھے اکسا رہا ہے' آپ کی خیرخواہی مجھے آمادہ کررہی ہے' آپ کی محبت مجھے ابھار رہی ہے کہ آپ سے کرنے کی بات یہی ہے' میں اپنے ساتھ بھی' ظلم کروں گا اور آپ کے ساتھ بھی اگر آپ کو متوجہ نہ کروں۔ آپ ٹالیں نہیں' رک کر غور کریں اور خدا سے ہدایت کی دعا کرکے غور کریں۔ خدا ہمیں اور آپ کو اس وقت کی رسوائی سے محفوظ رکھے جب تلافی کی کوئی شکل نہ ہوگی۔ "آج" فکروعمل کا موقع ہے' سوچئے اور اپنے آپ کو بدل ڈالیے۔ "کل" صرف انجام دیکھنے کا وقت ہوگا۔

ولتنظر نفس ما قدمت لغد (الحشر ۵۹ : ۱۸)

ہر شخص کو سوچنا چاہیے کہ وہ کل کے لیے کیا فراہم کررہا ہے۔

بے شک اسلام کا نام لینے والوں میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو اس

"کل" کی فکر سے بے نیاز ہیں' ان کو صرف "آج" سے شغف ہے' وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ "کل کی فکر" سے اپنے ذہن کو بوجھل بنائیں۔ وہ صرف اس لیے جی رہے ہیں کہ داد عیش دیں' آپ مجھے ان کی طرف متوجہ نہ کریں' اس وقت میں صرف آپ سے بات کررہا ہوں' آپ کو متوجہ کررہا ہوں کہ آپ اپنے ذہن و فکر کا جائزہ لیں' اپنی روش کا جائزہ لیں' آپ کو "کل کی فکر" کا دعویٰ ہے' آپ سوچیں کہ دین کے معاملے میں آپ کا انداز فکروعمل واقعی وہی ہے جو آپ کے خدا کو مطلوب ہے اور جس سے صلہ پانے کی توقع میں آپ یہ سب کچھ کررہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ "کل" فیصلے کے دن خدا آپ کی دینداری آپ کے منہ پر دے مارے اور آپ سے کہے "تم نے میرے دین کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھال لیا تھا' اپنی خواہشات کو میرے دین کا تابع نہیں بنایا تھا' تم مومن نہیں ہو' میرے رسولؐ نے تمہیں صاف صاف بتا دیا تھا:

لا یومن احد کم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (مشکوۃ)

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہے جب تک اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہوجائے جو میں لے کر آیا ہوں۔

دین کے مطابق زندگی گزارنے کی خواہش رکھنے والوں میں عام طور پر تین نقطہ نظر پائے جاتے ہیں۔

۱- ترک دنیا۔

۲- دنیا کے ساتھ ساتھ دین۔

۳- دین کے لیے دنیا۔

مسلمانوں میں تین قسم کے نقطہ نظر رکھنے والے لوگ موجود ہیں اور تینوں قسم کے لوگ اپنے اپنے اختیار کیے ہوئے نقطہ نظر کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن و سنت سے دلائل فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

Marfat.com

پہلے نقطہ نظر کا حاصل یہ ہے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے' مومن کا اصلی گھر آخرت ہے' اس کا سب سے بڑا دشمن اس کا اپنا نفس ہے' اس کی خواہشات کا گلا گھونٹنا' اس کی ضرورتوں کو پورا نہ کرنا بلکہ اس کو ایذا دینا' اور دنیا کی ہر نعمت' لذت' آسائش اور سہولت سے اس کو محروم رکھنا ہی اس کی ترقی کا راستہ ہے۔

دیندار وہی ہے جو دنیا کے دھندوں سے دور رہے' دنیا والوں سے الگ تھلگ زندگی گزارے' دنیا کے معاملات سے تعلق نہ رکھے' دنیوی زندگی اور اس کے لوازم کی فکر سے بے نیاز رہے' جو ہمہ وقت ذکر و فکر' تسبیح و تہلیل' عبادت و ریاضت میں لگا ہو ---- دنیا کی زندگی میں اس کی مثال اس مسافر کی سی ہو' جو دوپہر کی دھوپ میں چند لمحے ستانے کے لیے کسی درخت کے سائے میں ٹک گیا ہو' دیندار آدمی وہ نہیں ہے جو مردار دنیا پر للچائی نظر ڈالے ---- اور اس کو حاصل کرنے کا دل میں خیال لائے۔ دیندار وہ ہے جو صرف آخرت کی سوچے اور اس ایک فکر کے سوا ہر فکر سے اس کا ذہن خالی ہو۔

دنیا کی لذتوں کو چھوڑنے اور یہاں کے عیش سے منہ موڑنے کا جس میں حوصلہ نہ ہو' دین میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ آخرت کی کامرانی صرف انہی جواں مردوں کے لیے ہے جو دنیا کو ترک کرنے' اپنے دل سے اس کی محبت کھرچ پھینکنے' اور اس کی رنگینیوں سے آنکھ بند کرنے کی ہمت رکھتے ہوں۔

اس نقطہ نظر کے بہت سے اجزاء صحیح ہیں' قرآن و سنت سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے' اور بزرگوں کے اقوال و اعمال سے بھی۔ امت کے اولیاء' صوفیاء' صلحاء کی زندگیوں کی جو تصاویر ہم تک منتقل ہوئی ہیں' ان سے بھی اس نقطہ نظر کے بہت سے اجزاء کو تقویت ملتی ہے ---- اس صورتحال میں یہ جرات تو نہیں ہوتی

کہ ان حضرات پر کوئی تلخ تنقید کی جائے' یا ان پر فہم دین سے محرومی کا الزام لگایا جائے' لیکن یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ یہ نقطہ نظر بحیثیت مجموعی نہ پوری امت کے لیے قابل عمل ہے' نہ قرآن و سنت کی مجموعی تعلیمات اس کی حمایت کرتی ہیں' نہ دور سعادت میں امت کا یہ مجموعی نقطہ نظر رہا ہے' نہ اس کو مطلوب بنا کر آپ اسلام کو اس حیثیت سے پیش کرسکتے ہیں کہ یہ پوری زندگی کا دین ہے' زندگی کے تمام مسائل کا حل اس میں موجود ہے اور یہ پوری زندگی کو اپنے نقشے کے مطابق تعمیر کرتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں کچھ افراد تو ایسے ہوسکتے ہیں جو اپنے مخصوص ذوق اور افتاد طبع کی بنا پر دنیا کے دھندوں سے نگاہیں بند کرلیں' لیکن بحیثیت مجموعی پوری امت کے لیے یہ نقطہ نظر قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا رھبانیۃ فی الاسلام۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

دوسرے نقطہ نظر کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے ساتھ ساتھ دین کو اپنایا جائے' دنیا کی نعمتیں اور ترقیاں نظرانداز کرنے کی چیزیں نہیں ہیں' یہ دنیا کی رنگینیاں' یہ حسن و جمال' یہ سکون و آسائش' یہ عیش و لذت کے سامان' یہ کیف و مستی کے اسباب' یہ گوناگوں نعمتیں اسی لیے ہیں کہ خدا کے بندے ان سے فائدہ اٹھائیں اور لذت اندوز ہوں' اسی کے ساتھ ساتھ جس قدر ممکن ہو دین کے اصول و احکام کی بھی پابندی کی جائے۔ دین ترک دنیا کا سبق نہیں دیتا۔ وہ دنیا میں رہنے اور دنیا برتنے کے احکام دیتا ہے اور اس سے ہرگز نہیں روکتا کہ آدمی اپنی دنیا بنائے۔

اس نقطہ نظر کے بعض اجزا بھی صحیح ہیں' اور بظاہر یہ نقطہ نظر بڑا معتدل اور بے ضرر سا نظر آتا ہے' کہ آدمی دنیا کی کامیابی بھی حاصل کرے اور اپنی عاقبت بھی

Marfat.com

سنوارے' اس نقطہ نظر میں بڑی جاذبیت ہے کہ دنیا بھی ہاتھ سے نہیں جاتی جو انسان کے لیے انتہائی دل کش ہے اور آخرت بننے کی بھی امید رہتی ہے' جس کا کھٹکا ہر باشعور انسان کو لگا رہتا ہے۔

آپ مسرور ہیں کہ آپ نے دینداری کا یہ نہایت جامع تصور اپنا رکھا ہے' آپ دنیا میں رہ کر دین کے تقاضے پورے کررہے ہیں' اور صحیح تصور کے ساتھ دنیوی زندگی گزار رہے ہیں ـــــ بے شک آپ نے صحیح جذبات کے ساتھ دین کی راہ پر چلنے کا ارادہ کیا ہوگا' لیکن شیطان اپنی ذہانت سے آپ کو دین سے بہت دور لے گیا ہے' اور اب صرف دنیا آپ کا مطلوب بن گئی ہے۔ بے لاگ جائزہ لیجئے اپنے نقطہ نظر کا اور اپنی دوڑ دھوپ پر انصاف کی نظر ڈالیے۔ اپنے نفس کے چور کو پکڑنے میں بصیرت و ذہانت سے کام لیجئے۔ میرا خیال ہے' دنیا کی بے پناہ کشش ' نفس کے فریب اور شیطان کی سازش نے آپ کو الجھا لیا ہے' اندر سے آپ خالص دنیا پرست ہیں' باہر سے دینی خول ہے اور نہایت موٹا خول۔ نفس کی تاویلات نے آپ کو دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے' آپ کے نزدیک دنیا ہر حال میں مقدم ہوگئی ہے۔ دین آپ کی زندگی میں صرف اس لیے ہے یا اس کی یہ حیثیت بن گئی ہے کہ وہ آپ کی دنیا بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔

بے شک آپ لوگوں کو دین کی طرف متوجہ بھی کرتے ہیں' اپنی حکیمانہ گفتگو اور شیریں انداز کلام سے انھیں متاثر بھی کرتے ہیں' اسٹیج سے آپ دین پر مرتب تقریریں بھی کرتے ہیں' دین کے موضوع پر آپ کی تحریریں بھی نہایت جان دار ہیں' اسی حیثیت سے ملک میں آپ کا تعارف بھی ہے اور آپ کی تحریر و تقریر کے چرچے بھی ہیں' لیکن جب میں قریب سے آپ کو دیکھتا ہوں یا کبھی آپ کے مصنوعی چہرے سے نقاب الٹ جاتی ہے اور آپ کے حقیقی چہرے کی جھلک نظر

Marfat.com

آجاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دینداری آپ کا پیشہ ہے اور دینداری کو ایک فن کی حیثیت سے آپ نے اپنا رکھا ہے' آپ کا حقیقی نصب العین دنیا پرستی ہے' زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی فکر ہر وقت آپ پر غالب ہے اور بدقسمتی سے دنیا کو آپ نے اس کا ذریعہ بنا لیا ہے یا بن گیا ہے۔

آپ یہود کے کردار پر تنقید کرتے ہیں کہ وہ تھوڑی قیمت میں اللہ کی آیتوں کو بیچتے تھے۔ بے شک آپ تھوڑی قیمت میں نہیں بیچ رہے ہیں۔ آپ بڑی قیمت وصول کر رہے ہیں' اور مگن ہیں کہ خدمت دین آپ کا مشغلہ ہے۔

آپ سوچتے کیوں نہیں ؟ آپ کے قریب ترین لوگ' شب و روز آپ کے ساتھ رہنے والے لوگ آپ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں ؟ یہ لوگ آپ کو قریب سے دیکھ کر دین سے برگشتہ کیوں ہوجاتے ہیں' یہ آپ کے معاملات سے غیر مطمئن کیوں ہیں ' یہ آپ کو پکا دنیا دار اور مال پرست کیوں کہتے ہیں' یہ آپ کی دینداری کو ڈھونگ کیوں بتاتے ہیں ؟ آپ اپنی تاویلات سے اپنے نفس کو دھوکا تو دے سکتے ہیں' اپنی چرب زبانی سے خلق خدا کو خاموش بھی کرسکتے ہیں' لیکن ان کے دلوں کو مطمئن نہیں کرسکتے۔

خدارا اپنی روش پر غور کیجئے' خدا نے آپ کو دین کی دولت سے نوازا تھا' آپ نے اسے دنیا سے بدل ڈالا' باقی کو چھوڑ کر فانی کے پیچھے پڑ گئے۔ اب آپ کی شخصیت میں نہ وہ جاذبیت ہے نہ وہ سوز ہے' نہ دین کی وہ لگن ہے نہ دین کے لیے کچھ کرنے کی وہ تڑپ ہے' اگر کچھ ہے تو صرف یہ کہ دنیا بنانے کا کوئی موقع آپ کے ہاتھ سے نہ جانے پائے۔

بے شک آپ خیرات بھی کرلیتے ہیں' دین کے نام پر کچھ خرچ بھی کرتے ہیں' خدمت دین کے لیے کچھ وقت بھی نکالتے ہیں ---- ممکن ہے یہ سب کچھ

Marfat.com

اس لیے ہو کہ سوسائٹی میں اسی حیثیت سے آپ کا تعارف ہے اور آپ اپنی ساکھ باقی رکھنے میں اپنا فائدہ محسوس کرتے ہیں' کیا آپ سوچتے ہیں کہ اپنی پوری قوت و صلاحیت' اپنے سارے وسائل و ذرائع دنیا سمیٹنے میں کھپا دینے کے ساتھ ساتھ چند ٹکے دین کے لیے صرف کرنے اور چند لمحے دین کے پر گفتگو کرنے سے دین کی خدمت کا حق ادا ہوجائے گا' اور خدا کی نظر میں آپ دیندار قرار پا جائیں گے۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھئے ـــــ اور خلق خدا غا جو کچھ آپ کو کہتی ہے اس کو جاننے کی کوشش کیجئے۔ مشتعل ہونا چھوڑیئے' آج موقع ہے سوچ لیجئے' اپنی ذات پر ظلم نہ کیجئے۔ ہدایت مل جانے کے بعد پھر اسے ٹھکرانا اور دین کے بجائے دنیا کو اپنا مطلوب بنانا بدترین قسم کی محرومی ہے' خدا آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔

بے شک آپ کو کچھ ایسے لوگ بھی مل جاتے ہیں جو آپ کی روش کو حق بجانب ٹھہراتے ہیں' اپنی سادہ لوحی سے آپ کی تاویلات سے مطمئن ہوجاتے ہیں' آپ کی کوششوں کو سراہتے ہیں اور آپ کی حمایت کرنے لگتے ہیں' لیکن آپ کے حقیقی بہی خواہ وہی ہیں جو آپ پر بے لاگ تنقید کرتے ہیں' ان کی تنقید تلخ سہی' ان کا انداز جارحانہ سہی' لیکن وہ آپ کے محسن ہیں۔ "آج" کا بڑے سے بڑا نقصان "کل" کے معمولی سے معمولی نقصان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ "آج" کی رسوائی کو خوشی خوشی برداشت کرلیجئے اور اس فکر میں لگ جایئے کہ "کل" رسوائی" نہ ہو۔

آپ خود کو اور دوسروں کو مطمئن کرتے ہیں کہ دین دنیا سے کٹنے کی تلقین نہیں کرتا' وہ دنیا کی ترقیوں سے نہیں روکتا۔ محترم! بالکل بجا' لیکن بڑا فرق ہے اس بات میں کہ آدمی دین کا سہارا لے کر دنیا بنانے ہی میں مگن ہوجائے' اور اس بات میں کہ دنیا کی طرف صرف اس لیے متوجہ ہو کہ اس کو اپنی عاقبت سنوارنے کا ذریعہ بنائے۔ اس کا صحیح فیصلہ تو کل حشر کے میدان میں علام الغیوب ہی کرے گا'

Marfat.com

لیکن خدا کے بندے بھی کسی نہ کسی درجے میں محسوس کرلیتے ہیں کہ آپ نے اپنی دنیا دین پر نثار کردی ہے یا اپنے دین کو دنیا بنانے کے لیے قربان کررہے ہیں۔ اس احساس کو سب سے بڑی نعمت سمجھئے اور اس سے فائدہ اٹھایئے۔ آپ یوں کیوں سوچتے ہیں کہ اپنے بارے میں جو فیصلہ کررہے ہیں صرف وہی صحیح ہے' اگر آپ کو اپنا انجام عزیز ہے تو کھلے ذہن کے ساتھ لوگوں کے فیصلے سنئے' ان کی رایوں کو بھی وزن دیجئے ـــــ اور ان سے اپنی اصلاح میں مدد لیجئے۔

دینداری کا تیسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ دنیا سے کٹنا بھی صحیح نہیں ہے اور اس میں الجھنا بھی صحیح نہیں ہے' دنیا آزمائش اور امتحان کی ایک مہلت ہے' یہاں خدا نے آپ کو جو کچھ دیا ہے' جس حال میں رکھا ہے' اور جن نعمتوں سے نوازا ہے انہی میں آپ کی آزمائش ہے ـــــ ان پرچوں کو چھوڑ کر بھاگنا' ان کو حل کرنے سے جی چرانا' ان سے غفلت برتنا بھی آپ کی ناکامی ہے' اور اس امتحان کی مہلت ہی کو سب کچھ سمجھ کر اسی میں مگن ہونا اور امتحان کے بعد نتیجے کی زندگی سے بے پروا ہوجانا بھی حماقت اور ناکامی ہے۔

دنیا اور دنیا کی نعمتوں سے آپ کا تعلق صرف یہ ہے کہ آپ ان سے اپنی عاقبت سنوارنے میں مدد لیں۔ دنیا میں ہر ترقی' ہر نعمت' ہر آسائش آپ کے لیے ہے' لیکن اس طرح کہ کبھی ان میں سے کوئی چیز آپ کا مقصود نہ بنے' مسافر راستے کی ہر چیز سے فائدہ اٹھاتا ہے' لیکن اس کی نگاہ ہمہ وقت منزل پر رہتی ہے۔ اگر اس کا سفر اس لیے ہو کہ اس کے ذریعے اسے اپنی منزل کو سنوارنا اور کامیاب بنانا ہے تو وہ سفر کی اس پوری مہلت میں ہر ہر چیز کو اسی حیثیت سے دیکھے گا اور صرف اتنا ہی تعلق رکھے گا جتنا اس کے مقصد اور منزل کے لحاظ سے ناگزیر ہوگا۔ سفر کے دوران ملنے والی نعمتوں اور آسائشوں کے پیچھے وہ اس طرح ہرگز نہیں

Marfat.com

پڑے گا کہ اپنی منزل بھول جائے اور سفر ہی کو منزل بنا بیٹھے۔

اس نقطہ نظر کو اپنانے والا' ہر عملی میدان میں پیش پیش ہو گا لیکن صرف اس لیے کہ اس کو اپنی آخرت بنانے کا ذریعہ بنائے۔ وہ کوئی موقع ضائع نہ ہونے دے گا۔ وہ آخرت کا حریص ہو گا۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں نہایت جامع انداز میں اس نقطہ نظر کو بیان فرمایا ہے اور اس کی تائید و تصدیق قرآن و سنت کے پورے ذخیرے سے ہوتی ہے:

ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ مستخلفکم فیھا فینظر کیف تعملون' فاتقو الدنیا (مسلمؒ)

بے شک یہ دنیا بڑی شیریں' شاداب اور دل کش ہے' اللہ نے اس میں تمہیں جانشین مقرر کیا ہے تاکہ وہ تمہیں جانچے کہ تم کیا روش اختیار کرتے ہو' پس دنیا سے بچ بچ کر رہو۔

دوسرے اور تیسرے نقطہ نظر میں بظاہر بڑی مشابہت ہے' لیکن ان دونوں میں جوہری فرق ہے' دوسرے نقطہ نظر کو اپنانے والا ہر چیز کو دنیوی منفعت کے پیمانے سے تولتا ہے اور اسی کے لحاظ سے اس کی قیمت متعین کرتا ہے۔ تیسرے نقطہ نظر کو اپنانے والا ہر چیز کو آخرت کے پیمانے سے تولتا ہے اور اسی لحاظ سے اس کی قیمت متعین کرتا ہے۔ ایک دنیا کے ساتھ ساتھ دین سے تعلق جوڑے رکھنے کی خواہش رکھتا ہے اور ایک دین کی خاطر دنیا کو برتنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ دونوں کا انجام یکساں ہو؟

میدان حشر کا ایک سوال

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حشر کے میدان میں ہر ہر شخص سے پانچ سوال کیے جائیں گے' اور جب تک وہ ان پانچ سوالوں کے جواب نہ دے لے گا' مجال نہیں کہ وہ خدا کے حضور سے قدم ہٹا سکے'

۱۔ اس نے اپنی زندگی کن کاموں میں لگائی۔

۲۔ اپنی جوانی کو کن کامون میں کھپایا۔

۳۔ مال و دولت کن ذرائع سے حاصل کیا۔

۴۔ مال و دولت کن کاموں میں خرچ کیا۔

۵۔ اور جو علم حاصل تھا اس پر کہاں تک عمل کیا۔

بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب ہم اور آپ حشر کے میدان میں کھڑے ہوں گے اور ان سوالوں کے جوابات دے رہے ہوں گے۔ کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس زندگی میں ان سوالوں کے صحیح جوابات تیار کررہا ہے' اور ان سوالوں کو سامنے رکھتے ہوئے شعور کی زندگی گزار رہا ہے۔ زندگی آپ کو بھی ملی ہے' جوانی کی نعمت سے آپ بھی نوازے گئے ہیں' مال و دولت کے آپ بھی مالک ہیں' مال آپ بھی خرچ کررہے ہیں' آپ کو بھی بہت کچھ علم حاصل ہے' اور آپ بھی عمل کررہے ہیں۔ سوچئے' آپ کیا جوابات تیار کررہے ہیں' اور کل خدا کو خوش اور مطمئن کرنے کے لیے کیا کچھ کررہے ہیں ؟

اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے ---- دنیا کی زندگی بہت مختصر' اور فانی

ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے' وہاں کا سکھ بھی ہمیشہ کا ہے اور وہاں کا دکھ بھی دائمی ہے۔ دنیا کی اس قلیل زندگی میں آپ کے رب نے آپ کو مہلت اور موقع دے رکھا ہے کہ آپ اپنی کوششوں سے اپنے لیے آخرت کی جیسی زندگی چاہیں بنالیں ---- ہمیشہ کا سکھ بھی آپ اپنے لیے فراہم کرسکتے ہیں اور ہمیشہ کا دکھ بھی آپ ہی کے اعمال کا نتیجہ ہوگا۔ آپ ہر لحہ دنیا کی زندگی سے دور اور آخرت کے انجام سے قریب ہورہے ہیں' اور آپ کو شعور ہو یا نہ ہو' آپ کی زندگی ان پانچ سوالوں کا جواب تیار کررہی ہے۔ یہ جوابات خدا کے فضل سے آپ کو حسن انجام سے ہمکنار بھی کرسکتے ہیں' اور یہی جوابات آپ کو خدا کے غضب میں گرفتار بھی کرسکتے ہیں۔

مسئلہ آپ کی اپنی زندگی کا ہے' نہ محض عقلی طور پر حل کرلینے کا یہ مسئلہ ہے نہ اس کا تعلق کسی اور سے ہے' آپ سے اور صرف آپ سے اس کا تعلق ہے' اور صرف آپ ہی کو اسے حل کرنا ہے' کوئی دوسرا اگر اس کے حل کرنے میں اپنا سب کچھ کھپادے تب بھی آپ کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا' اور اگر آپ اپنے مسئلہ کو صحیح صحیح حل کرنا چاہیں تو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی آپ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ آپ کا ذاتی اور شخصی مسئلہ ہے' آپ ہی اس کے ذمہ دار ہیں' اور آپ ہی کو اپنے کیے کا اچھا یا برا انجام دیکھنا ہے۔ آپ اس پر سوچنے کی زحمت اٹھائیں یا نہ اٹھائیں آپ کی زندگی بہرحال ان سوالات کے جوابات تیار کررہی ہے اور اپنے وقت پر یہ جوابات بہرحال پیش ہوں گے۔

پھر معاملہ اس خدا سے ہے' جس کے علم سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ آسمان کی فضائیں ہوں' یا زمین کی تہیں' پہاڑوں کی چٹانوں کے سینے ہوں' یا سمندر کی اتھاہ گہرائیاں' جہاں کہیں جو کچھ ہورہا ہے' اس کے علم میں ہورہا ہے۔ وہ عادل و حکیم ہے' اس کے یہاں کسی کے ساتھ ناانصافی ہرگز نہیں ہوسکتی۔ آپ نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو یقیناً اس کا صلہ آپ کے سامنے آئے گا اور ذرہ بھر برائی کی ہوگی

تو لازماً اس کا بدلہ آپ کو بھگتنا پڑے گا۔ نہ آپ اس کی گرفت سے بچ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں' نہ اسے دھوکا دے سکتے ہیں' نہ غلط بیانی یا چرب زبانی سے اسے مطمئن کرسکتے ہیں' نہ دنیا میں واپسی کا امکان ہے' نہ مزید مہلت ہی مل سکتی ہے' نہ خدا کے فیصلے کو چیلنج کیا جاسکتا ہے ـــــ حشر کا فیصلہ اٹل ہے' سنجیدگی سے سوچئے کہ آپ کیا فیصلہ چاہتے ہیں ـــــ آج ہی آپ کو موقع حاصل ہے' آج آپ دارالعمل میں ہیں' ـــــ کل دارالحساب میں ہوں گے اور عمل کی مہلت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوچکی ہوگی۔

کیا آپ کو کبھی اس سوال نے لرزایا' کہ آپ نے مال کہاں خرچ کیا۔ بظاہر یہ کتنا معمولی سا سوال ہے' مگر یہ ہرگز معمولی سوال نہیں ہے' اس سوال پر آپ کی آخرت بننے اور بگڑنے کا مدار ہے۔ اس وقت ہم صرف اسی ایک سوال پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ اچھے اچھے دیندار اور باشعور افراد بھی اکثر اس سوال کی اہمیت کو محسوس نہیں کرتے' اور انھیں یہ حقیقت لرزہ براندام نہیں کرتی کہ ہم جس طرح اور جن کاموں میں اپنا مال خرچ کررہے ہیں' اس کے بارے میں کل خدا کے حضور کھڑے ہو کر ہمیں خدا کو جواب دینا ہے۔

آپ پابندی سے زکوٰۃ دیتے ہیں' صدقہ و خیرات میں بھی خرچ کرتے ہیں اور کبھی تنگ دلی اور بخل کا مظاہرہ نہیں کرتے لیکن یہ بھی اطمینان کرلیجئے کہ آپ جہاں جہاں اور جس طرح خرچ کررہے ہیں' ٹھیک ٹھیک خدا کی مرضی کے مطابق کررہے ہیں یا نہیں' کہیں ایسا تو نہیں ہے' کہ دین کی ضرورت اور خدا کی مرضی کچھ اور ہو اور آپ کا طرز عمل کچھ اور ہو۔

آپ نے حج ادا کرلیا' اور خدا نے آپ کو اتنا دیا ہے کہ بار بار آپ نفلی حج کریں' اس میں کیا شک ہے کہ بیت اللہ کی حاضری مومن کے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔ آپ بار بار اس سعادت سے بہرہ ور ہورہے ہیں' ـــــ آپ کے پڑوس میں ایک بیوہ ہے جو نان شبینہ کو محتاج ہے' محلّہ ہی میں ایک دق کا مریض

Marfat.com

ہے جس کے کئی بچے ہیں' خستہ حال' فاقوں کے مارے' تعلیم و مذہب سے محروم' آپ کی بستی میں کتنے ہی نوجوان واہی تباہی گھوم رہے ہیں' نہ ان کے روزگار کا کوئی بندوبست ہے' نہ ان کی تعلیم و تربیت کا' ان کی آوارگی اور بے راہ روی نہ صرف معاشرے کے لیے وبال جان ہے بلکہ ان کا وجود اسلام کے لیے بھی بدنامی کا باعث ہے۔ دق کے اس مریض نے آپ کو متوجہ بھی کیا' بیوہ نے بھی اپنی خستہ حالی آپ کو بتائی' نوجوانوں کی بے راہ روی سے بھی آپ کو روشناس کرایا گیا' لیکن آپ نے کوئی نوٹس نہ لیا ـــــ آپ کو تو یہ دھن ہے' کہ بیت اللہ کی زیارت کر آئیں۔

برسات کی رات تھی' امجد شاہ کو آپ نے اپنے گھر سے نکال دیا' اس کی بیوی نے آپ سے گڑگڑا کر التجا کی کہ دو ماہ کی مہلت دے دیجئے' وہ آپ کا مکان خالی کردیں گے' لیکن آپ نے زبردستی دھکے دے کر اسے نکال دیا' اس کے سات معصوم بچے بھی سہم سہم کر آپ سے درخواست کرتے رہے مگر آپ نے ایک نہ سنی' ان مظلوموں نے پیڑ کے نیچے بارش میں رات گزاری اور دوسرے دن آپ نے وہ مکان مدرسہ کے لیے وقف کردیا' آپ کو دھن تھی کہ جلد از جلد زندگی ہی میں یہ کام کرجاؤں۔

آپ کی بستی میں سیلاب آیا' لوگوں کے گھر اجڑ گئے' لوگ دانے دانے کو محتاج ہوگئے۔ پریشان حالی سے لوگ پریشان ہوگئے۔ آپ ان کی مدد کرسکتے تھے' فاقہ مست بھوکے بچوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرسکتے تھے' ان خانہ خراب لوگوں کے لیے چھپروں کا انتظام کرسکتے تھے" سیلاب کے مارے سسکتے مریضوں کی دوا دارو کا انتظام بھی کرسکتے تھے۔ آپ کو متوجہ بھی کیا گیا' لیکن آپ نے ایک سن کر نہ دی اور یہ جواب دے کر لوگوں کو مطمئن کرنا چاہا کہ آپ کے سامنے بہت بڑا کام ہے' آپ کئی لاکھ دینی کتابیں چھاپنا چاہتے ہیں' کہ اسلام کی تبلیغ کا کام ہوسکے۔

آپ کے ادارے میں کتنے ہی ملازم مالی پریشانی سے تنگ آکر خودکشی کرنا

چاہتے ہیں' کتنوں کی ضرورتیں پوری نہیں ہوئیں تو مجرمانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے ہیں ---- انھوں نے آپ کو اپنی خستہ حالی اور پریشانی کا حال سنانا چاہا تو آپ نے جھڑک دیا' لیکن اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں کہ آپ پبلک کے لیے مسافر خانہ کھول رہے ہیں تاکہ مسافروں کو تکلیف نہ ہو۔

آپ کی زندگی کی یہ چند جھلکیاں ہیں' خدارا غور کیجئے کہ کل جب خدا آپ سے پوچھے گا کہ تو نے مال کہاں کہاں خرچ کیا تو آپ اپنا یہ طرز عمل بتا کر واقعی خدا کو خوش کرسکیں گے کہ آپ نے اپنا مال واقعی صحیح مصارف میں خرچ کیا' کیا آپ مطمئن ہیں کہ آپ نے دین کے تقاضوں کے مطابق خرچ کیا' اور آپ کا یہ صدقہ و خیرات خدا کے یہاں قبول ہوگا؟

آپ کا کام صرف یہی نہیں ہے کہ آپ راہ خدا میں خرچ کریں' یہ بھی آپ ہی کی ذمہ داری ہے کہ صحیح مصارف میں خرچ کریں' دین کا جہاں جہاں تقاضا ہو وہاں خرچ کریں ---- بے شک مال آپ کا ہے' لیکن آپ اگر خدا کی راہ میں خرچ کرکے خدا سے صلہ چاہتے ہیں تو خدا کے دین سے یہ بھی معلوم کیجئے کہ میں کہاں صرف کروں اور کس طرح صرف کروں۔ اپنے ذوق کی تسکین اور اپنے نفس و قلب کے اطمینان کے لیے خرچ کررہے ہیں' تو خدا سے صلے کی طلب نہ کیجئے۔ خدا سے صلہ تو اسی شخص کو مل سکتا ہے جو خدا کی مرضی کے مطابق خرچ کرے' دین کے بتائے ہوئے مصارف میں صرف کرے' اور دین کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق خرچ کرے۔ اور خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے لرزتے رہیں کہ آپ نے واقعی جہاں جہاں خرچ کیا ہے اور جس جس انداز میں خرچ کیا ہے اس سے دین کا منشا بھی پورا ہوا یا نہیں' اور خدا کا جو حکم تھا' وہ بھی پورا ہو سکا یا نہیں۔

والذین یوتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ انھم الی ربھم رجعون ○ (المومنون ۲۳:۶۰)

Marfat.com

اور وہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اور دل ان کے اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ ہم کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا' یا رسول اللہ' !کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص چوری' زنا اور شراب نوشی کرتے ہوئے اللہ سے ڈرے ؟ فرمایا' نہیں اے صدیق کی بیٹی ! اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے' روزے رکھتا ہے' زکوٰۃ دیتا ہے اور پھر خدائے عزوجل سے ڈرتا رہتا ہے۔

Marfat.com

اسلام کے پیغام کی اصل نوعیت

خدا کا شکر ہے کہ آپ مسلمان ہیں اور اسلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسلام کو ماننے والے کی دو ذمہ داریاں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خود اس دین پر خلوص کے ساتھ عمل کرے' اس کے تقاضوں کو پورا کرے اور جب وہ مسلمان بنا ہے تو مخلص اور کامل مسلمان بن کر خدا کی بندگی کا حق ادا کرے۔ دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خدا کے دوسرے بندوں تک اسلام کی دعوت پہنچائے اور اسلام کا نمائندہ بن کر اس طرح زندگی گزارے کہ اس کے قول و عمل سے لوگ اسلام کو سمجھیں اور سیکھیں۔ تحریر 'تقریر گفتگو سے بھی وہ اسلام کی نمائندگی کرے' اور اپنی خانگی' سماجی اور شہری زندگی اور اعمال واخلاق سے بھی اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کرے۔

اسلام کو ماننے والوں میں آج اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ان دونوں قسم کی ذمہ داریوں میں کوتاہ ہیں ---- پہلے قسم کی ذمہ داری کا حق تو کسی قدر ادا ہو بھی رہا ہے 'لیکن جہاں تک دوسرے قسم کی ذمہ داری کا تعلق ہے بالعموم مسلمانوں نے اسے بھلا رکھا ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس کا حق ادا نہیں ہو رہا ہے 'بلکہ بہت سے ایسے بھی ہیں جن کو یہ علم وشعور بھی نہیں ہے کہ یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے ---- اور جو واقف ہیں وہ زبانی حد تک اس کو اپنی ذمہ داری تو سمجھتے ہیں' لیکن عملاً وہ بھی غفلت اور لاپروائی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یا کم از کم اس ذمہ داری کو ادا کرنے میں اس قدر سرگرم نہیں ہیں کہ سماج میں ان کا

Marfat.com

تعارف اسلام کے نمائندے کی حیثیت سے ہو' یعنی لوگ صرف یہ نہ سمجھتے ہوں کہ یہ مسلمان ہیں بلکہ یہ جانتے ہو کہ یہ اسلام کے داعی ہیں اور اسلام کی طرف بندگان خدا کو بلانا ان کی زندگی کا مشن ہے۔

اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا کام بلاشبہ آپ کو مسلمانوں میں بھی کرنا ہے ' ان کے عقائد واعمال کی اصلاح ' ان کی خانگی اور معاشرتی زندگی کی اصلاح ان کی نجی اور سماجی زندگیوں سے برائیوں کو دور کرنا' اور بحیثیت مجموعی ان کو اونچا اٹھانا بھی یقیناً آپ کی ذمہ داری کا اہم حصہ ہے ـــــ لیکن یہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ محض مسلمانوں میں اصلاح وارشاد کا کام انجام دے کر آپ کی ذمہ داری پوری نہیں ہو جاتی' مسلمانوں میں نماز روزے کی تبلیغ 'بے جا رسموں کا انسداد اور حرام وحلال کی تفہیم یا نکاح وطلاق کے مسائل پر عمل کرانے کی کوشش کرکے آپ ہر گز مطمئن نہ ہو جائیں کہ آپ نے اسلام کی اشاعت اور نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ اصلاح و تبلیغ کے اس کام کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں ہے ' یہ بھی اہم کام ہے' اس کا کرنا بھی ناگزیر ہے اور یقیناً اس کا بھی بڑا اجر وثواب ہے' لیکن یہ اشاعت دین اور دعوت دین کی ذمہ داری کا ایک جز ہے۔ آپ کا اصل کام یہ ہے کہ آپ ان لوگوں تک قول وعمل سے اسلام کی دعوت پہنچائیں جو اس سے ناواقف ہیں 'اور اس کو اپنا دین نہیں مانتے ' اور انھیں یہ معلوم ہی نہیں کہ ان کے خدا نے ان کو بھی اسی دین پر ایمان لانے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے۔

اسلام کی اشاعت اور عام بندگان خدا تک اس کی دعوت پہنچانے کا فریضہ ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اسلام کی اصولی دعوت کی حیثیت کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں' اسلام کے پیغام کی اصل حیثیت اور نوعیت کو سمجھنے کے

بعد ہی آپ صحیح انداز سے دوسروں کے سامنے اس کی دعوت رکھ سکتے ہیں اور اسلام کی صحیح نمائندگی کا حق ادا کر سکتے ہیں' اسلام کے پیغام کی اصل حیثیت سے واقفیت کے بغیر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اپنے اخلاص کے باوجود اسلام کو فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچا دیں' اور بندگان خدا کو اسلام سے قریب کرنے کے بجائے خدانخواستہ اور زیادہ دور کرنے کا باعث بن جائیں۔

خوب سمجھ لیجئے کہ اسلام ایک عالمی اور انسانی دین ہے۔ رہتی دنیا تک کے انسان اس کے مخاطب ہیں خواہ وہ کسی خطہ زمین کے باشندے ہوں' کسی نسل اور قوم سے تعلق رکھتے ہوں' کوئی بھی زبان بولتے ہوں' کسی بھی تہذیب کو پسند کرتے ہوں' کسی بھی مذہب' نظام اور ازم کے قائل ہوں یا سرے سے کسی مذہب اور طریق عبادت کے قائل ہی نہ ہوں ـــــ اسلام سب کو مخاطب کرتا ہے' وہ صرف مسلمان قوم کی قومی اور ملی میراث نہیں ہے' نہ صرف مسلمانوں سے اس کا خطاب ہے۔ اسلام خدا کی ایک نعمت ہے اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا یکساں حق ہے۔ خدا نے اپنی یہ نعمت اپنے سارے بندوں کے لیے بھیجی ہے' خدا کی نظر میں اس کے تمام بندے برابر ہیں' اور سب ہی سے اس کو پیار ہے۔ اس کی مرضی یہ ہے کہ اس نعمت سے اس کے تمام بندے فیضیاب ہوں' بالکل اسی طرح جس طرح سورج کی شعاعوں سے' چاند کی چاندنی سے' زمین کی پیداوار سے' دریاؤں اور سمندر کے پانی سے' صحرا کی وسعتوں سے اور ہوا کی لہروں سے سب ہی فیضیاب ہوتے ہیں۔

بے شک اسلام اپنے احکام کی اتباع اور ایمان کے تقاضے پورے کرنے کے لیے انھیں متوجہ کرتا ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں' اور اسی لیے قرآن میں آپ کو جگہ جگہ یا یھا الذ ین اٰمنوا کے الفاظ ملتے ہیں۔ یہ ایک مسلم اصولی حقیقت

ہے کہ احکام کی تعمیل کا مطالبہ انہی لوگوں سے ہو جو اس کو اپنا دین تسلیم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو اس دین سے ناواقف ہیں اور اسے تسلیم نہیں کرتے ان سے احکام کی تعمیل کا مطالبہ نہیں ہونا چاہیے' ہاں انھیں یہ دعوت دی جانی چاہیے کہ وہ اس دین کو تسلیم کریں اور اس پر ایمان لائیں۔ اسی لیے قرآن پاک اپنی اصولی دعوت اور بنیادی عقائد کی تعلیم دینے کے لیے پوری نوع انسانی کو مخاطب کرتا ہے۔ اسلام کی بنیاد تین اہم انقلابی عقیدوں پر ہے۔ عقیدۂ توحید' عقیدۂ آخرت اور عقیدۂ رسالت۔ اور آپ قرآن کا مطالعہ فرمائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ ان عقائد پر ایمان لانے کے لیے دنیا کے سارے انسانوں کو پکارتا ہے' اور **یا یھا الذین امنوا** کے بجائے **یا یھا الناس** کے الفاظ سے ساری انسانیت کو خطاب کرتا ہے۔

قرآن پاک کا یہ انداز خطاب آدم کے ہر بیٹے اور بیٹی کو جھنجھوڑتا ہے کہ اگر وہ اپنی خیرخواہی چاہتے ہیں تو لاپروائی کے ساتھ سر جھٹک کر آگے نہ بڑھ جائیں بلکہ رک کر غور کریں کہ ان کا خدا انھیں کیوں پکار رہا ہے۔ وہ انھیں کیا دے رہا ہے اور ان سے کیا چاہتا ہے۔

اسلام جن تین بنیادی عقیدوں کی دعوت دیتا ہے ان میں سب سے پہلا' سب سے اہم بلکہ دوسرے تمام عقائد کا سرچشمہ عقیدۂ توحید ہے' قرآن تمام انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے دعوت دیتا ہے:

یا یھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون○ الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرت رزقا لکم فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون○ (البقرہ ۲: ۲۱ - ۲۲)

انسانو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور ان کو جو تم سے پہلے

Marfat.com

گزرے ہیں تاکہ تم تباہی اور گھاٹے سے بچ جاؤ۔ اس رب کی بندگی کرو' جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش کی طرح بچھایا۔ اور آسمان کو چھت کی طرح اونچا کیا۔ پھر اوپر سے پانی برسایا' اور اس سے طرح طرح کے پھل تمہارے کھانے کے لیے پیدا فرمائے۔ پس اس کی بندگی میں کسی کو اس کا شریک اور ہمسر نہ بناؤ' جبکہ تم جانتے ہو کہ اس کا کوئی ہم پلہ نہیں۔

پوری نوع انسانی سے مطالبہ ہے کہ خدا کی بندگی کرو۔ اس خدا کی بندگی جس نے کسی فرق و امتیاز کے بغیر اپنے سارے بندوں کے لیے زمین کو فرش کی طرح بچھایا اور آسمان کو چھت کی طرح اونچا اٹھایا اور سب ہی کو پانی سے سیراب کیا اور طرح طرح کے پھلوں اور غلوں سے نوازا۔ یہ ساری نعمتیں خدا نے اپنے تمام بندوں کو دی ہیں اور ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی' اسی طرح تمام ہی بندوں سے بجا طور پر یہ مطالبہ ہے کہ وہ اپنے رب ہی کی بندگی کریں اور کسی کو اس کا ہمسر اور مدمقابل نہ بنائیں۔

اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ' عقیدۂ آخرت ہے' یعنی یہ کہ ایک دن سارے انسانوں کو خدا کے حضور اپنی پوری زندگی کا جواب دینا ہے اور اپنے اعمال کے مطابق اپنا انجام دیکھنا ہے' اس عقیدہ پر ایمان لانے کے لیے بھی قرآن پوری نوع انسانی کو خطاب کرتا ہے:

یاایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیئ عظیم○ یوم ترونھا تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت تضع کل حمل حملھا وتری الناس سکری وماھم بسکری ولکن عذاب اللہ شدید○ (الحج ۲۲: ۱-۲)

انسانو! اپنے رب سے ڈرو' واقعہ یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی ہی ہولناک چیز ہے' جس روز تم اسے دیکھو گے حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی' ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا' اور لوگ تمہیں

مدہوش نظر آئیں گے۔ حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔

اسلام کا تیسرا بنیادی عقیدہ عقیدۂ رسالت ہے' یعنی خدا اپنے بندوں ہی میں سے کسی کو منتخب کرکے اس پر اپنی وحی نازل کرتا ہے اور اسے مامور کرتا ہے کہ وہ بندوں کو اس کے احکام بتائے۔ قرآن کا بیان ہے کہ ہر قوم میں خدا نے اپنے رسول اور پیغمبر بھیجے۔

وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر○ (فاطر ۳۵ : ۲۴)

کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو

دوسری جگہ ارشاد ہے :

ولکل قوم ھاد○ (الرعد ۱۳ : ۷)

ہر قوم کی طرف ایک ہادی بھیجا گیا۔

اور قرآن نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ ان سارے رسولوں اور پیغمبروں کا پیغام ایک ہی تھا۔

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (النحل ۱۶ : ۳۶)

ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ وہ انھیں خبردار کردے کہ اللہ کی بندگی کرو' اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔

اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا گیا' آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہ آئے گا۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین (الاحزاب ۳۳ : ۴۰)

انسانو ! محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ خدا کے رسول

اور خاتم النبیین ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اب رہتی دنیا تک خدا کے دین پر عمل کرنے کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ آپؐ کی رسالت کو تسلیم کیا جائے۔ اور آپؐ کی پیروی میں زندگی گزاری جائے۔ آپ صرف' عرب کے رسول نہیں ہیں' نہ آپ صرف مسلمانوں کے رسول ہیں' آپ کی رسالت تمام انسانوں کے لیے ہے اور اب قیامت تک خدا کی اطاعت کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ رسولؐ کی بے چون و چرا اطاعت کی جائے۔

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا (سبا ۳۴ : ۲۸)

اور اے رسول! ہم نے آپ کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر خود رسولؐ سے اعلان کرایا گیا کہ میں پوری بنی نوع انسانی کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (الاعراف ۷ : ۱۵۸)

اے رسول! کہہ دیجئے کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

قرآن کی ان تصریحات سے یہ حقیقت پوری طرح نکھر جاتی ہے کہ اسلام ایک عالمی اور انسانی دین ہے۔ یہ تمام انسانوں کی مشترک میراث ہے' اس کو قبول کرنے والے اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے والے' مسلمان قوم کا دین قبول نہیں کرتے بلکہ اپنے خدا کا دین قبول کرتے ہیں جو ان کے خدا نے ان کے لیے ایک عام نعمت کی حیثیت سے بھیجا ہے۔ جس طرح اس کی دوسری نعمتیں عام ہیں' اور ان سے سب کو فائدہ اٹھانے کا پورا پورا حق ہے۔ اسلام خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے' اور وہ انسان یا گروہ واقعی انتہائی محروم ہے جو خدا کی دوسری

Marfat.com

نعمتوں سے تو بھرپور فائدہ اٹھا رہا ہے لیکن اُس کی سب سے بڑی نعمت سے محروم ہے۔

اسلام کی دعوت پیش کرنے اور اس کی نمائندگی کا حق ادا کرنے کے لیے ضروری ہے' کہ آپ اسلام کے پیغام کی اس نوعیت اور حیثیت کو اچھی طرح سمجھ لیں' اسلام آپ کا قومی اور ملی مذہب نہیں ہے' یہ خدا کا دین ہے جو تمام انسانوں کا رب ہے' سارے ہی انسان اس کے بندے ہیں اور سب ہی سے اس کو یکساں پیار ہے۔ یہ ہر اس انسان کا دین ہے جو اس کو اپنا کر اس کے مطابق زندگی گزارے۔ آپ مسلمان خاندان میں پیدا ہونے کے باوجود اگر عقیدہ و عمل میں اسلام کے لیے مخلص نہیں ہیں تو آپ اسلام کی برکتوں سے ہرگز مستفیض نہیں ہوسکتے۔

ان تین بنیادی عقیدوں کے ساتھ اسلام ایک اور بنیادی حقیقت بھی انسانوں کے ذہن نشین کراتا ہے' وہ یہ کہ دنیا کے سارے انسان ایک ہی انسانی جوڑے کی اولاد ہیں اور سب برابر ہیں' ان میں کسی کو کسی پر کوئی بڑائی حاصل نہیں۔ یہ مختلف نسلیں' قومیں' قبیلے' مختلف رنگ و روپ' صرف آپس کے تعارف اور جان پہچان کے لیے ہیں۔ اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے بھی وہ صرف اس ملت سے خطاب نہیں کرتا جو قرآن کو آسمانی صحیفہ تسلیم کرتی ہے اور خود کو مسلمان کہتی ہے بلکہ پوری نوع انسانی کو خطاب کرتا ہے۔

یایھا الناس انا خلقنکم من ذ کر وانثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (الحجرات ۴۹ : ۱۳)

اے انسانو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا' پھر ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے بنا دیے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو جانو پہچانو۔ خدا کی

Marfat.com

نظر میں تم میں سب سے زیادہ عزت و اکرام والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہے۔

یہ چار حقیقتیں جو شخص بھی تسلیم کرکے ان کے مطابق زندگی گزارتا ہے وہ خواہ کسی قوم اور نسل سے تعلق رکھتا ہو اور کسی خطہ زمین کا باشندہ ہو' وہ اس شخص سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو ان حقیقتوں کا انکار کرتا ہے ـــــ ان حقائق کو تسلیم کرنے والے کی عملی زندگی ان لوگوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے جو ان حقیقتوں سے ناواقف ہیں یا انکار کرتے ہیں۔

اسی طرح ان حقیقتوں پر ایمان لانے والوں اور ان کے مطابق زندگی تعمیر کرنے والوں کا انجام بھی ان لوگوں سے بالکل مختلف ہے جو ان حقیقتوں کے منکر ہیں۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دونوں کا انجام ایک نہ ہو اور خدا کی کتاب بھی یہی شہادت دیتی ہے کہ دونوں کا انجام بالکل الگ الگ ہے۔ ماننے والا گروہ کامیاب ہے اور خدا کی رحمت کا مستحق ہے۔ نہ ماننے والا گروہ ناکام ہے اور خدا کے غضب کا مستحق ہے۔

ان حقیقتوں کی عظمت و اہمیت کا تقاضا ہے کہ ہر انسان ان پر غور کرے' ہر تعصب اور جانبداری سے بالاتر ہوکر غور کرے ـــــ اور سوچ سمجھ کر ان کے بارے میں فیصلہ کرے۔ ان حقیقتوں کے بارے میں فیصلہ دراصل اپنے انجام کے بارے میں فیصلہ ہے' اور اس شخص سے زیادہ نادان اور کون ہوگا جو اپنے انجام کے بارے میں فیصلہ کرنے میں ہوش مندی اور سنجیدگی سے کام نہ لے۔

فقروفاقہ ایمان لیوا آزمائش

فقروفاقہ' تنگ دستی' بے روزگاری اور معاشی بدحالی بڑی ہی ایمان لیوا اور ہوش و حواس کو خراب کردینے والی آزمائشیں ہیں۔ بھوک' فاقہ اور بے روزگاری میں مبتلا ہوجانے والے شخص کے لیے اپنے ایمان و اخلاق کی حفاظت جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ کٹھن اور صبر آزما کام ہے۔ دولت کی فراوانی اور خوش حالی میں داد عیش دینے والوں کو کیا اندازہ ہوسکتا ہے' کہ ان ایمان شکن مصائب میں گرفتار ہونے والوں پر کیا گزرتی ہے۔ ڈوبنے والے کی دلی کیفیت اور پریشانی کا احساس اس شخص کو کیا ہوسکتا ہے جو دریا کی موجوں سے دور ساحل پر مامون و محفوظ کھڑا ڈوبنے والے کا تماشہ دیکھ رہا ہو۔

خدا ہر ایک کو ان لرزا دینے والی آزمائشوں سے اپنی پناہ میں رکھے' مگر یہ آزمائشیں بہرحال انسانوں ہی پر آتی ہیں' کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کل طلوع ہونے والی صبح کس کے لیے کیا لے کر آنے والی ہے' پرسکون رات کی آغوش میں بے غم سونے والوں کے وہم و خیال میں بھی نہیں ہوتا کہ آنے والی صبح ان کے لیے کیا مصائب اور ہنگامے لے کر آرہی ہے۔ آسمان کی آنکھ نے نہ جانے کتنی بار کیسے کیسے عبرت ناک منظر دیکھے ہیں۔ شب و روز کی یہ گردش جب تک جاری ہے ہر ایک کو چاروناچار وہ کچھ دیکھنا ہی ہے جو خدا نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے' جس چیز کا فیصلہ خدا نے فرما دیا ہے' اس سے نہ اپنی تدبیر بچا سکتی ہے اور نہ

کسی اور کی مدد ہی سے آنے والی مصیبت ٹل سکتی ہے۔ مصیبت سے نجات دینے والا صرف وہی خدا ہے جو انسان کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔

مصیبت اور تکلیف تو کوئی بھی ہو پریشانی کا باعث ہوتی ہی ہے' لیکن بھوک' فاقے اور تنگ دستی کی آزمائش میں آدمی بہت جلد گھبرا اٹھتا ہے' صبر کی قوت کھو بیٹھتا ہے اور ہوش و حواس گم ہوجاتے ہیں اور اکثر و بیشتر وہ ان قدروں کو بھی بھول جاتا ہے جو اسے جان سے زیادہ عزیز ہوتی ہیں' بالخصوص جب اس کی کفالت میں ننھے بچے اور دوسرے متعلقین بھی ہوں۔ فاقہ کی مار سہ جانا اور معصوم جانوں کو بھوک میں بلکتا دیکھ کر بھی بدحال نہ ہونا معمولی دل گردے کا کام نہیں ہے۔ اس آزمائش میں بڑے بڑوں کی ہمتیں جواب دینے لگتی ہیں' دل بیٹھنے لگتے ہیں اور ہوش و حواس گم ہوجاتے ہیں۔ "پراگندہ روزی پراگندہ دل" بہت پرانا مقولہ ہے اور بہت ہی صحیح مقولہ ہے' اس پراگندہ دلی میں آدمی خدا سے بھی بدگمانی کرنے لگتا ہے۔

بے شک ہر مصیبت اور آزمائش خدا کی جانب سے ہی آتی ہے' آدمی دیدہ و دانستہ خود کسی مصیبت اور آفت میں پھنسنے کی کوشش ہرگز نہیں کرتا۔ لیکن خدا کا ارشاد ہے:

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم (الشوریٰ ۴۲: ۳۰)

تم پر جو مصیبت بھی آتی ہے تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آتی ہے۔

اس ارشاد خداوندی کا تقاضا ہے کہ آدمی جب بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ اپنے فکر و عمل کا ضرور جائزہ لے۔ بعض اوقات کسی معاملے میں دین کی صحیح تعلیمات سے ناواقفیت اور صحیح تصور سے لاعلمی کے نتیجے میں بھی آدمی غلط روش اختیار کرلیتا ہے' اور خواہ مخواہ ایک مصیبت میں گرفتار ہوکر دنیوی پریشانی بھی مول

لیتا ہے اور دینی خسارے میں بھی مبتلا ہوتا ہے۔

رزق کے معاملے میں دو باتوں کے بارے میں شرح صدر بہت ضروری ہے۔ ایک یہ کہ رزق رسانی کے باب میں قرآن و سنت کی تعلیمات کیا ہیں؟ اور دوسرے یہ کہ کسب معاش کے سلسلے میں دین کا صحیح تصور کیا ہے؟

تنگ دستی اور فقر و فاقے میں حد سے گزری ہوئی پریشانی کا اظہار' جزع و فزع' مایوسی اور خدا سے بدگمانی کا سبب بالعموم یہ ہوتا ہے کہ آدمی یا تو ان تعلیمات سے ناواقف ہوتا ہے جو رزق کے متعلق قرآن و سنت میں دی گئی ہیں یا جاننے کے باوجود وہ نگاہوں سے اوجھل ہوجاتی ہیں' اور کبھی کبھی فقروفاقے میں آدمی اس لیے بھی مبتلا ہوکر دین سے دور جا پڑتا ہے کہ کسب معاش کے سلسلے میں قرآن و سنت کا دیا ہوا صحیح تصور اس کے سامنے نہیں ہوتا اور غلط تصور کے تحت اختیار کیا ہوا رویہ ہی اس کے لیے پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔

رزق دینے والا صرف خدا ہے' روزی میں تنگی اور کشادگی صرف اسی کے قبضے میں ہے' وہی ہر ایک کو روزی پہنچا رہا ہے۔ نہ یہ ممکن ہے کہ آپ اپنی محنت' جانفشانی اور تدبیر و حکمت سے جتنی روزی چاہیں حاصل کرلیں اور نہ خدا کے سوا کسی اور کی یہ طاقت ہے کہ وہ آپ کو روزی دے سکے یا آپ سے آپ کی روزی روک سکے' رزق کی کنجیاں صرف خدا کے پاس ہیں اور وہی جس کو جتنا چاہتا ہے دیتا ہے' ہر جاندار کی روزی اس نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔

وما من دابہ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ویعلم مستقرھا ومستودعھا

(ھود ۱۱ : ۶)

زمین پر چلنے والے ہر جاندار کی روزی اللہ ہی نے اپنے ذمے لی ہے' وہ جانتا ہے کہ کون کہاں رہتا ہے اور کہاں سونپا جاتا ہے۔

Marfat.com

یعنی اللہ تعالیٰ کے علم سے نہ کسی جاندار کے رہنے بسنے کی جگہ پوشیدہ ہے اور نہ یہ بات پوشیدہ ہے کہ وہ کس جگہ اپنی جان خدا کے سپرد کرے گا۔ خدا نے ہر جاندار کی روزی اپنے ذمے لی ہے' پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی جاندار اپنے حصے کی روزی سے محروم رہ جائے۔ جس جسم میں بھی خدا نے جان ڈالی ہے' اور جب تک اس جان کو اس جسم میں رکھنے کا اس نے فیصلہ کیا ہے وہ اس کے نصیب کی روزی اسے ضرور پہنچائے گا' چاہے وہ جہاں ہو اور جس حال میں ہو۔

قرآن و سنت پر ایمان رکھنے والا بھلا یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ اس کا خدا اسے روزی سے محروم کردے گا' اور وہ یا اس کے متعلقین بھوک اور فاقے سے بلک بلک کر دم توڑ دیں گے' خدا تو اپنے دشمنوں کو بھی رزق سے محروم نہیں کرتا پھر بھلا اپنے ماننے والے بندوں کو کیونکر محروم کرے گا۔ شیخ سعدیؒ نے کیا پاکیزہ حقیقت بیان کی ہے۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب گبروترسا وظیفہ خورداری
گبروترسا وظیفہ خورداری دوستاں را کجا کنی محروم

اے کرم کرنے والے خدا! جب تو اپنے غیب کے خزانے سے ان لوگوں کو روزی پہنچا رہا ہے جو تیرے بجائے آگ کو پوجتے ہیں' تو اپنے دوستوں کو تو روزی سے کیونکر محروم کردے گا جب کہ تو دشمنوں پر بھی عنایت کی نظر رکھتا ہے۔

اگر کسی وقت آپ تنگ دستی میں مبتلا ہو جائیں' معاشی بدحالی کا شکار ہو جائیں یا آپ کی لگی لگائی روزی کوئی چھین لے تو اس سے ہراساں ہونے کی کیا گنجائش۔ رزق تو نہ کسی خاص ذریعے اور حیلے پر منحصر ہے' نہ کسی دوسرے انسان کے قبضے میں ہے' وہ تو صرف اس کے قبضے میں ہے جس نے آپ کی روزی کی ذمہ داری لی ہے' آپ نے اگر اس کے سوا کسی دوسرے اپنے جیسے محتاج انسان کو روزی رساں

Marfat.com

سمجھنے کی کبھی غلطی کی ہے تو فوراً توبہ کیجئے' اپنے فکر و نظر کی اصلاح کیجئے اور خدا کی صفات کا صحیح تصور حاصل کرکے اپنے ایمان کی حفاظت کیجئے اور اگر کسی خاص ذریعہ رزق پر آپ بھروسہ کیے بیٹھے تھے تو پہلی فرصت میں اپنے قلب کا جائزہ لیجئے اور ہر غلط تصور اور فکر کو کھرچ ڈالیے کہ بھروسے کے لائق صرف اس خدا کی ذات ہے' جو آپ سے بے پناہ پیار رکھتا ہے' آپ دنیا میں بھوکے آئے تھے' اور آپ کی آمد سے پہلے آپ کی روزی اس نے آپ کی ماں کے سینے میں پیدا کردی تھی' آپ دنیا میں ننگے آئے تھے' اور اس نے لباس کا انتظام کردیا تھا۔ وہ خدا زندۂ جاوید ہے' نہ اسے اونگھ پکڑتی ہے اور نہ اسے نیند آتی ہے' وہ کسی وقت آپ کی فکر سے غافل نہیں ہوتا' اور نہ وہ کبھی بھٹکتا ہے اور نہ کبھی بھولتا ہے۔

آپ کے لیے اس کی گنجائش بھی نہیں ہے کہ آپ تنگ دستی اور معاشی بدحالی کے اندیشے سے غلط ذرائع اختیار کرنے کی بات سوچیں' آپ کچھ بھی کریں' آپ کو ملے گا صرف اتنا ہی جتنا خدا نے آپ کے لیے مقدر کر رکھا ہے' روزی کی تنگی اور کشادگی کا دارومدار آپ کی تدبیر و حکمت اور محنت و کوشش ہی پر نہیں ہے' بلکہ خدا کے فیصلے پر ہے' شب و روز دوڑ دھوپ کرنے والے کو بمشکل دو وقت کی روٹی مہیا ہوتی ہے اور معمولی محنت کرنے والے کو وہ کچھ مل جاتا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتے بڑے بڑے دانش مند پریشاں حال رہتے ہیں اور نادانوں پر رزق کی بارش ہوتی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

اگر روزی بدانش در فزودے زنادان تنگ تر روزی نہ بودے
بناداں ایں چنیں روزی رساند کہ دانا اندراں حیراں بماند

اگر روزی میں اضافہ عقل و دانش پر منحصر ہوتا تو نادان شخص سے زیادہ کوئی تنگ دست نہ ہوتا۔ لیکن وہ نادانوں اور بے وقوفوں کو ایسی ایسی راہوں سے روزی پہنچاتا ہے کہ بڑے بڑے عقل مند اس معاملے میں حیران رہ جاتے ہیں۔

آپ کا کام تو صرف یہ ہے کہ آپ صحیح انداز میں سوچیں' صحیح اور جائز تدبیر اختیار کریں اور محنت و کوشش میں کبھی کوتاہی نہ کریں' اس کے بعد کیا ہونے والا ہے اس کی فکر میں آپ خواہ مخواہ پریشان نہ ہوں' جس خدا نے اپنے ذمے یہ فکر لے رکھی ہے وہ ضرور آپ کو وہ سب کچھ دے گا' جس کے دینے کا اس نے فیصلہ کیا ہے۔ حرام ذرائع اختیار کرکے آپ اپنی قسمت سے زیادہ ہرگز حاصل نہیں کرسکتے' البتہ اپنے دین و ایمان کو خطرے میں ڈال کر اپنے خدا کو غضب ناک ضرور کرسکتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

یاایھا الناس اتقوا اللہ واجملوا فی الطلب فان نفسا لن تموت حتی تستو فی رزقھا وان ابطا عنھا فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب خذوا ما حل ود عوا ما حرم (ابن ماجہ عن جابرؓ)

لوگو! خدا کی نافرمانی سے ڈرتے رہو' اور رزق کے حصول میں پسندیدہ طریقے اختیار کرو' اس لیے کہ کوئی انسان اس وقت تک نہیں مرسکتا جب تک اسے اس کے حصے کا پورا پورا رزق نہ پہنچ جائے' اگرچہ اس کے ملنے میں کچھ تاخیر ہی ہوجائے اللہ سے ڈرتے رہو اور روزی کے حصول میں پسندیدہ طریقہ اختیار کرو۔ حلال روزی حاصل کرو اور حرام روزی کو چھوڑ دو۔

رزق کے سلسلے میں دوسری بات جس پر شرح صدر ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ کسب معاش کی دین میں صحیح حیثیت کیا ہے' اور حصول دولت کے لیے دین نے کیا صحیح تصور دیا ہے۔

عام طور پر کسب معاش کے سلسلے میں لوگ یوں سوچتے ہیں کہ یہ خالص دنیا داری کا کام ہے اور اس پر صرف کیا جانے والا وقت خدا کی راہ میں لگنے کے بجائے دنیا کمانے میں لگتا ہے۔

Marfat.com

دور رسالت میں ایک بار آپؐ کے سامنے جب یہی ذکر آیا تو آپؐ نے فوراً اس کی اصلاح فرمائی' لیکن آپؐ کی تنبیہہ اور وضاحت کے باوجود امت میں یہ ذہن پھر بھی ملتا ہے اور دینداری کا اہتمام کرنے والوں میں ملتا ہے۔ حالانکہ دینداری کا صرف وہی تصور صحیح اور قابل قبول ہے جس کی تصدیق و تائید سنت رسولؐ سے ہوتی ہو۔

حضرت کعبؓ بن عجرہ بلوی ایک بار کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ آپؐ کے صحابہؓ نے دیکھا کہ وہ کمانے میں انتہائی دھن کے ساتھ کوشش کررہا ہے' اور اس معاملے میں بڑا چاق و چوبند ہے۔ صحابہؓ نے آپؐ سے کہا' یارسول اللہؐ! اگر اس شخص کی یہ دوڑ دھوپ اور دلچسپی راہ خدا میں ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ یہ سن کر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگر وہ کمانے کی راہ میں دوڑ دھوپ کرنے کے لیے اس لیے نکلا ہے کہ اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کرے تو اس کی یہ محنت و کوشش خدا کی راہ میں ہی شمار ہوگی۔ اسی طرح اگر اس کی یہ دوڑ دھوپ بوڑھے والدین کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہے تو یہ بھی راہ خدا میں ہی شمار ہوگی۔ اور اگر وہ یہ ساری تگ و دو اپنے لیے کررہا ہے تاکہ اپنی ضروریات کے لیے اس کو کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے تو یہ محنت و کوشش بھی خدا کی راہ میں ہی شمار ہوگی۔ ہاں اگر یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ مال و دولت جمع کرکے لوگوں پر اپنی برتری جتائے اور نمود و نمائش کرے تو پھر یہ ساری دوڑ دھوپ شیطان کی راہ میں ہے۔"

یہ حدیث صاف صاف بتاتی ہے کہ دین و دنیا کی تفریق غلط ذہن کی پیداوار ہے' مومن کو دنیا میں بشری تقاضے پورے کرنے کے لیے کسب معاش میں بھی چاق و چوبند ہونا چاہیے۔ اور کسب معاش کی جدوجہد بھی خدا کی راہ میں جدوجہد ہی سمجھی جائے گی' البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے جذبات اور ارادوں پر ایمان و

Marfat.com

تقویٰ کی گرفت رکھے' اور سب کچھ انہی جذبات اور ارادوں کے ساتھ کرے' جو ایمان اور تقویٰ کے شایان شان ہوں۔

بے شک دولت کا پجاری بننا اور مال و دولت جمع کرنے ہی کو زندگی کا مقصود بنا لینا انتہائی ناپسندیدہ ہے' لیکن نیک جذبات کے ساتھ کسب معاش کی دوڑ دھوپ اور حصول دولت کی جدوجہد کو حقارت کے ساتھ دیکھنا اور ناپسندیدہ سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں' قرآن و سنت میں گہری بصیرت رکھنے والے ایک عالم دین اور اپنے وقت کے امام حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

"دورحاضر سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور خلفائے راشدین کے عہد میں مال و دولت کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا' لیکن آج کے دور میں مال و دولت مومن کی ڈھال ہے۔ اگر آج ہمارے پاس یہ درہم و دینار نہ ہوں تو یہ اصحاب اقتدار ہمیں اپنا رومال بنا لیں' آج کے دور میں جس کے پاس کچھ بھی دولت ہو وہ اس کو کسی کام میں لگائے (تاکہ مال میں نفع ہو اور بڑھے) اس لیے کہ یہ وہ نازک دور ہے کہ اگر آدمی تنگ دست اور محتاج ہو تو وہ سب سے پہلے اپنے دین و ایمان کا سودا کرے گا۔ حلال کمائی کو اپنے اوپر خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہے۔" (مشکوٰۃ)

رومال کو آدمی اپنے بدن سے میل کچیل صاف کرنے کے لیے جس طرح چاہتا ہے استعمال کرتا ہے۔ رومال بنا لینے سے مراد یہی ہے کہ صاحب اقتدار جس طرح چاہتے ہمیں اپنے اغراض کے لیے استعمال کرتے اور ہم اپنی تنگ دستی اور احتیاج کی وجہ سے مجبور ہوتے' حقیقت یہ ہے کہ محتاجی ہی شیر کو لومڑی کا سا مزاج بنانے پر مجبور کرتی ہے۔ فقروفاقے کی آفتوں کو جھیل لے جانا اور اپنے ایمان و اخلاق کو بچا لینا انتہائی مشکل ہے۔ صحابہؓ ہی کا دل گردہ تھا کہ وہ ان مصائب میں ثابت قدم رہے' اور فقروفاقے کی ہلا دینے والی آزمائشوں کو جھیل لے گئے۔ آج کے دور

Marfat.com

میں' جب کہ ایمان نہایت کمزور ہیں دینی حکمت یہی ہے کہ آدمی حصول مال کی کوشش سے غافل نہ ہو' صحیح جذبات کے ساتھ روزی کے حصول میں انتھک محنت کرے' اپنی سستی یا غلط فکری سے اپنے ایمان کو کسی خطرے میں نہ ڈالے اور خدا سے برابر دعا کرتا رہے کہ پروردگار ! مجھے فقروفاقے کی آزمائش سے بچا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے :

اللھم انت الاول لا شئی قبلک ' وانت الاخر لا شئی بعد ک' اعوذ بک من کل دابہ ناصیتھا بیدَ ک واعوذ بک من الاثم والکسل ومن عذ اب القبر ومن فتنہ الغنی ومن فتنہ الفقر واعوذ بک من المائم والمغرم (المعجم الکبیر)

اے اللہ ! تو ہی اول ہے' تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں۔ تو ہی آخر ہے' تیرے بعد کچھ نہیں۔ میں ہر جاندار کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں' جس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں کاہلی اور سستی سے' قبر کے عذاب سے' مالداری کے فتنے سے اور فقروفاقے کی آزمائش سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں گناہ گاری اور قرض داری سے۔

Marfat.com

اپنے رب سے ہی مانگنے کا تجربہ کیجئے

دہلی کا بادشاہ جنگل میں تنہا گھوڑا دوڑا رہا تھا' تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہرن کے تعاقب میں اپنے ساتھیوں سے بہت دور نکل گیا تھا' کئی میل تک گھوڑے نے برق رفتار ہرن کا تعاقب کیا' لیکن آخر کار وہ گھنی جھاڑیوں میں غائب ہوگیا۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا' دوپہر کا وقت تھا' گرم ہوا سے جسم جھلس رہا تھا' پیاس کی شدت سے ہونٹ خشک تھے اور حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے' شاہجہاں نے گھوڑا روک کر جسم سے پسینہ پونچھا اور سوچنے لگا کہ اب پانی کی تلاش میں کدھر جائے۔ گھوڑا بھی گرمی کی شدت سے ہانپ رہا تھا۔ آخر شاہ جہاں نے پیاس سے بے تاب ہوکر ایک طرف کو گھوڑا ڈال دیا۔

کئی میل چلنے کے بعد بھی کسی بستی کے آثار نظر نہ آئے ـــــ البتہ بہت دور کچھ سایے چرتے ہوئے نظر پڑے' اور بانسری کی مدھر آواز بھی تیز جھونکوں کے ساتھ محسوس ہوئی۔ بادشاہ نے اسی سمت اپنے گھوڑے کی باگ موڑ دی۔ چند میل چلنے کے بعد وہ جانوروں کے قریب پہنچے۔ بانسری کی مدھر آواز اب صاف سنائی دے رہی تھی' کوئی منچلا بڑی دردناک آواز میں بانسری بجا رہا تھا۔ بادشاہ نے گھوڑا روکا۔ کچھ فاصلے پر دیکھا کہ ایک نوجوان شکستہ اور میلے کپڑے پہنے ایک درخت کے نیچے بڑی بے نیازی کے ساتھ ریت پر نیم دراز ہے' اور دنیا کی ہر فکر سے آزاد بڑی مستی کے ساتھ بانسری بجا رہا ہے ـــــ بادشاہ دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ کیا اس جنگل کا بادشاہ یہی شکستہ حال نوجوان ہے' شاہ جہاں نے سوچا۔ نوجوان

بانسری بجانے میں مگن تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ایک نظر دیکھا۔ ہونہہ' کوئی شکاری ہوگا۔ دل ہی میں سوچا اور بانسری بجانے میں لگ گیا۔ بادشاہ اس کے قریب پہنچا اور پوچھا:

"میاں صاحبزادے ! یہاں کہیں پینے کے لیے پانی بھی مل جائے گا۔"

شاہجہاں کا شاہانہ لباس اور شاندار گھوڑا دیکھ کر چرواہا ذرا چونکا مگر جلد ہی سنبھلا اور بولا ' "یہاں پانی کہاں' پانی تو بستی میں ملے گا۔ تھوڑی ہی دور بستی ہے"۔ ہاتھ کے اشارے سے چرواہے نے رہنمائی کی اور پھر بے نیازی کے ساتھ بانسری بجانے لگا۔ جانور چر رہے تھے اور وہ بانسری بجانے میں مست تھا۔ شاہجہاں گھوڑے پر سوار ہوکر جانے کی سوچ ہی رہا تھا' کہ نوجوان نے پوچھا' کیا تمہیں پیاس لگی ہے ؟

ہاں بھئی پیاس سے برا حال ہے' شاہجہاں نے اس سے عاجزی سے کہا کہ گویا آج چرواہا ہی بادشاہ ہو۔

چرواہا اٹھا' اور درخت کی جڑ میں رکھا ہوا مٹی کا میلا کچیلا برتن اٹھا لایا' لو یہ پانی پی لو۔ اس میں مٹھا ہے۔

شاہجہاں نے بڑی بے قراری کے ساتھ مٹھا اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ پیاس کی شدت سے شاہ جہاں بوکھلا گیا تھا' مٹھا تو اس نے پہلے بھی پیا تھا' لیکن آج تو اسے ایسا محسوس ہوا کہ شاید ایسی نعمت اسے کبھی نہ ملی تھی۔ وہ احسان مندی اور پیار کی نظروں سے چرواہے کو دیکھتے ہوئے بولا:

میاں صاحبزادے' تم رہتے کہاں ہو ؟

اس بستی میں رہتا ہوں' چند میل دور اسی بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گڈریئے نے بتایا۔

تم کبھی شہر بھی گئے ہو ؟ شاہجہاں نے پوچھا۔

کیا تم شہر میں رہتے ہو ؟ —— دہلی میں لال قلعہ ہے نا' وہاں پر ایک بہت

Marfat.com

بڑی مسجد ہے' وہ ہمارے بادشاہ نے بنوائی ہے' کیا تم وہیں رہتے ہو' میں ایک بار باپ کے ساتھ وہاں گیا تھا' چرواہے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

تم کل وہاں آجانا ـــــ لال قلعہ میں ـــــ اور دیکھو کوئی چیز لاؤ تو میں تمہیں کچھ لکھ کر دے دوں ـــــ بادشاہ نے انعام سے نوازنا چاہا۔

کیا تم لال قلعہ میں رہتے ہو' تب تو نے شاہجہاں بادشاہ کو ضرور دیکھا ہوگا۔ چرواہے نے حیرت سے شاہجہاں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

میں شاہجہاں ہوں' بادشاہ نے جواب دیا۔

تم بادشاہ ہو' ہمارے بادشاہ۔ حیرت سے چرواہا بادشاہ کو دیکھتا رہ گیا ـــــ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ واقعی شاہجہاں کو دیکھ رہا ہے ـــــ آج چرواہا' اپنے بادشاہ سے باتیں کررہا تھا۔ اسے اپنی قسمت پر رشک آرہا تھا' آج بادشاہ اس کا مہمان تھا' مگر وہ ڈر رہا تھا' کہ اس نے بادشاہ کو بڑی بے رخی سے جواب دیا تھا۔ وہ کچھ سوچ میں پڑ گیا۔

بادشاہ نے اس کا سکوت توڑتے ہوئے کہا' تم ہمارے پاس آنا' ہم تمہیں انعام دیں گے۔ دیکھو پیڑ کی چھال اٹھا لاؤ اور بادشاہ نے پیڑ کی چھال پر کوئلے سے کچھ لکھ کر اس کو دیا۔ تم یہ لے کر لال قلعہ میں آنا' میں تمہارا انتظار کروں گا۔ اور شاہجہاں وہاں سے لوٹ آیا۔

کئی دن گزر گئے۔ شاہجہاں اپنے میزبان کا بے چینی سے انتظار کرتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا' میں اپنے میزبان کو انعام دے کر مالا مال کردوں گا۔

جمعہ کا دن تھا۔ بادشاہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جامع مسجد جاچکا تھا۔ لال قلعہ میں کئی روز سے چرواہے کا انتظار تھا۔ آج دوپہر کے وقت چرواہا قلعہ کے پھاٹک پر پیڑ کی چھال لیے ہوئے پہنچا تو قلعہ کے محافظوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا' اور اسی وقت دو سپاہیوں کے ساتھ اسے شاہجہاں کی خدمت میں جامع مسجد بھجوا دیا۔

Marfat.com

چرواہا ڈرتا' سہتا جامع مسجد کے اندر داخل ہوا۔ جمعہ کی نماز ہو چکی تھی' لوگ جا چکے تھے' کچھ جا رہے تھے' بادشاہ کے درباری جامع مسجد میں موجود تھے۔ سپاہی چرواہے کو کچھ درباریوں کے حوالے کر کے واپس ہو گئے۔ چرواہے نے پوچھا' بادشاہ کہاں ہے ؟

دیکھو' وہ جو محراب کے قریب بیٹھے ہیں' وہی بادشاہ ہیں۔ درباریوں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا' شاہجہاں اس وقت بڑی ہی عاجزی اور لجاجت سے دعا مانگ رہا تھا۔

نہیں میں تو شاہ جہاں بادشاہ کو پوچھا رہا ہوں' جنھوں نے لال قلعہ بنوایا ہے' اور جو لال قلعہ میں رہتے ہیں' چرواہے نے نہایت سادگی سے اپنی الجھن صاف کرنا چاہی۔

ہاں بھائی یہی شاہجہاں بادشاہ ہیں ـــــ درباریوں نے اسے اطمینان دلانے کی کوشش کی۔

وہ کچھ دیر بادشاہ کو دیکھتا رہا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ شخص دونوں ہاتھ پھیلائے' گڑگڑا کر فقیروں کی طرح کیا مانگ رہا ہے اور کیوں مانگ رہا ہے۔ اس سے رہا نہ گیا۔ اس نے پوچھا'

یہ بادشاہ کیا مانگ رہے ہیں اور کس سے مانگ رہے ہیں' یہ تو بادشاہ ہیں' لال قلعہ والے بادشاہ۔

ہاں یہ خدا سے مانگ رہے ہیں' خدا سے ہر ایک مانگتا ہے' چاہے وہ بادشاہ ہو یا فقیر۔ چرواہا ایک دم خاموش ہو گیا۔ اور پھر یکایک وہ ایک طرف کو چل دیا۔ درباریوں نے اسے جاتے دیکھ کر روکنا چاہا لیکن وہ کسی طرح نہ رکا۔ لوگوں نے اسے بہت روکا' جانے کی وجہ پوچھی لیکن اس نے کچھ نہ بتایا اور اپنی راہ کو ہولیا۔

شاہجہاں دعا سے فارغ ہوئے۔ خادم بادشاہ کو لینے دوڑے' خادموں نے شاہ

Marfat.com

جہاں کو بتایا کہ چرواہا آیا تھا' بادشاہ نے بڑی بے چینی سے پوچھا' کہاں ہے ؟ شاہ جہاں تو کئی دن سے اپنے میزبان کا بڑی بے قراری سے انتظار کررہا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ واپس چلا گیا۔ ہم نے اسے بہت روکا لیکن وہ رکا نہیں۔

بادشاہ نے اسی وقت کچھ لوگوں کو گھوڑوں پر دوڑا دیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ لوگ اس نوجوان کو لے کر واپس آگئے۔ بادشاہ نے انتہائی عزت کے ساتھ اس نوجوان چرواہے کو اپنے پاس بٹھایا۔ دیر تک اس کی خاطر تواضع کرتے رہے ـــــ لیکن چرواہا جیسے ہر عزت و اکرام سے بے نیاز تھا۔

شاہجہاں نے اس سے پوچھا'

میاں تم مجھ سے ملنے آئے تھے اور پھر ملے بغیر ہی واپس ہوگئے۔ آخر کیوں ؟ وہ خاموش رہا۔

شاہجہاں نے دوبارہ اسے متوجہ کیا' میاں میں تو تمہارا بڑی شدت سے انتظار کررہا تھا اور تم ملے بغیر ہی واپس جارہے تھے۔ بتاؤ تو سہی آخر بات کیا ہوگئی ؟

"میں آپ سے انعام لینے آیا تھا مگر میں نے دیکھا کہ آپ تو خود ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگ رہے تھے' جب آپ خود مانگ رہے تھے تو بھلا مجھے کیا دیتے۔ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ میں بھی کیوں نہ اسی سے مانگوں جس سے آپ مانگ رہے تھے" ـــــ چرواہے نے بڑی سادگی اور جرات سے کہا۔

اس تاریخی کہانی کی حیثیت کیا ہے' اور کہاں تک یہ صحیح ہے ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں۔ ہمیں تو مطلب اس ایمان افروز سبق سے ہے جو اس واقعہ سے ملتا ہے۔ اگر یہ واقعہ من گھڑت ہے تو بھی یہ حقیقت ہے کہ چرواہے کی زبانی ایسی تعلیم دی گئی ہے جس پر جتنا غور کریں گے' ایمان و یقین میں اضافہ ہی محسوس کریں گے۔

اس دنیا میں کون ایسا ہے' جس کی کوئی نہ کوئی ضرورت نہ ہو اور قدرتی بات ہے کہ جب آدمی کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں تو وہ پریشان ہوتا ہے' پریشانی دور

Marfat.com

کرنے کی تدبیریں سوچتا ہے' اور ہر طرف نظر دوڑاتا ہے کہ کس سے اپنی پریشانی بیان کرے' کس کے سامنے اپنی ضرورت رکھے ـــــ ضرورت اور حاجت ایک نادار فقیر کو بھی پیش آتی ہے اور ایک خوشحال کروڑ پتی کو بھی۔ کسی کو رہنے بسنے کے لیے مکان کی ضرورت ہے' کسی کو بدن ڈھانپنے کے لیے کپڑے کی ضرورت ہے' کسی کو اپنے بچوں کی شادی کرنا ہے اور واجبی خرچ کے لیے بھی کچھ نہیں ہے' کسی کا کاروبار نہیں چل رہا ہے' کسی کے پاس اتنا نہیں ہے کہ بچوں کو تعلیم دلوا سکے' کوئی بیمار ہے' اور صحت کے لیے ترس رہا ہے ـــــ کسی کو ملازمت کی ضرورت ہے' اور کسی کو ملازم درکار ہے' غرض دنیا میں خدا کے بندوں کی ضرورتیں گوناگوں ہیں۔ دوسروں کو چھوڑیئے خود اپنی زندگی ہی پر غور کیجئے ـــــ آپ کی کتنی ضرورتیں ہیں جن کے لیے آپ پریشان رہتے ہیں۔

آپ بہت بڑے غنی ہیں' اور آپ کا مقام بہت ہی بلند ہے اگر آپ کو یہ یقین فی الواقع حاصل ہوجائے کہ آپ کی ضرورتیں صرف خدا ہی پوری کرسکتا ہے اور آپ اس کے سوا کبھی کسی کے سامنے دامن نہ پھیلائیں گے۔

یہ واقعہ ہے کہ دینے والا صرف خدا ہے' وہ نہ دینا چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی آپ کو ایک ذرہ نہیں دے سکتی۔ اور وہ دینا چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی اس کی نوازش کو روک نہیں سکتی۔

بندے کے پاس آپ کو دینے کے لیے کچھ نہیں ہے' ہر بندہ محتاج ہے اور جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی زیادہ محتاج ہے۔ لال قلعہ کا بادشاہ بھی اسی کی درگاہ کا فقیر ہے اور جنگل کا چرواہا بھی اسی کا محتاج ہے۔ پھر یہ کہاں کی دانائی ہے کہ آپ فقیر اور محتاج بندوں کے سامنے اپنی ضرورتیں رکھیں' اور ان تہی دستوں سے مانگیں جو خود اپنی ضرورتوں کے لیے خدا کے حضور ہاتھ پھیلاتے ہیں' اور گڑگڑا گڑگڑا کر اس سے بھیک مانگتے ہیں۔

آپ یہ فیصلہ فرما لیں اور اس پر جم جائیں کہ کبھی اپنی کوئی ضرورت کسی

Marfat.com

بندے کے سامنے نہیں رکھیں گے۔ ضرورت چھوٹی ہو یا بڑی' دینی ہو یا دنیوی' صرف اپنے رب کے سامنے رکھیں گے' اور صرف اسی سے مانگیں گے۔ اپنے رب سے مانگنے کا تجربہ تو کیجئے' جتنی بار تجربہ کریں گے اپنے ایمان و یقین میں اور زیادہ پختگی پائیں گے ـــــ خدا کبھی آپ کو اپنے دربار سے مایوس نہیں کرے گا۔ جس کو جو کچھ ملا ہے اسی کے دربار سے ملا ہے۔ اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے۔ آپ کو جو ضرورت ہو اس سے کہئے' جو پریشانی ہو اس سے فریاد کیجئے' جو تکلیف اور مصیبت ہو اس کے حضور گڑگڑایئے۔ جو درکار ہو اس سے مانگئے ـــــ جو کچھ مل سکتا ہے اسی کے در سے مل سکتا ہے ـــــ کوئی وجہ نہیں کہ وہ ہارون الرشید کو زبردست سلطنت سے نوازے اور شاہ بہلول کو شام کی روٹی بھی نہ دے ـــــ یہ تو وہی جانتا ہے کہ کس کے مقدر میں کیا لکھا ہے' اور کس کو کیا ملتا ہے' لیکن یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ بھی ملے گا۔ اسی کے دربار سے ملے گا ـــــ اس کے حکم کے بغیر کسی کو ایک گھونٹ پانی بھی نہیں مل سکتا۔ اسی سے مانگنے کا تجربہ کیجئے۔ اس کے خزانوں میں نہ کمی کے آنے کا خطرہ ہے اور نہ یہ اندیشہ ہے کہ اس کے خزانے کبھی ختم ہوں گے۔

آپ جب بھی کسی پریشانی میں مبتلا ہوں' جب بھی کوئی حاجت اور ضرورت ہو' ضرورت چھوٹی ہو یا بڑی' دینی ہو یا دنیوی ـــــ اپنے رب کی طرف رجوع کیجئے۔ اس کے سامنے اپنی حاجت رکھئے۔ اور اس یقین کے ساتھ کہ وہ آپ کو مایوس اور نامراد نہ لوٹائے گا۔ اس انداز فکر و عمل سے آپ کو وہ استغناء' اطمینان اور بے نیازی حاصل ہوگی کہ اس دولت کا مقابلہ دنیا کی کوئی دوسری دولت نہیں کرسکتی۔

خدا سے مانگنے کا طریقہ اور اس کے آداب سکھاتے ہوئے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو صلوۃ الحاجتہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ یعنی وہ دو رکعت نفل نماز جس کے بعد بندہ خدا کے حضور اپنی حاجت رکھے۔ آپؐ کا

ارشاد ہے:

لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم' سبحان اللہ رب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین' اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمہ من کل بر والسلام من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا حاجہ ھی لک رضا الا قضیتھا یا ارحم الراحمین (ترمذی' ابن ماجہ)

خدا کے سوا کوئی مع نہیں' وہ انتہائی بردبار' اور بہت ہی کرم فرمانے والا ہے۔ پاک و برتر ہے۔ خدا عرش عظیم کا مالک' شکر و تعریف خدا کے لیے ہی ہے جو سارے جہانوں کا پروردگا خدایا! میں تجھ سے ان چیزوں کی بھیک مانگتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کرنے والی' اور تیری مغفرت کو لازم کرنے والی ہیں۔ ہر بھلائی میں حصہ اور ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں' (خدایا!)تو میرا کوئی گناہ بخشے بغیر اور کوئی دکھ اور غم دور کیے بغیر نہ چھوڑ' اور میری کوئی حاجت جو تیرے نزدیک پسندیدہ ہو پوری کیے بغیر نہ رہنے دے۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے!

روزہ کس لیے؟

رمضان کا مہینہ ہے' دن کا وقت ہے' آپ روزے سے ہیں' اور ایک شخص آپ سے نہایت سنجیدگی سے کہتا ہے' لیجئے ذرا یہ کھجور کھا کر دیکھیے' بڑی ہی میٹھی اور رسیلی ہے۔ بتایئے آپ کیا سوچیں گے۔ یہی نا کہ آپ اس کو دماغی مریض سمجھیں گے' ورنہ ہوش و حواس میں کوئی شخص ایسی نازیبا بات کہنے کی جرات کیسے کرسکتا ہے' اور اگر آپ کو ذرا بھی محسوس ہوجائے کہ یہ شخص ہوش و حواس رکھتے ہوئے یہ حرکت کر رہا ہے تو سوچئے آپ کے غیض و غضب کی کیا کیفیت ہوگی۔ بھلا روزے میں بھی کوئی شخص کچھ کھا سکتا ہے' ذرا سی غذا بھی حلق سے نیچے اتارے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

بے شک کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' اور مسلمان معاشرے میں ایسا ہو بھی نہیں سکتا کہ کوئی شخص رمضان کے دنوں میں کسی کو کچھ کھانے کی دعوت دے' اور نہ کوئی شخص روزہ رکھ کر کچھ کھانے کی حماقت ہی کرسکتا ہے' کون مسلمان نہیں جانتا کہ کھانے پینے اور دوسری لذتوں سے باز رہنے کا نام ہی روزہ ہے۔ روزہ رکھنے کے بعد بھلا دن میں کچھ کھانے یا چکھنے کا کیا سوال!

مگر انتہائی حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض اوقات آپ نہایت اطمینان سے مزے لے لے کر انسانی بوٹیاں چباتے ہیں اور آپ کو ذرا احساس نہیں ہوتا کہ

Marfat.com

آپ کا روزہ دم توڑ رہا ہے۔ ایک کھجور کھانے کے لیے آپ تیار نہیں ہیں کہ آپ کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن انسان کا گوشت آپ مزے سے کھاتے رہتے ہیں اور آپ کا سخت جان روزہ ذرا مجروح نہیں ہوتا ـــــ!

رمضان کا مہینہ ہے' دن کا وقت ہے' آپ روزے سے ہیں' اپنے دوستوں کی ایک مجلس میں پہنچتے ہیں۔ مجلس میں ادھر ادھر کی گفتگو ہو رہی ہے اور پھر یکایک یہ سب آدم خور بن جاتے ہیں' چٹخارے لے لے کر مردہ انسانوں کا گوشت کھانے لگتے ہیں' آپ بھی بڑی بے باکی سے دسترخوان پر ہاتھ مارنے اور انسانی لاش کو نوچنے لگتے ہیں ـــــ اور آپ کا احساس آپ کو ذرا بے چین نہیں کرتا کہ آپ روزے سے ہیں' انسان کا گوشت تو ویسے بھی حرام ہے' اور آپ روزے میں بھی مردار کھانے سے باز نہیں رہتے۔

آپ حیران ہو رہے ہیں' کہ بھلا میں کب آدم خوروں کی مجلس میں گیا' کب میں نے کسی مردہ انسان کا گوشت کھایا۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں! ـــــ جی ہاں صحیح کہہ رہا ہوں' اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آپ آدم خوروں کی مجلس میں موجود ہوتے ہیں' جب وہ انسانی گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے ہوتے ہیں تو آپ کے منہ میں بھی پانی بھر آتا ہے' اور بے اختیار آپ بھی مردہ انسان کے گوشت پر منہ مارنے لگتے ہیں' اور آپ کو ذرا پریشانی نہیں ہوتی کہ آپ ایک انتہائی گھناؤنا کام کر رہے ہیں۔

وہ مجلسیں جن میں آپ شریک ہوتے ہیں' کیا وہاں دوسروں کے عیوب اور کمزوریوں پر گفتگو نہیں ہوتی' کیا وہاں دوسروں پر الزام نہیں تراشے جاتے' کیا وہاں دوسروں کے خلاف بدگمانیاں نہیں کی جاتیں اور بدگمانیاں نہیں پھیلائی جاتیں' کیا وہاں دوسروں کی غیبت نہیں کی جاتی ـــــ؟ آپ ان مجلسوں میں اطمینان

Marfat.com

سے دوسروں کی غیبت سنتے ہیں' مزہ لیتے ہیں اور اکثر خود بھی شریک ہوجاتے ہیں۔

خدا کی کتاب بتاتی ہے' کہ غیبت کرنے والے آدم خور ہیں' غیبت کرنا دراصل مردہ انسان کا گوشت کھانا ہے۔

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احد کم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ

(الحجرات ۴۹ : ۱۲)

اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے' کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا ـــــ دیکھو' تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔

رمضان کا روزہ بے شک اہم ترین عبادت ہے' خدا نے اس کا عظیم صلہ اپنے ہاتھوں سے دینے کا وعدہ فرمایا ہے' مگر اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ کا روزہ خدا کی نظر میں بھی روزہ قرار پائے۔ روزے کی حفاظت سے آپ یکسر غافل نہیں ہیں' روزے کی حفاظت ہی تو ہے کہ آپ غذا کا ایک ذرہ منہ میں ڈالنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ آپ کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اسی احساس و شعور کو ذرا اور بیدار کیجئے' کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' مگر غیبت سے روزہ مردار ہوجاتا ہے' اور وہ ہرگز اس لائق نہیں رہتا کہ خدا کے حضور کل آپ اسے پیش کرسکیں۔ نہ اس کے ذریعے پرہیزگاری اور تقویٰ کا کوئی جوہر آپ میں پیدا ہوسکتا ہے۔ حالانکہ خدا نے روزے کی یہی غرض بتائی ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بہت سے روزے دار روزے تو بہت پابندی سے رکھتے ہیں' لیکن وہ یہ فکر

Marfat.com

نہیں رکھتے کہ جس چیز سے روزہ افطار کر رہے ہیں وہ حلال ہے یا حرام! وہ دن بھر غیبت سے پیٹ بھرتے ہیں' اجنبی چہروں سے آنکھیں سینکتے ہیں اور ذرا باک نہیں کرتے' فضول گفتگوؤں میں لگے رہتے ہیں' اور شیطان انھیں اطمینان دلاتا رہتا ہے کہ آپ روزے دار ہیں' یہ بھی شیطانی دھوکہ ہے۔"

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں دو عورتوں نے روزہ رکھا' روزے میں ان دونوں کی حالت غیر ہوگئی' پیاس کی شدت سے ان کی جان لبوں پر آگئی۔ دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کھولنے کی اجازت منگوائی۔ آپؐ نے دونوں کے پاس ایک بڑا پیالہ بھیجا اور حکم دیا کہ دونوں اس میں قے کریں' دونوں عورتوں نے ہدایت کے مطابق اس پیالے میں قے کی' دونوں کی قے میں خون کے ٹکڑے نکلے۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ان دونوں عورتوں نے ان چیزوں سے تو روزہ رکھا جو اللہ نے حلال کی ہیں' اور ان چیزوں سے روزہ توڑا جو خدا نے حرام کی ہیں ـــــ یعنی یہ دوسروں کی غیبت کرتی رہیں۔ یہ انسانوں کی بوٹیاں ہیں جو ان کی قے میں نکلی ہیں۔"

غیبت ہی کی طرح ان دوسری تمام برائیوں سے بھی روزہ برباد ہوجاتا ہے جن کو خدا نے حرام کیا ہے' اور عام طور پر لوگ ان میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ حضرت علامہ ہجویری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اذا صمت فلیصم سمعک و بصرک و یدک و کل عضو منک۔

یعنی جب تو روزہ رکھے تو چاہیے کہ اپنے کانوں' اپنی آنکھوں' اپنی زبان' اپنے

Marfat.com

ہاتھوں اور اپنے جسم کے تمام اعضا کو خدا کی ناپسندیدہ باتوں اور اس کے منع کردہ کاموں سے باز رکھے۔

اس سے بڑی نادانی اور اس سے بڑا گھاٹا اور کیا ہوگا کہ آدمی دن بھر بھوکا پیاسا بھی رہے' لذتوں سے محروم بھی رہے اور پھر بھی اس سے کہا جائے کہ تیرے حصے میں بھوک اور پیاس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ خدا کی پناہ اس سے کہ آپ کا روزہ صرف بھوک پیاس کی شدت بن کر رہ جائے اور خدا کی نظر میں اس کی کوئی قیمت نہ ہو' خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بہت سے روزے دار ایسے ہوتے ہیں' جن کے پلے روزے سے بھوک اور پیاس سے مرنے کے سوا اور کچھ نہیں پڑتا۔

خدا نے آپ کو روزہ رکھنے کا شعور دیا ہے تو اس کی قدر کیجئے' آپ روزہ رکھتے ہیں تو روزے کو روزہ بنانے کی فکر بھی کیجئے ـــــ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبول روزے کے لیے دو باتوں کے اہتمام کی تاکید فرمائی ہے۔

- ایمانی شعور
- احتساب

ایمانی شعور کے ساتھ روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جن حقیقتوں پر ایمان لایا ہے وہ اس کے ذہن میں تازہ ہوں' خدا کی عظمت کا احساس' اس کے حضور جواب دہی کا تصور' اس کے وعدوں پر یقین' اس کے غضب سے بچنے کی فکر' اس کے عذاب کا خوف' رسولؐ سے قلبی تعلق' ان کی سنت پر چلنے کا عزم' یہ ساری باتیں آدمی کے ذہن میں تازہ رہیں' اس ایمانی شعور کے ساتھ جو روزہ رکھا جائے گا' وہی روزہ حقیقت میں روزہ ہوگا۔

احتساب سے مراد یہ ہے کہ آدمی خالص اجر آخرت کے لیے روزہ رکھے' اور

Marfat.com

ہر وقت چوکنا رہے کہ کوئی اور محرک اس کے اخلاص کو گدلا نہ کردے' اور اپنے روزے کو ان تمام برائیوں سے بچائے رکھے جو روزے کو مجروح یا بے اثر کرنے والی ہیں۔

اگر روزہ رکھ کر بھی آپ وہ سب کچھ کرتے رہے جس سے خدا روکنا چاہتا ہے' اور انہی گناہوں میں سرگرم رہے جن سے باز رہنے کی قوت پیدا کرنے کے لیے خدا نے آپ کو روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے تو پھر آپ ہی بتایئے خدا کو ایسے روزے کی کیا ضرورت ہے' اور ایسے روزے سے آپ اس بے پایاں اجروا کرام' اور عظیم صلوں کی توقع کیسے کرسکتے ہیں جن کا وعدہ خدا نے آپ سے کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس شخص نے (روزہ رکھ کر) جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو خدا کو اس سے کیا مطلب کہ اس نے اپنا کھانا پینا چھوڑ رکھا تھا۔"

آپ کو خدا نے روزہ رکھنے کی توفیق دی ہے اور پابندی سے روزہ رکھتے ہیں ——— تو یہ ضرور سوچئے کہ آپ کس لیے روزہ رکھتے ہیں؟

Marfat.com

عید یا وعید

رمضان کے مبارک شب و روز رخصت ہوگئے۔ عید کی صبح نمودار ہوگئی۔ مسلمان عید کی خوشیوں سے سرشار' عید کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ آج اظہار مسرت کا دن ہے' جشن منانے کا دن ہے' ایک دوسرے سے ملنے اور مبارکباد لینے دینے کا دن ہے' خدا کی حمد و ثنا اور تکبیر و تہلیل کا دن ہے' خدا کے حضور سجدہ شکر بجا لانے کا دن ہے' عید خدا کا مقرر کیا ہوا تہوار ہے۔ آج کے دن نہانا دھونا' صاف ستھرے کپڑے پہننا' خوشبو لگانا' تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے عیدگاہ جانا' عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ میٹھا کھانا' ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے آنا اور سب کے ساتھ مل کر شوکت اسلام کا مظاہرہ کرنا خدا کے نزدیک پسندیدہ اور مطلوب اعمال ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکے سے مدینے تشریف لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ مدینے کے لوگ دو مخصوص دنوں میں کھیل و تفریح کرتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا "یہ دو دن کیسے ہیں؟" لوگوں نے بتایا "یہ ہمارے تہوار ہیں' ہم دور جاہلیت سے ان دو دنوں میں اسی طرح خوشی مناتے رہے ہیں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خدا نے تمہیں ان دو دنوں کے بدلے زیادہ بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں' ایک

Marfat.com

عیدالفطر اور دوسرا عیدالاضحیٰ۔ (سنن ابوداؤد)

اس مختصر سی روایت سے ایک نہایت اہم حقیقت پر روشنی پڑتی ہے' وہ یہ کہ ایک بامقصد ملت کے تہوار بھی بامقصد ہوتے ہیں' اسلامی تہواروں کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ دوسری قوموں کی طرح مسلمان ملت بھی سال بھر میں دو دن جشن مسرت منا لیا کرے' اور تہوار منانے کے فطری جذبے کو تسکین دے لیا کرے' اگر بات صرف اتنی ہی ہوتی' تو ان دو دنوں کے بدلے دوسرے دو دن مقرر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی' مسلمان انہی دو دنوں میں جشن مسرت مناتے رہتے' جیسا کہ مدینے والے ایک زمانے سے مناتے چلے آرہے تھے' لیکن خدا کے رسولؐ نے فرمایا "ان دو دنوں سے بہتر دو دن خدا نے تمہیں اظہار مسرت کے لیے عطا فرمائے ہیں' ایک عیدالفطر اور دوسرا عیدالاضحیٰ۔"

عیدالفطر شوال کی پہلی تاریخ کو منائی جاتی ہے اور عیدالاضحیٰ ذوالحجہ کی دس تاریخ کو ـــــ یکم شوال کو عیدالفطر منانے کا بھی ایک اہم مقصد ہے اور دس ذوالحجہ کو اظہار مسرت کا بھی ایک خاص پس منظر ہے' وقت کی مناسبت سے ان سطروں میں صرف عیدالفطر کے مقصد پر اظہار خیال کرنا ہے۔

رمضان کے شب و روز کی عبادتوں سے فارغ ہوتے ہی خوشی منانا اور دوگانہ شکر ادا کرنا دراصل اس حقیقت کا اظہار ہے کہ خدا ہی کے فضل و کرم سے ہمیں رمضان کی یہ مبارک ساعتیں حاصل ہوئیں اور اسی کی توفیق سے ہم قیام و صیام' تلاوت و تسبیح' صدقہ و خیرات اور دوسری عبادتیں بجا لا سکے' اگر خدا کی توفیق و اطاعت نہ ہوتی تو ہم کچھ بھی نہ کرسکتے۔

عید منانے کی اس حقیقت کو سامنے رکھئے تو اس بات کو دہرانے کی ضرورت

Marfat.com

ہی نہیں محسوس ہوتی کہ عید کی خوشی میں اس بدنصیب کا کوئی حصہ نہیں ہے' جو رمضان کی برکتوں سے محروم رہا اور رمضان کے بابرکت شب و روز پانے کے باوجود اس نے اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا' لیل و نہار کی گردش جب تک باقی ہے' یکم شوال کی تاریخ آتی رہے گی' مگر محض اس صبح کا طلوع ہونا ہی پیغام مسرت نہیں ہے' یہ صبح تو ہر ایک پر طلوع ہوتی ہے' لیکن اس جشن میں حقیقی مسرت صرف اسی کا حصہ ہے جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہوکر یہ کہہ سکے کہ پروردگار تو نے جو مبارک مہینہ مجھے عطا فرمایا تھا میں نے اسے ضائع نہیں کیا' میں دن میں بھی تیری خوشی کے کام کرتا رہا اور شب میں بھی تیری عبادت میں لگا رہا۔

عید کا دن عید بھی ہے اور وعید بھی' یہ مبارک باد کا دن بھی ہے اور تعزیت کا دن بھی۔ مبارکباد کا دن ان خوش نصیبوں کے لیے ہے جن کا رمضان شکر گزاری کی حالت میں گزرا اور تعزیت کا دن ان کم نصیبوں کے لیے ہے جن کا رمضان اس طرح گزرا کہ وہ اس کی برکتوں سے محروم ہی رہے' بے شک ایسے لوگوں کے لیے عید' وعید کا دن ہے' یہ مبارکباد کے نہیں تعزیت کے مستحق ہیں۔

یوم التهنئه و یوم التعزیه' تهنئه لمن مضی عنه رمضان مشکورا' تعزیه لمن قضی عنه رمضان مهجورا۔

یہ مبارک باد کا دن بھی ہے اور تعزیت کا دن بھی۔ مبارکباد اس کے لیے جس سے رمضان خوش خوش رخصت ہوا۔ اور تعزیت کا دن ہے اس کے لیے جس سے رمضان رخصت ہوگیا اور وہ اس سے محروم ہی رہا۔

عیدالفطر یقیناً مسلمانوں کے لیے اظہار مسرت کا دن ہے' یہ خدا کا دیا ہوا تہوار ہے ـــــ مگر یہ ضرور سوچنے کی بات ہے کہ خوشی کس بات کی ؟ رمضان اپنی تمام برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ آپ پر سایہ فگن ہوا۔ آپ نے اس کو خدا

Marfat.com

کا انعام سمجھ کر اگر اپنی عاقبت بنانے' اور مغفرت و نجات کا سامان کرنے کی فکر کی ہے تو بے شک یہ خوشی کی بات ہے' اور آپ عیدالفطر کا تہوار منانے کے مستحق ہیں' مگر جس کم نصیب نے رمضان کی مبارک ساعتوں میں ذرا بھی اپنی مغفرت و نجات کی فکر نہیں کی' رمضان کا سارا مہینہ اس نے یوں ہی غفلت اور محرومی میں گزار دیا' خدا کو خوش کرنے کے بجائے اس نے خدا کا غضب اور بھڑکایا۔ اس کو بھلا کیا حق ہے کہ وہ عید کا تہوار منائے اور خوشی کا اظہار کرے۔ وہ آخر کس بات کی خوشی منائے اور کس منہ سے خدا کی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے تکبیر کہے۔

اس شخص کی ہلاکت اور محرومی میں کس کو شک ہو سکتا ہے' جس کی تباہی اور ہلاکت کے لیے جبریل امین علیہ السلام بددعا کریں اور اس بددعا پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہیں۔

ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے منبر پر چڑھنے لگے' پہلے زینے پر جب آپؐ نے قدم رکھا تو فرمایا' آمین۔ دوسرے زینے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا' آمین۔ تیسرے زینے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا' آمین۔ خطبہ دے کر جب آپؐ فارغ ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا' حضورؐ! آج ہم نے یہ ایسی بات دیکھی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ فرمایا' جب میں خطبہ دینے کے لیے منبر پر چڑھنے لگا اور منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو جبریل امین نمودار ہوئے اور انھوں نے کہا "خدا اس شخص کو ہلاک کردے جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور پھر بھی اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا۔" اس پر میں نے کہا' آمین۔

جن کم نصیبوں کو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محروم اور تباہ حال کہیں' کون کہہ سکتا ہے کہ ان کو بھی عید کی خوشی منانے اور مبارکباد لینے کا حق ہے۔

جو خوش نصیب عید کی مبارکباد اور خوشی کے واقعی حق دار ہیں ان کا ایمان افروز حال خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنئے۔ اور اس آرزو کو پورا کرنے میں لگ جایئے کہ آپ کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب عید کی صبح نمودار ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو ہر شہر اور ہر بستی کی طرف روانہ کردیتا ہے' فرشتے زمین میں اتر کر ہر گلی اور ہر راستے کے موڑ پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور پکارتے ہیں۔ ان کی پکار ساری مخلوق سنتی ہے' مگر انسان اور جن نہیں سن پاتے ——— وہ پکارتے ہیں:

اے محمدؐ کی امت کے لوگو! نکلو اپنے گھروں سے اور چلو اپنے پروردگار کی طرف! تمہارا پروردگار بہت ہی زیادہ دینے والا اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے۔

اور جب مسلمان عیدگاہ کی طرف جانے لگتے ہیں تو خدائے عزوجل اپنے فرشتوں سے مخاطب ہوکر پوچھتا ہے:

"میرے فرشتو! اس مزدور کا صلہ کیا ہے؟ جس نے اپنے رب کا کام پورا کیا؟" فرشتے کہتے ہیں' "اے ہمارے معبود! اے ہمارے آقا! اس مزدور کا صلہ یہ ہے کہ اسے بھرپور مزدوری دی جائے۔" اس پر خدا کا ارشاد ہوتا ہے:

"فرشتو! تم سب گواہ ہو جاؤ' کہ میں نے اپنے ان بندوں کو جو رمضان بھر روزے رکھتے رہے اور تراویح پڑھتے رہے۔ اس کے صلے میں اپنی خوشنودی سے نواز دیا اور ان کی مغفرت فرما دی۔"

پھر خدا اپنے بندوں سے کہتا ہے' "میرے پیارے بندو! مانگو مجھ سے جو کچھ مانگتے ہو' مجھے میری عزت کی قسم! مجھے میرے جلال کی قسم! آج عید کے اس اجتماع میں تم اپنی آخرت بنانے کے لیے مجھ سے جو مانگو گے' عطا کروں گا اور اپنی

Marfat.com

دنیا بنانے کے لیے جو چاہو گے' اس میں بھی تمہاری بھلائی کو پیش نظر رکھوں گا ـــــ جب تک تم میرا دھیان رکھو گے' میں تمہارے قصوروں پر پردہ ڈالتا رہوں گا۔ مجھے میری عزت کی قسم ! مجھے میرے جلال کی قسم ! میں تمہیں مجرموں کے سامنے ہرگز ذلیل اور رسوا نہ کروں گا۔ جاؤ تم اپنے گھروں کو بخشے بخشائے لوٹ جاؤ' تم مجھے راضی کرنے میں لگے رہے ہو' میں تم سے راضی ہوگیا۔"

فرشتے اس بشارت پر خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں اور خدا کی اس بخشش اور نوازش پر خوشیاں مناتے ہیں' جو وہ اپنے بندوں پر فرماتا ہے' جو رمضان بھر کے روزے رکھ کر آج اپنا روزہ کھولتے ہیں۔"

(الترغیب' ج ۲' ص ۱۰۱)

Marfat.com

عید قرباں کس لیے؟

عیدالاضحیٰ میں دنیا بھر کے مسلمان خدا کے حضور اپنے جانوروں کی قربانی کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو تازہ کرتے ہیں۔ ایک بار صحابہ کرامؓ نے اسی کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

ما هذه الاضاحی؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

یہ قربانی کیا ہے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

ارشاد فرمایا:

سنة ابیکم ابراهیم صلوة اللہ وسلامہ۔

یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت ہے۔

بے شک ہر سال مسلمانان عالم کروڑوں جانوروں کی قربانی کرکے جاں نثاری اور فدائیت کے اس بے نظیر واقعہ کی یاد تازہ کرتے ہیں جو آج سے تقریباً سوا پانچ ہزار سال پہلے عرب کی سرزمین میں خدا کے گھر کے پاس پیش آیا تھا ـــــ کیسا رقت انگیز اور ایمان افروز ہوگا وہ منظر جب ایک بوڑھے اور شفیق باپ نے اپنے نوخیز لخت جگر سے کہا:

یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری (الصافات ۳۷: ۱۰۲)

پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں' بتا تیری کیا رائے ہے؟

Marfat.com

اور لائق فرزند نے بے تامل کہا:

یاابت افعل ما تومر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین (الصافات ۳۷ : ۱۰۲)

ابا جان! آپ کو جو حکم دیا جارہا ہے اسے کر ڈالیے' آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔

اور پھر اخلاص و وفا کے اس پیکر نے خوشی خوشی اپنی معصوم گردن زمین پر اس لیے ڈال دی کہ خدا کی رضا اور تعمیل حکم کے لیے اس پر تیز چھری پھیر دی جائے۔ اور ایک ضعیف اور رحمدل باپ نے اپنے محبوب لخت جگر کے سینے پر گھٹنا ٹیک کر اس کی معصوم گردن پر اس لیے تیز چھری پھیر دینے کا ارادہ کرلیا' کہ اس کے رب کی مرضی اور حکم یہی ہے۔

اطاعت و فرماں برداری کا یہ بے نظیر منظر دیکھ کر رحمت خداوندی جوش میں آگئی اور ندا آئی:

ونادینہ ان یا ابراھیم○ قد صدقت الرءیا انا کذلک نجزی المحسنین○ ان ھذا لھو البلوا المبین○ (الصافات ۳۷ : ۱۰۴ - ۱۰۶)

اور ہم نے انھیں ندا دی کہ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا' ہم وفادار بندوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی۔

اور اس وقت ایک فرشتے نے ابراہیم علیہ السلام کے سامنے ایک مینڈھا پیش کیا کہ وہ اس کے گلے پر چھری پھیر کر جاں نثاری اور وفاداری کے جذبات کی تسکین کریں' اور خدا نے رہتی دنیا تک کے لیے یہ سنت جاری کردی کہ دنیا بھر کے مسلمان ہر سال اسی دن جانوروں کے گلے پر چھری پھیر کر اس بے نظیر قربانی کی یاد تازہ کریں۔

وفدینہ بذبح عظیم (الصافات ۳۷ : ۱۰۷)

اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس (نوعمر بچے) کو چھڑا لیا۔

Marfat.com

بڑی قربانی سے مراد قربانی کی یہی سنت ہے جس کا اہتمام ہر سال اسی دن مسلمانان عالم دنیا کے گوشے گوشے میں کرتے ہیں اور لاکھوں مسلمان تو مکے کی اس سرزمین پر اس سنت کو تازہ کرتے ہیں جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام سے نہ تو اس قربانی کا یکایک مطالبہ کیا گیا تھا' اور نہ وہ یکایک اس عظیم قربانی کے لیے تیار ہوگئے تھے' بلکہ ان کی پوری زندگی ہی قربانیوں کی یادگار ہے۔ حیات ابراہیمی کو اگر قربانی کی تفسیر کہا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا۔ خدا کی راہ میں قربانی دینے کا مفہوم اگر آپ جاننا چاہیں تو ضروری ہے کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو پڑھیں۔ خدا کی خاطر آپ ماں باپ کی شفقتوں سے محروم ہوئے' ان کی دولت اور آسائش سے محروم ہوئے' خاندان اور برادری کی حمایت اور سہارے سے محروم ہوئے' خاندانی گدی سے محروم ہوئے' وطن عزیز سے نکلنا پڑا۔ خدا ہی کی خاطر آتش نمرود میں بے خطر کود کر آپؑ نے خدا کے حضور اپنی جان نذر کردی' اور خدا ہی کی رضا اور اطاعت میں آپؑ نے اپنی محبوب بیوی اور اکلوتے بچے کو ایک بے آب و گیاہ ریگستان میں لاکر ڈال دیا اور جب یہی بچہ ذرا سن شعور کو پہنچ کر کسی لائق ہوا تو حکم ہوا کہ اپنے ہاتھوں سے اس کے گلے پر چھری پھیر کر دنیا کے ہر سہارے اور تعلق سے کٹ جاؤ' اور مسلم حنیف بن کر اسلام کامل کی تصویر پیش کرو۔

اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین○ (البقرہ ۲ : ۱۳۱)

جب ان سے ان کے رب نے کہا' مسلم ہو جا تو اس نے بے تامل کہا "میں رب العالمین کا مسلم ہوگیا۔"

اسلام کے معنی ہیں کامل اطاعت' مکمل سپردگی اور سچی وفاداری۔ قربانی کا یہ بے نظیر عمل وہی کرسکتا ہے جو واقعتاً اپنی پوری شخصیت اور پوری زندگی میں خدا کا مکمل اطاعت گزار ہو' جو زندگی کے ہر معاملے میں اس کا وفادار ہو' اور جس نے

اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کردیا ہو۔

اگر آپ کی زندگی گواہی نہیں دے رہی ہے کہ آپ خدا کے مسلّم اور وفادار ہیں اور آپ نے اپنی پوری زندگی خدا کے حوالے نہیں کی ہے تو آپ محض چند جانوروں کا خون بہا کر ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو تازہ نہیں کرسکتے۔ اور اس عہد میں پورے نہیں اتر سکتے جو قربانی کرتے وقت آپ اپنے خدا سے کرتے ہیں۔

دنیا کے مسلمان اس دن جانوروں کا خون بہا کر خدا سے عہد کرتے ہیں کہ اے رب العالمین' ہم تیرے مسلم ہیں۔ تیری کامل اطاعت ہی ہمارا شیوہ ہے' ہم تجھ سے وفاداری کا اعلان کرتے ہیں' اور اپنے بزرگوار اسماعیلؑ کی طرح تیرے حضور اپنی گردن پیش کرتے ہیں۔ پروردگار تو نے ہی قربانی کی یہ سنت جاری کرکے اسماعیل علیہ السلام کی گردن چھڑائی تھی' ہم جانوروں کا خون بہا کر اپنی گردن چھڑاتے ہیں' مگر ہمارا سب کچھ تیرا ہی ہے' تیرا اشارہ ہوگا تو ہم تیرے دین کی خاطر اپنی گردن کٹانے اور اپنا خون بہانے سے ہرگز دریغ نہ کریں گے۔ ہم تیرے ہیں اور ہمارا سب کچھ تیرا ہے۔ ہم تیرے وفادار اور جاں نثار بندے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے پیرو ہیں۔ اور انہی کی عقیدت سے سرشار ہیں۔ قربانی کرتے وقت آپ جو دعا پڑھتے ہیں وہ دراصل وفاداری اور جاں نثاری کے انہی جذبات کا اظہار ہے:

انی وجهت وجهی للذ ی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین' ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له وبذالک امرت وانا اول المسلمین' اللهم لک ومنک۔

میں نے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا رخ ٹھیک اس خدا کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ بلاشبہ میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت سب رب

Marfat.com

العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے' اور میں مسلم اور فرماں بردار ہوں' خدایا! یہ تیرے ہی حضور پیش ہے اور تیرا ہی دیا ہوا ہے۔

پھر سپردگی کی عجیب کیفیت کے ساتھ جانور کے گلے پر تیز چھری پھیرتے ہوئے آپ کہتے ہیں:

بسم اللہ اللہ اکبر' اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من خلیلک ابراھیم وحبیبک محمد علیھما الصلوۃ والسلام۔

اللہ کے نام سے' اللہ سب سے بڑا ہے' اے اللہ! تو اس قربانی کو میری جانب سے قبول فرما جس طرح تو نے اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی قبول فرمائی۔

دراصل اسی واقعہ کو تازہ کرنا اور انہی جذبات کو دل و دماغ پر حاوی کرنا قربانی کی روح اور اس کا مقصد ہے۔ اگر یہ جذبات اور ارادے نہ ہوں' خدا کی راہ میں قربان ہونے کی آرزو اور خواہش نہ ہو' خدا کی کامل اطاعت اور سب کچھ اس کے حوالے کردینے کا عزم اور حوصلہ نہ ہو' تو محض جانوروں کا خون بہانا' گوشت کھانا' اور تقسیم کرنا قربانی نہیں ہے' بلکہ گوشت کی ایک تقریب ہے جو ہر سال آپ منا لیا کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو تازہ کردیا۔ خدا کو نہ جانوروں کے خون کی ضرورت ہے نہ گوشت کی' اس کو تو اخلاص و وفا اور تقویٰ و جانثاری کے وہ جذبات مطلوب ہیں جو آپ کے دل میں پیدا ہوتے ہیں' خدا کا ارشاد ہے:

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم (الحج ۲۲: ۳۷)

اللہ کو نہ ان جانوروں کے گوشت پہنچتے ہیں' اور نہ ان کا خون' اسے تو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

یہی تقویٰ اور اطاعت و فرماں برداری کا جوہر قربانی کی روح ہے' اور خدا کے یہاں صرف وہی قربانی شرف قبول پاتی ہے جو متقی لوگ اطاعت اور فرماں برداری و جاں نثاری کے جذبات کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

واتل علیھم نبا ابنی ادم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل اللہ من المتقین○ (المائدہ ۵ : ۲۷)

اور انھیں آدم کے دو بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک سنا دو۔ جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی۔ اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا' میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا "اللہ تو متقیوں ہی کی قربانی قبول کرتا ہے۔"

یعنی تیرے دنبے کو اگر آسمانی آگ نے نہیں جلایا اور خدا نے اسے قبول نہیں کیا تو اس میں میرا کیا قصور ہے جو مجھے قتل کی دھمکی دے رہا ہے' اپنی اصلاح کی فکر کر' تیرے اندر ہی کھوٹ ہے' اللہ تو صرف متقی لوگوں کی قربانی ہی قبول کرتا ہے۔

تقویٰ اور اخلاص اور وفاداری و جاں نثاری کے یہ جذبات اس طرح پیدا نہیں ہوتے کہ آپ گاہے گاہے خدا کو یاد کرلیں اور کچھ ایسے مخصوص اعمال کبھی کبھی کرلیں جو خدا سے تعلق اور اس کی راہ میں قربانی کی علامت ہیں' اور پھر اپنے افکار و خیالات' احساسات و جذبات' اخلاق و معاملات' اور اطاعت و فاداری میں آپ آزاد رہیں کہ جو چاہیں سوچیں' جو چاہیں ارادے رکھیں' جو چاہیں کریں' اور جس کی اطاعت و فرماں برداری کا چاہیں دم بھریں ـــــ خدا سے یہ عہد کرنے کے بعد کہ "میں رب العالمین کا مسلم ہوں" اس کی کیا گنجائش ہے کہ ہم دوسرے ازموں اور طریقوں کو اطاعت کے لیے اپنائیں یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دے کر

Marfat.com

اپنے لیے جائز اور قابل قبول قرار دیں اور اپنے من مانے طریقوں کی پیروی کریں۔ کیا جانوروں کا فدیہ دے کر ہم نے اپنی جانوں کو اس لیے چھڑایا ہے کہ ہم اپنی جانوں اور اپنی قوت و صلاحیت کو جہاں چاہیں کھپائیں اور قربان کریں اور خدا سے یہ امید کریں کہ وہ ان جانوروں کے گوشت اور خون کو قبول کرلے گا۔

خدا کا دین آپ کی پوری شخصیت اور آپ کی پوری زندگی چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ آپ اس کی اطاعت کے ساتھ کسی اور کی اطاعت کا جوڑ نہ لگائیں۔ جن برگزیدہ بندوں کی سنت کو آپ تازہ کررہے ہیں' انھیں دیکھیں کہ وہ کس طرح زندگی کے ہر معاملے میں مسلم حنیف تھے۔ خدا سے اسلام اور بندگی کا عہد کرنے والے ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی اسلام کی کیا تصویر پیش کرتی ہے' ان کی زندگی کو آپ بار بار پڑھیں اور اس مہینے کے ان ایام میں خصوصی اہتمام کے ساتھ پڑھیں' اور اپنے دل و دماغ اور شخصیت اور معاشرے پر ان جذبات اور کیفیات کو طاری کرنے کی کوشش کریں جو اس پاکیزہ زندگی میں آپ کو نظر آئیں' ورنہ قربانی کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں کہ عام دنوں کے مقابلے میں کچھ زیادہ گوشت کھانے اور کھلانے کے لیے آپ ایک جشن منا رہے ہیں۔

Marfat.com

نواسہ رسولؐ کی شہادت اور آپ

ماہ محرم آتے ہی پوری امت کا غم تازہ ہوجاتا ہے۔ ساڑھے تیرہ صدیاں گزر گئیں' امت کی آہ و بکا سے دشت و جبل گونج اٹھے۔ صدیوں سے برابر بہنے والے یہ آنسو جمع کیے جائیں تو نہریں بہہ نکلیں۔ کون کہتا ہے کہ نواسہ رسولؐ کی مظلومانہ شہادت پر آپ دل نہ دکھائیں' آنسو نہ بہائیں اور عقیدت و محبت میں اظہار غم نہ کریں' اگر رسولؐ سے آپ کو تعلق ہے' رسولؐ کے اہل بیت سے تعلق ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ عاشورہ کی بھیانک رات اور کربلا کی صبح قیامت کی یاد آپ کو نہ تڑپائے' فاطمہؓ کے گھر کا چراغ گل ہوجائے اور مسلمان کا دل نہ روئے' بحرہند کے پانی میں آگ لگنا تو ممکن ہے لیکن یہ ناممکن ہے۔

دس محرم کی ان قیامت خیز گھڑیوں کا تصور تو کیجئے کہ دوش رسولؐ کے سوار فرات کے ساحل پر پیاس سے بے تاب ہیں' لب خشک ہیں' حلق سوکھ رہا ہے' عزیزوں اور بچوں کی بے بسی اور مظلومانہ شہادت سے دل زخمی ہے' کسی طرح دشمنوں کے نرغے سے بچ کر فرات کے کنارے چلو سے پانی پینا چاہتے ہیں کہ حصین ابن نمیر تاک کر نیزہ مارتا ہے اور نواسہ رسولؐ کے مبارک منہ سے سرخ تازہ خون کا فوارہ پھوٹ نکلتا ہے' نوجوانان جنت کے سردار یہ خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف اچھالتے ہیں اور کہتے ہیں:

"اے بے نیاز! تیرے نبیؐ کے نواسے کے ساتھ یہ سنگ دل جو سلوک کررہے ہیں اس کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں۔"

Marfat.com

اور پھر آسمان کی آنکھوں نے یہ دلدوز منظر بھی دیکھا کہ نواسہ رسولؐ کی گردن میں تیر چھدا ہوا ہے' آپؓ ہاتھ سے کھینچ کر نکالتے ہیں کہ زریحہ گردن مبارک پر تلوار سے وار کرتا ہے' اور مظلوم کربلاؓ زخموں کی تاب نہ لاکر گر پڑتے ہیں ---- اسی دوران سنان ابن انس کا ایسا نیزہ لگتا ہے کہ آپؓ ہمیشہ کے لیے امت کو اپنے غم میں روتا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں ---- اور یہی سنان شقی نواسہ رسولؐ کا سر مبارک جسم اطہر سے جدا کرکے ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیج دیتا ہے۔

اور پھر اس منظر پر کس کا کلیجہ پھٹ نہ پڑے گا کہ ابن زیاد کے سامنے' فاطمہؓ کے لخت جگر کا سر مبارک رکھا ہے' اور وہ گستاخ اپنی چھڑی سے ' آپؓ کے مبارک دانتوں اور ہونٹوں کو چھیڑ رہا ہے ---- ایک بوڑھے صحابی زید بن ارقمؓ سے یہ منظر دیکھا نہ گیا۔ غصے سے بے تاب ہوکر بولے:

"چھڑی ہٹا لو ' خدائے واحد کی قسم ! میں نے رسول پاکؐ کے لبوں کو ان لبوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے" ---- یہ کہا اور بے اختیار دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔

اور پھر اس منظر کا تصور کیجئے کہ شہداء کربلا کی لاشیں غاضریہ کے باشندے دفن کررہے ہیں' انہی میں ایک لاشہ بے سر بھی ہے۔ یہ امام مظلوم کا لاشہ ہے' یہ بے سر کے دفن کیا جارہا ہے۔

زمیں سہمی پڑی تھی' آسماں ساکت تھا بے چارہ

بے شک محرم ہر سال ان غموں کی یاد ساتھ لاتا ہے' اور آپ کی گریہ و زاری' نالہ و ماتم ایک فطری حقیقت ہے' لیکن سوال صرف یہ ہے کہ یہ نالہ و ماتم اور یہ آہ و بکا کس لیے ---- کیا حسینؓ نے جان عزیز کی قربانی دے کر اور اپنے نونہالوں کی گردنیں کٹا کر امت کو یہ سبق دینا چاہا تھا کہ وہ چند دن سوگ منا کر بیت رسول کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کیا کرے' یا آپؓ نے فرات کے

Marfat.com

کنارے میدان کربلا میں' قربانی' شہادت' جہاد اور باطل سے پنجہ آزمائی کی تاریخ اس لیے تیار کی کہ نوجوانان اسلام اپنے سردار کے نقش قدم پر چل کر حق کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہیں اور جیتے جی کبھی بھی باطل کو اپنے ناپاک قدم جمانے کا موقع نہ دیں' کربلا کے مصائب کا خیرمقدم کریں لیکن باطل کے آگے ہرگز گردن نہ جھکائیں۔

کوفہ جاتے ہوئے راستے میں "بیضہ" کے مقام پر شہید کربلاؑ نے جو خطبہ دیا ہے اسے بار بار پڑھئے اور غور کیجئے کہ نوجوانان جنت کے سردار کی شہادت' قربانیاں' میدان کربلا کا جہاد آپ سے کیا مطالبہ کررہا ہے:

لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص کسی ایسے بادشاہ کو دیکھتا ہے جو ظالم و جابر ہے' خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کررہا ہے' خدا سے کیے ہوئے عہد کو توڑ رہا ہے' رسولؐ کی سنت کو تہس نہس کررہا ہے' خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کررہا ہے' اور پھر بھی اس شخص کو غیرت نہ آئے' نہ زبان سے وہ اس ظالم کے خلاف آواز اٹھاتا ہے نہ عملی طور پر ظالم کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا ہے' تو خدا کو یہ حق ہے کہ وہ اس ظالم بادشاہ کی جگہ اس شخص کو دوزخ کی آگ میں جھونک دے۔"

لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ یہ لوگ شیطان کی اطاعت قبول کرچکے ہیں اور رحمٰن کی اطاعت سے آزاد ہوگئے ہیں' ان لوگوں نے خدا کی زمین کو فساد سے بھردیا ہے' حدود الٰہی کو پامال کردیا ہے۔ مال غنیمت میں سے اپنے لیے زیادہ وصول کرنے لگے ہیں' خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرلیا ہے اور حلال چیزوں کو حرام کردیا ہے۔ اس لیے میں حق بجانب ہوں کہ مجھے غیرت آئے ـــــ اور میں ان کی سرکشی اور بغاوت کو حق و عدل سے بدلنے کی کوشش کروں۔ وقت آگیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوجائے۔ میں

Marfat.com

شہادت کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا خود بہت بڑا جرم ہے۔ میری ذات تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے۔

تقریر کرنے والا خاموش ہوگیا۔ اس کی آرزو پوری ہو گئی اور اب قیامت ہی میں آپ اس کی آواز سن سکیں گے' لیکن اس کی آواز کی گونج اب بھی آپ کو جھنجھوڑتی ہے' آج بھی دنیا خدا کی اطاعت سے آزاد ہے' آج بھی حدود اللہ پامال ہیں ---- آج بھی دنیا میں حلال حرام ہے اور حرام حلال ہے' اور دنیا میں ہر طرف فساد پھیل گیا ہے ---- یہ گونج ملت کے نوجوانوں کو آج بھی غیرت دلا رہی ہے' اور انہی مرحلوں سے گزرنے کی دعوت دے رہی ہے' جن مرحلوں سے شہید کربلاؓ گزرے تھے۔

داستان کربلا پر اظہار غم ایک فطری تقاضا ہے' لیکن یہ اظہار عقیدت و محبت اگر محض ذاتی اور شخصی نوعیت کا ہے تو نہ خدا کی نگاہ میں اس کی کوئی قدروقیمت ہے اور نہ خود شہید کربلاؓ کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت۔ نواسہ رسولؐ کی نظر میں قدروعظمت کی چیز حق تھا' جس کے لیے انھوں نے اپنی جان عزیز قربان کردی۔ اگر اپنی ذات نواسہ رسولؐ کو عزیز ہوتی تو وہ اسے قربان ہی کیوں کرتے۔ کربلا کی تاریخ آپ سے مطالبہ یہ کرتی ہے کہ آپ حق کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردیں' جس طرح حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف اپنی جان اس راہ میں قربان کی بلکہ اپنے کنبے کے معصوم بچوں تک کو خوشی خوشی کٹوا دیا۔

شہید کربلا کی مظلومیت اور بے بسی آپ سے وہی عملی جواب چاہتی ہے جو ان کے ہمراہ جانے والے جاں نثاروں نے دیا تھا۔

محرم کی نو تاریخ تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"میں خدا کا بہترین ثنا خواں ہوں اور راحت و رنج ہر حال میں اس کا شکر گزار ہوں' پروردگار! میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کی عزت بخشی

Marfat.com

اور ہمیں حق سننے والے کان' حق دیکھنے والی آنکھیں اور حق شناسا دل دیا' ہمیں قرآن کا علم دیا اور فہم دین سے نوازا ـــــ الٰہی' تو ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرما ! مجھے کسی کے ساتھی اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور اپنے گھرانے سے زیادہ نیک اور صلہ رحمی کرنے والا کوئی دوسرا گھرانا نہیں معلوم ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو میری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے ـــــ میں ان بدترین دشمنوں کے ارادے بھانپ کر آج کے دن کو کل ہی کا دن سمجھ رہا ہوں ـــــ میں آپ لوگوں کو خوشی خوشی اجازت دے رہا ہوں' میری طرف سے کوئی ملامت نہ ہوگی۔ رات چھا چکی ہے' ایک ایک اونٹ لے لو' اور اپنی اپنی بستیوں کو لوٹ جاؤ۔ خدا تم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے ـــــ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ لوگ مجھی کو تلاش کریں گے' میرے بعد انھیں کسی کی تلاش نہ ہوگی۔"

نوجوانان جنت کے سردار کی یہ مظلومانہ تقریر سن کر جاں نثاروں نے جو جوابی تقاریر کیں وہ اس لائق ہیں کہ انھیں بار بار پڑھا جائے' انھیں اپنے لیے مشعل راہ بنایا جائے اور ان کی روشنی میں اپنے لیے لائحہ عمل تیار کرکے' حسینؓ سے سچی عقیدت کا ثبوت دیا جائے۔

جاں نثاروں کے عزائم

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سن کر بنو عقیل کے جوانمردوں نے کہا' اے ہمارے سردار ! ہم صرف اس لیے لوٹ جائیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں ؟ خدا ہمیں یہ دن نہ دکھائے' ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے' کیا یہ کہیں گے کہ اپنے سردار' اپنے آقا اور اپنے چچا کے لخت جگر کو ہم چھوڑ آئے' ان کی طرف سے ہم نے ایک تیر بھی نہ چلایا' ایک نیزہ بھی نہ مارا' تلوار کا ایک وار بھی نہ کیا' اب معلوم نہیں کہ ان کا کیا حشر ہوا ـــــ خدا کی قسم ہم سے ہرگز ایسا نہ ہوسکے گا۔ ہم اپنی جان' اپنا مال اور اپنے اہل و عیال سب کچھ آپ پر قربان

کردیں گے' آپ کے ساتھ آپ کی حمایت میں لڑیں گے' جو انجام آپ کا ہوگا وہی ہمارا بھی ہوگا ـــــ آپ کے بعد جینا بے کار ہے۔

بنو عقیل کی تقریر کے بعد مسلم بن عوسجہ اٹھے اور کہا' ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور کل خدا کے حضور میں یہ عذر نہ کریں کہ ہم نے آپ کا حق ادا کردیا۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا جب تک دشمنوں کے سینے میں اپنا نیزہ نہ اتار لوں اور تلوار کے جوہر نہ دکھا لوں۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس ہتھیار نہ بھی ہوتے تو دشمنوں سے پتھر مار مار کر لڑتا اور آپ پر اپنی جان فدا کردیتا۔

آپ کے بعد سعد بن عبداللہ حنفی اٹھے اور فرمایا' خدا کی قسم ہم اس وقت تک آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے' جب تک خدا کو یہ معلوم نہ ہوجائے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کا فرمان ملحوظ رکھا۔ اگر مجھ کو یہ یقین ہو کہ میں ستربار قتل کیا جاؤں گا اور ہر بار دوبارہ زندہ کرکے' مجھے آگ میں جلا کر میری خاک اڑا دی جائے گی تو بھی اس وقت تک میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا جب تک خود کو موت کے حوالے نہ کردوں' نہ کہ ایسی صورت میں جب کہ مرنا صرف ایک ہی بار ہے اور اس موت کے بعد ہمیشہ کی عزت ہے۔

ان کے بعد زہیر بن قین اٹھے اور اپنی فدا کاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا' خدا کی قسم میری تمنا ہے کہ میں قتل ہوں پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں' اسی طرح ہزار بار زندہ ہو ہو کر قتل کیا جاؤں اور خدا اس قتل کے بدلے آپ کو اور اہل بیت کے نوجوانوں کو بچالے۔

محرم کے یہ قیامت خیز شب و روز آپ سے انہی جذبات و عزائم اور اسی فداکاری اور جاں نثاری کا مطالبہ کرتے ہیں' اور یہ حقیقت ہے کہ فدا کاری اور جاں نثاری کے جذبات و عزائم کا بدل آپ محض نالہ و فغاں' اور اظہار غم کے کچھ اعمال سے فراہم نہیں کرسکتے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے' کہ یہ جذبات و عزائم اور یہ

Marfat.com

جاں نثاری و فداکاری بھی اسی وقت نتیجہ خیز ہو سکتی ہے جب کسی امام و رہنما کی قیادت میں ہو اور کسی نظم اور منصوبے کے تحت ہو۔

Marfat.com

اسوۂ حسینؓ کا پیغام

خدا کے فضل سے آپ نئے سال کا آغاز کررہے ہیں۔ پروردگار سے دعا ہے کہ یہ سال عالم اسلام کے لیے عزت و سربلندی' ترقی و خوشحالی' امن و آزادی اور خیروبرکت کا سال ہو ـــــ اسلامی سال ماہ محرم سے شروع ہوتا ہے۔ اس ماہ میں ایک ایسا تاریخی اور انقلابی سانحہ پیش آیا تھا جس کی یاد ہر سال مسلمانوں کو یہ سبق دیتی ہے کہ اصل زندگی خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کردینا ہے' یہی اسوۂ حسین کا پیغام ہے۔

انسانی تاریخ کے مطالعہ سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے اور خدا کی کتاب بھی یہی بتاتی ہے کہ زندہ رہنے اور زندوں کی طرح زندگی گزارنے کا حق صرف اسی کو ہے جو حق کی خاطر جان دینے کے لیے تیار رہے ـــــ اس قوم کے لیے موت ہی مقدر ہے جو موت سے لرزتی ہے ـــــ بنی اسرائیل ہزاروں کی تعداد میں تھے' لیکن جب موت کے خوف سے وہ اپنے گھروں سے نکلے تو خدا نے ان کی قومی موت کا فیصلہ فرما دیا اور پھر مسلسل چالیس سال تک وہ سرزمین میں ادھر ادھر زندگی سے محروم سرگرداں مارے مارے پھرتے رہے۔ یہاں تک کہ جنگل کی گود میں جب ان کی نئی نسل پل کر جوان ہوئی اور موت سے پنجہ آزمائی کے لیے وہ تیار ہوئے تو خدا نے ان کو فتح و نصرت سے نواز دیا۔

یہ پوری داستان خدا نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے' اور مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے کہ وہ اس داستان عبرت سے سبق لیں اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ

Marfat.com

عزت و سربلندی کی زندگی یہی ہے کہ آدمی خدا کی راہ میں جان و مال قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔

الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم (البقرہ ۲: ۲۴۳)

تم نے ان لوگوں کی تاریخ پر بھی عبرت کی نگاہ ڈالی ہے جو موت کے خوف سے اپنے گھربار چھوڑ کر نکلے تھے' اور ہزاروں کی تعداد میں تھے' اللہ نے ان سے فرمایا' مرجاؤ' پھران کو دوبارہ زندگی سے نوازا۔

اس آیت پر تشریحی نوٹ دیتے ہوئے مولانا مودودیؒ صاحب فرماتے ہیں:

"یہ اشارہ بنی اسرائیل کے واقعہ خروج کی طرف ہے۔ سورۂ مائدہ کے چوتھے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے' یہ لوگ بہت بڑی تعداد میں مصر سے نکلے تھے' دشت و بیابان میں بے خانماں پھر رہے تھے' خود ایک ٹھکانے کے لیے بے تاب تھے' مگر جب اللہ کے ایماء سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ ظالم کنعانیوں کو ارض فلسطین سے نکال دو اور اس علاقے کو فتح کرلو' تو انھوں نے بزدلی دکھائی اور آگے بڑھنے سے انکار کردیا' آخر کار اللہ نے انھیں چالیس سال تک زمین میں سرگرداں پھرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ ان کی ایک نسل ختم ہوگئی اور دوسری نسل صحراؤں کی گود میں پل کر اٹھی' تب اللہ تعالیٰ نے انھیں کنعانیوں پر غلبہ عطا کیا۔ معلوم ہوتا ہے اسی معاملہ کو موت اور دوبارہ زندگی کے الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

مسلمانوں کو یہ عبرت کی داستان سنا کر خدا کی راہ میں جان و مال قربان کرنے پر ابھارا گیا ہے' اور انھیں ان کمزوریوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے' جن کی وجہ سے آخر کار بنی اسرائیل زوال و انحطاط سے دوچار ہوئے۔ مسلمانوں کو یہ ہدایت اس وقت دی جارہی ہے' جب کہ وہ مکہ کی سرزمین سے ہجرت کرچکے تھے اور سال ڈیڑھ سال سے مدینہ منورہ میں پناہ گزیں تھے اور کفار کے مظالم سے تنگ

آکر خود بار بار مطالبہ کرچکے تھے کہ ہمیں جنگ کی اجازت دی جائے۔ ان کو اس داستان عبرت سے یہ سبق دینا ہے کہ عزت و سربلندی کی زندگی چاہتے ہو' تو خدا کے بھروسے پر میدان میں ڈٹ جاؤ۔ اگر تم نے موت سے ڈر کر میدان جہاد سے منہ موڑا' اور خدا کی راہ میں لڑنے سے جی چرایا' تو پھر تمہیں عبرتناک ذلت سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی' اور تاریخ بتاتی ہے کہ اس مٹھی بھر جماعت نے جب موت سے بے خوف ہوکر دشمن کے مقابلے میں قدم جمائے تو قلت تعداد اور وسائل کی زبردست کمی کے باوجود ان کے قدم جمتے ہی چلے گئے اور خدا نے ان کو فتح و نصرت سے نوازا۔

دراصل زندگی کا راز ہی یہ ہے کہ قوم مسلسل جدوجہد' قربانی اور راہ حق میں جمنے اور آگے بڑھنے کے لیے ہر وقت مستعد رہے۔ کاش عالم اسلام گوش ہوش سے سنے۔

کربلا کی داستان بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے' اور محرم ہر گیارہ مہینے کے بعد یہی یاد تازہ کرنے کے لیے آتا ہے کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کی زندگی' باطل کے مقابلے میں جمنے اور حق کے لیے جان عزیز کی شہادت دینے میں مضمر ہے ——
"اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"۔

آج دجلہ اور فرات کے پڑوس میں پھر باطل نے عالم اسلام کو للکارا ہے' اور نواسہ رسول حضرت حسینؓ سے پیار کرنے والوں کے لیے پھر ایک موقع فراہم ہوا ہے کہ وہ حق کی طرف اپنی جانیں لڑا دیں اور یہ ثابت کردیں کہ حسینؓ سے عقیدت رکھنے والے حسینؓ کی یاد میں صرف آنسو بہانا ہی نہیں جانتے' بلکہ حق اور آزادی کی خاطر ان کے اسوہ پر چلنے اور گردنیں کٹانے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں' اور یہ حقیقت ہے کہ جو قوم جان دینے کے لیے تیار ہوتی ہے' باعزت زندگی کا حق اس سے کوئی نہیں چھین سکتا —— خدا گواہ ہے کہ راہ حق میں مارے جانے والے کبھی نہیں مرتے بلکہ انہی لوگوں کو اصل زندگی حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ○
(البقرہ ۲ : ۱۵۴)

اور ان لوگوں کو مردہ نہ کہو جو خدا کی راہ میں مارے جاتے ہیں' ایسے لوگ حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔

حضرت حسینؓ سے عقیدت و محبت کا حق وہی لوگ ادا کرتے ہیں جو سرفروشی اور جاں نثاری کے جذبات سے سرشار ہوکر خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے ہی کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

چار روزہ بستی

اس ملک میں اسلام کا مستقبل انتہائی تابناک ہے ---- یہ دعویٰ نہیں ایک تاثر ہے اور ایک وجد انگیز تمنا بھی ---- تمنا اس لیے کہ اسلام پر ایمان رکھنے والے کی یہ تمنا ہونی ہی چاہیے۔ اور یہ تاثر اس لیے کہ پچھلے دنوں خدا نے اپنے فضل و کرم سے کچھ ایسے مناظر دیکھنے کی سعادت بخشی' جن سے قدرتی طور پر یہ تاثر پیدا ہوا۔ جب جب یہ مناظر یاد آتے ہیں' ایمان میں تازگی اور قلب و روح میں ایک جلا سی محسوس کرتا ہوں۔

شام کا اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ میں نے ٹھنڈی شیروانی اتار کر گرم شیروانی پہنی' چاہا کہ پین بھی گرم شیروانی میں لگا لوں' لیکن پین غائب تھا۔ دل کو دھکا سا لگا۔ اور میں سوچنے لگا کہ آخر کہاں گر گیا۔ لاؤڈ اسپیکر پر مغرب کی اذان گونجی اور میں نماز کے لیے دوڑ پڑا۔ نماز کے بعد ایک بار پھر جیبوں میں ٹٹولا' بکس میں تلاش کیا' بیگ میں دیکھا' مگر پین نہ ملا۔ دل پر پتھر رکھ کر چارو ناچار صبر کیا ---- گمی ہوئی چیز بھلا پھر کہاں ہاتھ لگتی ہے۔ آج کے دور میں آپ کا تجربہ بھی یہی ہوگا۔

مگر ان دنوں میں ایک ایسی بستی میں مقیم تھا' جس کے شب و روز عام بستیوں کے شب و روز سے بالکل مختلف تھے۔ یہ عجیب و غریب بستی تھی' اس کی فضا انتہائی ایمان افروز اور اس کے لیل و نہار بڑے ہی وجد انگیز تھے ---- یہاں ہر طرف محبت و اخوت کی لہریں تھیں' پیار و خلوص کی فراوانی تھی۔ سلام و تحیات کی صدائیں تھیں' دیانت و امانت' ایثار و قربانی کے دلنواز مناظر تھے' نہ کوئی شور و

ہنگامہ تھا' نہ گالی گلوچ' نہ سخت کلامی تھی' نہ ترشروئی ---- ہر طرف سلامتی کی دعائیں تھیں' مسکراہٹیں تھیں' مصافحے اور معانقے تھے' اور خلوص و محبت کا اظہار تھا۔ جنت کی منظر کشی کرتے ہوئے قرآن نے کہا ہے:

لا یسمعون فیها لغوا ولا تاثیما ○ الا قیلا سلما سلما ○ (الواقعہ ۵۶ : ۲۵ - ۲۶)

جنت کے باشندے وہاں کوئی بے ہودہ اور گناہ کی بات نہ سنیں گے' بلکہ ہر سو سلام سلام کی صدائیں ہوں گی۔

یہ چار روزہ بستی گاندھی درشن نئی دہلی کے وسیع میدان میں بسائی گئی تھی۔ پورے میدان میں خیمے لگے ہوئے تھے اور ان خیموں میں ۱۶' ۱۷ ہزار انسان بسے ہوئے تھے۔ کشمیر سے لے کر کیرالا کے آخری ساحلوں تک اور پنجاب سے لے کر آسام کی آخری سرحدوں تک کے جاں نثاران اسلام اس بستی میں مقیم تھے' بلکہ مصر' اردن' شام' حجاز' افریقہ' امریکہ' انڈونیشیا' لنکا اور دور دراز کے مندوبین بھی یہاں موجود تھے۔ یہ جماعت اسلامی ہند کا پانچواں کل ہند اجتماع تھا ---- کیسی پیاری اور بھولی بھالی صورتیں تھیں' کیسی نورانی فضا تھی' کیسے سہانے صبح و شام تھے' روح کی بالیدگی کا عجیب و غریب سامان تھا۔

لاؤڈ اسپیکر پر برابر اعلان ہورہے تھے۔ طرح طرح کے اعلان ---- آواز آرہی تھی' کسی رفیق کا پین ایک رفیق کے پاس رہ گیا تھا' وہ دارالقطہ سے آکر لے لیں" رات گئے یہ اعلان ہورہا تھا۔ کیسے عجیب و غریب ہیں یہ لوگ ---- اس دنیا میں تو لوگ دن کی روشنی میں دوسروں کی چیزیں ہتھیاتے ہیں ---- اور یہ رات کے اندھیرے میں دوسروں کی چیزیں ان تک پہنچانے کا اعلان کررہے ہیں! ---- میں یہ سوچ رہا تھا اور اس بات کی طرف میرا ذہن ہی منتقل نہ ہوا کہ یہ اعلان میرے پین کے بارے میں بھی ہوسکتا ہے۔ ---- اور جلد ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ دوسرے روز صبح پھر یہی اعلان میں نے سنا۔ اور میں کسی خاص

Marfat.com

امید کے بغیر دارالقطہ کی طرف چلا گیا' دارالقطہ میں سیکڑوں چیزیں جمع تھیں۔ چند پین بھی رکھے ہوئے تھے' میں نے غور کیا تو میرا پین بھی چمک چمک کر میرا استقبال کررہا تھا۔ میری آنکھوں میں بے اختیار خوشی کے آنسو تیرنے لگے ـــــ اور میں نے اپنے اندرون میں ایسی عجیب و غریب کیفیت محسوس کی جس کا لطف و سرور میں زندگی بھر نہ بھلا سکوں گا۔ یہ خوشی اور یہ لطف و سرور اس بات کا نہیں تھا کہ چند روپے کا پین واپس مل گیا تھا بلکہ ـــــ یہ ایک تاثر تھا' جس سے میری روح وجد میں آگئی۔ یہ جماعت اسلامی کا اجتماع تھا' جماعت اسلامی اس ملک میں اسلامی نظام قائم کرنا چاہتی ہے۔ جس میں امن و سکون ہوگا۔ ہر ایک کی جان اور مال محفوظ ہوگا۔ باہمی اخوت اور محبت ہوگی' اور خدا کے بندوں کو صرف خدا کا خوف ہوگا اور کسی پر کسی کی حکومت نہ ہوگی۔ سب خدا کی بندگی میں ہوں گے ـــــ یہ چار روزہ بستی اس اسلامی نظام کی ایک ہلکی سی جھلک تھی ـــــ کیسا اطمینان و سکون تھا اس چار روزہ بستی میں' قرآن کی دلنواز قرات ہورہی ہے۔ خوش الحان موذن کی آواز گونج رہی ہے' خدا کا ذکر ہے' اس کے دین کا تعارف ہے' بندگان خدا کی بھلائی کی باتیں ہیں' نیکی کی تلقین ہے' برائیوں کو ذہنوں سے' معاشرے سے کھرچ پھینکنے کی تاکید ہے' ایک دوسرے کے لیے ایثار و قربانی' اور محبت و الفت کا مظاہرہ ہے۔ خدا کی عبادت کے لیے موذن نے پکارا اور سب دوڑ پڑے۔ نہ کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا' سب کندھے سے کندھا ملائے خدا کے حضور کھڑے ہیں اور ایک ہی امام کی اتباع میں امام سمیت خدا کے حضور سب سجدہ ریز ہیں۔

یہ بستی اسلامی نظام کا مکمل نمونہ نہیں بلکہ اس کی ایک جھلک ہے' اور خدا نے اس ملک میں ان بے سروسامان بندوں کو اسلامی نظام کی یہ جھلک دکھانے میں انکے وسائل و ذرائع' اور ان کے تصور و حوصلوں سے کہیں زیادہ کامیابی بخشی ـــــ ان کو زیادہ سے زیادہ دس ہزار افراد کے آنے کی توقع تھی اور سترہ ہزار

Marfat.com

افراد شریک ہوئے تو یہ ایک واضح علامت ہے اس بات کی کہ اس ملک میں اسلام
کا مستقبل انتہائی تابناک ہے۔

آپ اور آپ کے پڑوسی

اسلامی دنیا کے مشہور بزرگ حضرت سہل تشتری ؒ کو دنیا سے رخصت ہوئے زمانہ گزر چکا' لیکن ان کی روشن زندگی کی ہر جھلک آج بھی روشنی دکھاتی ہے۔ حضرت کے پڑوس میں بالکل ہی دیوار کے نیچے ایک مجوسی رہا کرتا تھا' حضرت اپنے پڑوسی کے ساتھ ہر طرح سلوک کرتے' لیکن پڑوسی نہ جانے کیوں' حضرت سے دلی بغض رکھتا تھا' دل کی جلن نکالنے کے لیے وہ روزانہ رات گئے' اپنی دیوار پر سے اپنے گھر کا کوڑا اور غلاظت حضرت سہل ؒ کے گھر میں ڈال دیا کرتا۔

حضرت تشتری ؒ بھی ظاہر ہے انسان ہی تھے۔ اس بدسلوکی پر تکلیف فطری بات تھی' لیکن طبیعت پر جبر کرتے' صبر سے کام لیتے اور خاموشی سے کوڑا اور غلاظت اپنے ہاتھ سے اٹھا کر باہر پھینک آتے ---- عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا' مجوسی کوڑا پھینکتا رہا اور حضرت صاف کرتے رہے' اس دوران حضرت نے خاموشی سے مجوسی کو متوجہ کرنے کی کوشش بھی کی' لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا' حضرت یہ تکلیف سہتے رہے لیکن جواب میں صبر اور خاموشی کے سوا کبھی کوئی اور حرکت نہیں کی۔ گھر والے زیادہ پریشان ہوتے اور کچھ کرنا چاہتے تو حضرت صبر کی تلقین کرتے اور رات ہی میں کوڑا کرکٹ اٹھا کر باہر پھینک دیتے تاکہ گھر والے دیکھ کر مشتعل نہ ہوں۔

حضرت بیمار ہوگئے اور بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو آپ نے پڑوسی مجوسی کو بلوایا اور تنہائی میں اس سے کہا ---- "بھائی' تم جو رات کو کوڑا کرکٹ پھینکتے

Marfat.com

تھے' میں صحت مند تھا اور میں رات ہی میں اٹھا کر پھینک دیا کرتا تھا اور اب میں جس حال میں ہوں تم دیکھ ہی رہے ہو۔ خدا کے لیے اب تم ایسا نہ کرو۔ اس لیے کہ میرے بعد میرے گھر کے لوگ تمہاری اس حرکت کو برداشت نہ کر سکیں گے اور اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں کوئی سخت تکلیف پہنچا دیں۔ میں نے زندگی بھر تمہاری اس حرکت کو برداشت کیا' اب تم مان جاؤ۔"

حضرت نے کچھ اس انداز سے مجوسی سے بات کی کہ اس کا دل بھر آیا۔ شرمندگی سے اس نے سر جھکا لیا اور بولا "حضرت خدا کے لیے آپ مجھے معاف فرمائیں' میں نے واقعی آپ کو بہت ستایا' اور آپ نے جس صبر و تحمل سے کام لیا وہ حقیقت میں آپ ہی کا حصہ ہے۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ صبر کی یہ بے مثال قوت اسلام ہی کی دین ہے' حضرت مجھے معاف فرمایئے اور مجھے اسلام کا کلمہ پڑھایئے۔"

حضرت نے لرزتا ہوا ہاتھ مجوسی کی طرف بڑھایا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا' اور لڑکھڑائی ہوئی زبان میں مجوسی کو کلمہ شہادت پڑھایا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اس طرح دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے بھی حضرت ایک سخت دل مجوسی کو اسلام کی دولت سے مالا مال کر گئے۔ حضرت کے بے پناہ صبر اور حسن سلوک نے مجوسی کا دل موہ لیا' اور ایک مثالی مسلمان کا حسین کردار دیکھ کر اسلام کے لیے اس کا دل کھل گیا۔

آپ کے پڑوس میں بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر مسلم رہتا ہو' اور نہ رہتا ہو تو ہم میں سے کتنے ہیں جن کے پڑوس میں برسہا برس سے غیر مسلم رہتے ہیں' اور اپنی اس ملت کے بارے میں سوچئے کہ اس ملک میں اس کے کروڑوں پڑوسی غیر

Marfat.com

مسلم ہیں' آپ جو کچھ کرتے ہیں' اسے ہر ایک کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے' آپ کا کوئی عمل' آپ کا کوئی سلوک' آپ کا کوئی معاملہ' آپ کی کوئی بات' آپ کا کوئی برتاؤ' فضا میں تحلیل ہوکر بے اثر نہیں ہوجاتا' آپ کی ہر حرکت آپ کے ساتھی اور پڑوسی پر اپنا اثر چھوڑتی ہے' اور اس حرکت کو دیکھ کر وہ صرف آپ کے بارے ہی میں کوئی رائے قائم نہیں کرتا بلکہ اس دین کے بارے میں بھی رائے قائم کرتا ہے' جس کا آپ دعویٰ کرتے ہیں۔

آپ کے قول و عمل کو دیکھ کر یا تو لوگوں کے دل اسلام کے لیے کھلتے ہیں یا وہ اسلام سے دور ہوتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناطے پڑوسیوں کا آپ پر یہ بھی حق ہے کہ وہ آپ کے گھر سے' آپ کے برتاؤ سے' آپ کے معاملے سے اور آپ کی گفتگو سے اسلام کی روشن تعلیمات سیکھیں' اور آپ کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر وہ بے اختیار پکار اٹھیں کہ یہ دین یقیناً حق ہے' جو ایسی پاکیزہ زندگیاں بناتا ہے۔

حضرت سہل تشتریؒ کو دنیا سے گزرے زمانہ ہوچکا' لیکن کتابوں میں لکھا یہ واقعہ آج بھی پڑھئے تو روح تازہ ہوجاتی ہے' اور کتابوں میں دفن ان زندگیوں سے لوگ آج بھی اسلام کی طرف کھنچتے ہیں' لیکن یہ ہماری زندگی کا کتنا بڑا المیہ ہے' کہ ہم چلتے پھرتے انسان زندہ ہوتے ہوئے بھی اپنی زندگیوں سے لوگوں کو اسلام کی طرف لانے میں کامیاب نہیں ہیں۔

اس ملک میں آپ خدا کے دین کے امین ہیں' آپ کے وجود کا مقصد اس ملک میں یہ ہے کہ آپ کی زندگی سے خدا کے بندے دین کو سمجھیں اور سیکھیں' اور اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے کے بجائے خدا کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی کا راستہ طے کریں ---- آپ اور آپ کی ملت اپنی اس ذمہ داری کو کس حد تک ادا کررہی ہے' یہی وہ فریضہ ہے جس پر ہر مسلمان بھی غور کرے اور یہ ملت بھی جو اس دین کی محافظ بھی ہے اور اس کی داعی بھی ---- خواہ اسے اپنی اس حیثیت

Marfat.com

کا شعور ہو یا نہ ہو۔

اگر آپ کی اور آپ کی ملت کی زندگی بندگان خدا کو یہ روشنی نہیں دے رہی ہے' اور آپ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے خدا کے بھٹکے ہوئے بندوں کو صحیح راہ نہیں مل رہی ہے تو سوچئے کل حشر کے میدان میں خدا کے حضور آپ کا جواب کیا ہوگا ـــــ اور ملت اسلامیہ کیا جواب دے گی ؟

Marfat.com

سماج سدھار کی اسکیمیں ناکام کیوں؟

آپ فکرمند ہیں کہ سماج میں بگاڑ ہی بگاڑ ہے' یہ بگاڑ بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتا ہی جارہا ہے اور اخلاقی قدریں دم توڑ رہی ہیں۔ آپ کی شکایت اور تنقید بجا ہے کہ ہر فرد' خودغرض' مطلب پرست اور کاہل بنتا جارہا ہے' احساس ذمہ داری' فرض شناسی' دیانت و امانت' نظم اور ڈسپلن' حقوق و فرائض' چھوٹے بڑے کا پاس لحاظ' محنت و جانفشانی جیسے اخلاقی جوہر معدوم ہوتے جارہے ہیں' اور ہر طرف مکاری' فریب' منافقت' کام چوری' بے رحمی' استحصال اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔

اس فکر اور پریشانی میں آپ تنہا نہیں ہیں' بلکہ صحیح صورتحال تو یہ ہے کہ یہ فکر مندی اور پریشانی اب عادت بنتی جارہی ہے' سماج کے بگاڑ پر گفتگو اب ایک فیشن سا ہوتا جارہا ہے۔ جہاں چند آدمی جمع ہوئے سماج کی خرابیوں کا ذکر چھڑا اور مجلس جمانے کے لیے ایک دلچسپ موضوع ہاتھ آگیا اور ہر شخص نہایت دیدہ ریزی' مہارت اور اظہار دردمندی کے ساتھ زور بیان کے جوہر دکھانے لگا۔ ایک ایک مرض کے ازالے کی تدبیریں بھی نہایت حکمت اور جوش کے ساتھ بیان ہونے لگیں' اور پھر ٹھنڈی آہیں بھرتے ہوئے یہ مجلس برخاست ہوگئی کہ آہ! سماج کیا سے کیا ہوگیا ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سماج کے ہمہ گیر بگاڑ سے ہر ایک کا دل دکھی ہے' ان برائیوں اور خرابیوں سے ہر ایک پریشان ہے' اور ہر ایک دل کی گہرائی سے خواہش

مند ہے کہ کسی طرح سماج سے یہ خرابیاں دُور ہوں' سماج میں سدھار پیدا ہو' ہر ایک اخلاقی قدروں سے آراستہ ہو' ہر ایک اپنے حصے کی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دے' اور پورا سماج رحمت اور سکون' اطمینان اور شانتی کا گہوارہ بن جائے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ صالح معاشرہ تعمیر کرنے اور ایک پاکیزہ سماج کو وجود میں لانے کے لیے نہایت خوشنما آرزوئیں بھی ہیں' انتہائی مرتب منصوبے اور اسکیمیں بھی ہیں' کام کے نہایت واضح اور مکمل خاکے اور نقشے ہیں' بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ اس صدی سے پہلے کا انسان نہ اپنی آرزوؤں کو الفاظ کا ایسا خوش نما لباس پہنا سکتا تھا' نہ اس نے اس موضوع پر اس قدر فنی تربیت کے ساتھ سوچا تھا' نہ کبھی ایسے مکمل منصوبے بنائے تھے' نہ اس سے پہلے کبھی ایسا خوش نما لٹریچر تیار کیا گیا تھا' نہ کبھی ایسے دلنواز لیکچر دیے گئے تھے' نہ کبھی ایک فن کی حیثیت سے' اس پر اتنی مہارت کے ساتھ ریسرچ کی گئی تھی' نہ ہر فرد اس موقع پر مدلل گفتگو کے لیے اس قدر تیار تھا ---- آج تو کسی پڑھے لکھے کو ذرا چھیڑیئے اور پھر دیکھئے' وہ حکمت و موعظت کے کیسے کیسے آبدار موتی آپ کے کانوں میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے' آپ کو ایسا محسوس ہوگا کہ شاید یہ شخص چند گھنٹوں میں سماج کی کایا پلٹ ڈالے گا۔

مگر نہایت تلخ سہی ---- ہے یہ حقیقت کہ اس فکرمندی اور بے چینی' نیک تمناؤں اور اصلاحی منصوبوں کے باوجود بگاڑ بڑھتا ہی جارہا ہے' خرابیاں پھیلتی ہی جارہی ہیں' غیر صالح عناصر کے حوصلے بلند ہوتے ہی جارہے ہیں' اور برائیوں کی گرفت روز بروز سخت اور وسیع ہوتی جارہی ہے۔ سوسائٹی کا ہر فرد دھیرے دھیرے زبردست برائیوں میں مبتلا ہوتا جارہا ہے یا کم از کم ان سے سمجھوتہ کرکے ان کو انگیز کرتا جارہا ہے۔ جس ناخوب سے کل تک بیزاری تھی بتدریج وہ خوب کی فہرست میں شامل ہوتا جارہا ہے' اور افسوس کہ احساس زیاں بھی ناپید ہوگیا ہے'

Marfat.com

جن برائیوں کو آپ دوسروں کے یہاں دیکھ کر کڑھتے تھے' آج اپنے گھروں میں آپ انہیں برائیوں کو ٹھنڈے پیٹوں گوارا کررہے ہیں اور جرات اظہار نہیں سہی لیکن آپ غیرشعوری طور سے ان پر فخر کی بیماری میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں' فکر و نظر کے زاویے بدل گئے' اخلاق کی قدریں بدل گئیں' سوچنے کے انداز بدل گئے۔ اچھائی برائی کا معیار بدل گیا' اور ہر برائی کے مقابلے میں شکست' مرعوبیت اور تاویل کی عام فضا پیدا ہوگئی۔

آپ پوچھ سکتے ہیں کہ آخر اس تجزیے سے آپ کا مقصود کیا ہے' کیا سماج کو تباہی کے گڑھے میں گرتا دیکھ کر کڑھنا اور فکرمند ہونا بے سود ہے' کیا سماجی اصلاح کے منصوبے بنانا لایعنی کام ہے' کیا سماج کو عبرت ناک خرابیوں میں مبتلا دیکھ کر اس کی شکایت کرنا بے معنی ہے' کیا افراد کی تباہ کن اخلاقی برائیوں پر گفتگو کرنا اور ان کے ازالے کی تدبیریں سوچنا غیر ضروری مشغلہ ہے۔ کیا آپ اس طول بیان سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم خاموش تماشائی بنے اور کھڑے رہیں اور سماج کی کشتیوں کو یوں ہی بداخلاقی کے طوفان میں ہچکولے کھانے دیں' کیا ہم انسانی سماج کو نہ بتائیں کہ اس پستی کا انجام انتہائی کرب ناک ہے' کیا ہم معاشرے کو نہ سمجھائیں کہ اس پستی سے نکلنے کی سبیل کیا ہے ؟

جی ہاں آپ کا فکرمند ہونا بے سود ہے' آپ کے اصلاحی منصوبے بے کار ہیں' آپ سماج کے لیے پریشان ہونا چھوڑ دیجئے۔ آپ افراد کے تنزل پر بھی آنسو نہ بہایئے' جھٹک دیجئے ذہن سے اس طرح کی ہر فکر کو' نکال دیجئے اس طرح کی ہر تمنا کو ---- ہرگز وقت ضائع نہ کیجئے اس طرح کے منصوبوں اور اسکیموں میں۔ آپ کے لیے فکر کی بات یہ ہرگز نہیں ہے کہ سماج بگڑ رہا ہے' سماج کی اصلاح اور سدھار کی فکر سے ذہن کو بوجھل نہ بنایئے۔ یہ فکرمندی اور یہ منصوبے سب بے سود ہیں' چھوڑ دیجئے اس روش کو۔

آپ حیران نہ ہوں' میں سوچی سمجھی بات کہہ رہا ہوں' آپ گھبرایئے نہیں'

Marfat.com

بات یہی صحیح ہے' دراصل آپ کو دور دیکھنے کی عادت ہوگئی ہے' بدل دیجئے اس عادت کو۔ قریب میں جھانکنے کی عادت ڈالیے۔ معلومات کی وسعت نے آپ کو وسعت نظر دے کر دور تک دیکھنے کی صلاحیت سے ضرور نواز دیا ہے' لیکن قریب کو دیکھنے کی صلاحیت سے محروم کردیا ہے' زیادہ سوچنے' زیادہ منصوبے اور خاکے بنانے کی عادت نے آپ کو عمل سے محروم کردیا ہے' اور آپ عملی میدان میں مفلوج ہوکر رہ گئے ہیں۔

سماج میں سدھار ہرگز نہیں آئے گا اگر آپ اپنے فکرو عمل میں انقلاب نہ لائیں گے۔ آج کا ہر انسان پریشان ہے کہ برائیاں پھیل رہی ہیں اور انھیں ختم ہونا چاہیے' لیکن وہ برائیاں جو دوسروں میں ہیں نہ کہ وہ جو اس میں ہیں۔ ہر ایک کو خواہش ہے کہ سوسائٹی کے افراد نیک اور صالح بنیں لیکن دوسرے بنیں اس کو نہ چھیڑا جائے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ نیکیاں پھیلیں لیکن یہ کوشش دوسرے لوگ کریں' وہ صرف مشورے دے اور ممکن ہو تو منصوبے بنائے۔

آپ کے لیے فکر کی بات یہ نہیں ہے کہ سماج بگڑ رہا ہے' فکر کی بات یہ ہے کہ آپ بگڑ رہے ہیں' آپ سدھر جائیں تو سماج سدھر جائے۔ خرابی سماج میں نہیں خرابی آپ میں ہے۔ حیرت ہے کہ آپ باہر کی خرابیوں کے تذکرے کررہے ہیں حالانکہ خرابی جو کچھ ہے آپ کے اندر ہے' تعجب ہے کہ آپ دوسروں کی اصلاح کے لیے بے چین ہیں حالانکہ اصلاح کی ضرورت آپ کو ہے۔ آپ کو دوسرے لوگ مریض نظر آرہے ہیں حالانکہ سب سے بڑے مریض آپ ہیں۔ آپ کی اپنی کشتی بھنور میں ڈانوا ڈول ہے لیکن آپ کو دوسروں کی کشتیاں ساحل سے لگانے کی بے تابی ہے۔ آپ کے گھر کا کل اثاثہ راکھ کا ڈھیر بنتا جارہا ہے لیکن آپ دوسروں کے یہاں لگی آگ تلاش کرنے میں مصروف ہیں کہ اسے بجھا دیں۔

اس طرز فکر و عمل میں آپ تنہا نہیں ہیں' ہر ایک آپ ہی کی طرح سوچ رہا ہے' ہر ایک چاہتا ہے کہ اصلاح ہو' لیکن دوسرے کی' ہر ایک چاہتا ہے کہ برائیاں

ختم ہو لیکن دوسروں کی زندگی سے' ہر ایک کی تمنا ہے کہ نیکی اور بھلائی کا چلن عام ہو' لیکن یہ سب کچھ دوسرے کریں' ہر ایک سارے جہاں کا جائزہ لینے کے لیے نہایت چاق و چوبند ہے' لیکن اپنے جہاں سے بے خبر ہے اور اس بشر کی پستی کا یہی اصل سبب ہے۔

باہمہ ذوق آگہی ہائے رے پستی بشر سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

پھر بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ آدمی اپنے عیبوں سے بے خبر ہے' اور بے خبر رہنا چاہتا ہے' بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی جو نیک تمنائیں اور اچھے منصوبے ہیں ان کو بھی دوسرے ہی لوگ عملی جامہ پہنائیں۔

آپ ہی انصاف کیجئے' کیا ان حالات میں آپ سے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ سماج کی فکر نہ کریں اپنی فکر کریں' دوسروں کا بگاڑ دور کرنے کے لیے پریشان نہ ہوں اپنا بگاڑ دور کریں' دوسروں کو نیکی کے منصوبے نہ بتائیں خود ان پر عمل کریں۔ وہ سماج کیسے سدھر سکتا ہے جس کا ہر فرد یہ چاہے کہ سدھرنے اور سدھارنے کا کام دوسرے کریں' وہ صرف اظہار خیال کی مہم سر کرتا رہے۔

فرض کیجئے آپ کا سماج دو ہزار افراد پر مشتمل ہے' ہر فرد کو سماج کے بگاڑ کا احساس ہے' ہر ایک کی خواہش ہے کہ سماج کا بگاڑ دور ہو لیکن ان دو ہزار میں سے ہر ایک کی خواہش یہ ہے کہ سدھرنے اور سدھارنے کا یہ کام اس کے سوا دوسرے ہی لوگ کریں' اور کوئی ایک بھی اس کے لیے تیار نہیں کہ وہ اپنی زندگی سے کسی خرابی کو دور کرے' یا کوئی اخلاقی خوبی اپنے اندر پیدا کرے' جب دو ہزار میں سے ہر ایک کا یہی حال ہے تو آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ اس سماج میں سدھار کیسے ممکن ہے۔

ایسے سماج کے ہر فرد سے یہی کہنا صحیح ہے کہ آپ سماج کے بگاڑ پر آنسو نہ بہائیے' آپ سماج کے سدھار کی فکر نہ کیجئے۔

کتنا مضحکہ خیز ہے یہ انداز فکر کہ میں اپنی حالت بدلوں یا نہ بدلوں دوسرے

Marfat.com

بدل جائیں' میں اپنی برائیاں دور کروں یا نہ کروں دوسرے نیکی کا پیکر بن جائیں' مجھے اپنے فرائض کا احساس ہو یا نہ ہو دوسرے اپنے فرائض کا احساس کریں' میں کسی کا حق ادا کروں یا نہ کروں دوسرے ضرور حق ادا کریں' میں اپنے حصے کا کام کروں یا نہ کروں دوسرے اپنی ذمہ داریاں ضرور پوری کریں' میں دوسروں سے تو سب کچھ چاہوں لیکن دوسرے مجھ سے کچھ نہ چاہیں' دوسرے میری ہر امید کو پورا کریں' لیکن مجھ سے کوئی امید نہ رکھیں۔ رونے کا مقام یہ ہے کہ یہی طرز فکر عام ہے' اور انسانی سوسائٹی کا ہر فرد کم و بیش اسی کج فکری کا شکار ہے۔

اگر آپ واقعی اصلاح حال کے خواہش مند ہیں تو سب سے پہلے فکر کی اس کجی سے نجات حاصل کیجئے' دوسروں کی فکر سے پہلے اپنی فکر کیجئے' دوسروں کا بگاڑ دور کرنے کی بے قراری سے پہلے اپنی زندگی کا بگاڑ دور کرنے کے لیے بے چینی دکھایئے۔ جن برائیوں کو دیکھ کر آپ کڑھتے ہیں اور سماج کو ان سے پاک کرنا چاہتے ہیں' سب سے پہلے انھیں اپنی زندگی سے دور کیجئے۔ دوسروں پر آپ کا قابو نہیں چلتا لیکن اپنی ذات پر تو آپ کو قابو حاصل ہے۔ آپ تہیہ کیجئے کہ کوئی اپنے عیوب دور کرے یا نہ کرے' میں اپنی زندگی سے ایک ایک برائی کو اس طرح جھاڑ دوں گا جس طرح ایک خزاں رسیدہ ٹہنی کو ہلانے سے اس کی سوکھی پتیاں جھڑجاتی ہیں۔

دوسروں کا جائزہ لینے سے پہلے اپنا جائزہ لیجئے' اور دوسروں سے کچھ کرنے کی توقع رکھنے سے پہلے خود کرنے میں لگ جایئے۔ اپنے ساتھ بھی انصاف کیجئے اور دوسروں کے ساتھ بھی' دوسرون کی کمزوریوں پر آپ جس سوز اور جوش کے ساتھ تنقیدیں کرتے ہیں اور ان کمزوریوں سے ان کی زندگیاں پاک دیکھنا چاہتے ہیں' انصاف کے ساتھ دیکھئے کہ آپ کی زندگی ان عیوب سے پاک ہے' اپنے نفس سے دھوکا نہ کھایئے' یہ دھوکا دینے میں بڑا ماہر ہے' ہر تلخ حقیقت کا جواب دینے میں جلدی نہ کیجئے ---- جواب دینے کے لیے آپ ضرور تیاری کیجئے لیکن اس ہستی

Marfat.com

کے سامنے جو علام الغیوب ہے اور جس سے آپ کے سینے کا کوئی دفینہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ آپ کا محاسبہ کرے آپ خود اپنا محاسبہ کیجئے اور کل کی شرمندگی سے بچنے کے لیے آج کی شرمندگی کو ہنسی خوشی قبول کیجئے اور اپنے خدا کے حضور اس حال میں پہنچنے کی تیاری کیجئے کہ آپ کے پیش رو صالحین محبت و مسرت کے ساتھ آپ کا استقبال کریں۔

ہماری نئی مطبوعات

چند تصویریں	خرم مراد
شہید المحراب عمر بن الخطابؓ	عمر تلمسانی / حافظ محمد ادریس
فی ظلال القرآن	سید قطب شہید / سید حامد علی
اسلام اور جدید ذہن کے شبہات	محمد قطب
سید بادشاہ کا قافلہ	آباد شاہ پوری
ہمارے رسول پاکؐ	طالب ہاشمی
شعورِ حیات	محمد یوسف اصلاحی
مطالعہ حدیث	محمد فاروق خان
ایمان اور اخلاق	عبد الحمید صدیقی
انقلابی کتاب	طاہر رسول قادری

297.04 ی 7 ش
66967-U-67
7.04
ی 7
967

شعورِ حیات

مولانا محمد یوسف اصلاحی

Marfat.com